قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ

فرما دیجیے پاک اور پلید برابر نہیں ہو سکتے۔ (القرآن)

امام پاک رضی اللہ عنہ اور یزید پلید علیہ ما یستحقہ

فاضل جلیل حضرت علامہ مولٰینا محمد شفیع اوکاڑوی مدظلہ

نورانی کتب خانہ ○ کراچی

۵۳۔ بی، سندھی مسلم سوسائٹی،

قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ صدق اللّٰه

فرما دیجئے پاک اور پلید برابر نہیں ہو سکتے۔ (القرآن)

امام پاک رضی اللہ عنہ اور یزید پلید

از قلم

فاضلِ جلیل حضرت علامہ مولینا محمد شفیع اوکاڑوی مدظلہ

نورانی کتب خانہ ◎ کراچی

۵۳ - بی ، سندھی مسلم سوسائٹی

فہرست مضامین

انتساب

بحضور تاجدارِ کربلا، سید الشہداء، مظہرِ شجاعت و سخاوتِ نبوت، پیکرِ عشق و محبت و صبر و استقامت، سید شبابِ اہلِ جنت، مقصدِ اہلِ عقیدت و محبت، نواسۂ سید المرسلین جگر گوشۂ امام المتقین، نور دیدۂ سیدۃ نساءِ العٰلمین، راحتِ جانِ حسن مجتبیٰ، شہیدِ دشتِ کربلا سیدنا و مولانا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وَاَرْضَاہُ عنّا بتوسط سیدی و استاذی غزالیٔ دوران، رازیٔ زمان، محدثِ اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی امروہوی ملتانی مدظلہم العالی جن کے فیض و کرم سے مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی ؎

گر قبول افتد زہے عزّ و شرف
شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

مُحتاجِ کرم
سگِ کوچۂ اہلِ بیتِ نبوت
محمد شفیع الخطیب الاوکاڑوی غفرلہٗ

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ،

میرے ایک فاضل دوست نے محمود احمد عباسی کی تالیف "تبصرہ محمودی بر ہفوات مودودی" جو عباسی صاحب نے مودودی صاحب کی کتاب "خلافت و ملوکیت" کے رد میں لکھی ہے، کے حصہ دوم کی چند عبارات اور اُن سے حاصل شدہ مفہوم نقل کر کے سوالات مرتب کئے اور بندہ سے ان سوالات کے جوابات لکھنے کو فرمایا۔ بندہ نے عباسی صاحب کی پہلی تالیف "خلافت معاویہ و یزید" جس میں انہوں نے یزید کو برحق و امام عادل اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلطی پر ثابت کرنے کی مذموم سعی کی ہے دیکھی ہوئی تھی۔ اب اس دوسری تالیف کو حاصل کر کے اس کا بھی مطالعہ کیا تو سوالات میں درج شدہ عبارات اور ان کا مفہوم بالکل درست پایا۔

اس تالیف میں عباسی صاحب نے مودودی صاحب کے ان غلط اور بے جا الزامات اور اتہامات کا جواب دیا ہے جو انہوں نے اپنی کتاب "خلافت و ملوکیت" میں امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگائے ہیں۔ لیکن عباسی صاحب نے مودودی صاحب کے رد کے ساتھ ساتھ مسلک اہلِ سُنّت کے خلاف اپنی خارجیت کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سخت ترین توہین کا بھی ارتکاب کیا ہے جیسا کہ اُن کی عبارات سے ناظرین کرام کو معلوم ہوگا۔ مودودی صاحب نے یزید کے کچھ سیاہ کارناموں کے متعلق بھی لکھا تھا اور عباسی صاحب جو کہ کٹر خارجی ہونے کی وجہ سے یزید کے بڑے ہی حامی ہیں، وہ کیسے برداشت کر سکتے تھے وہ تو یزید پلید کو خلیفہ برحق، امام عادل و راشد اور امیر المومنین سمجھتے ہیں اور اس کے مقابلے میں امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی، فسادی، اللہ و رسول کا دشمن اور جاہلیت کی موت مرنے والا قرار دیتے ہیں۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! چنانچہ انہوں نے اپنے ان فاسد اور باطل خیالات کو حقیقت کا جامہ پہنانے کی جو ناپاک کوشش کی ہے۔ اس بندۂ ناچیز گدائے اہل بیت اطہار نے بحمد اللہ تعالیٰ اس کی دھجیاں اڑائی ہیں۔

اور اس خارجی کی جہالت و مکاری کا پردہ چاک کر کے رکھ دیا ہے اور اصل حقیقت کو پیش کیا ہے۔
بندہ کے جوابات کا تعلق سوالات کے مطابق یزید پلید علیہ ما یستحقہ اور امام پاک رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ مودودی و عباسی کے درمیان بحث و اختلافات سے نہیں۔ اس حصہ کا نام جو سوالات و جوابات پر مشتمل ہے " امام پاک اور یزید پلید" رکھتا ہوں۔ دوسرے حصہ میں امام پاک کی شہادت کا مفصل اور مدلل بیان ہے۔ جس کا نام " شامِ کربلا " رکھا ہے۔ ان دونوں حصوں میں خارجیت اور رافضیت سے الگ ہو کر بندہ نے مسلکِ حق اہلِ سنت وجماعت اور اپنے جذباتِ عقیدت کو پیش کیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ بطفیل اپنے حبیبِ پاک صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم میری اس سعی کو منظور و مقبول فرما کر مسلمانوں کے لئے نافع و مفید فرمائے، اور اس بندۂ گنہگار کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین ثم آمین ؛

بندۂ ناچیز :
محمد شفیع الخطیب الاوکاڑوی غفرلہ
کراچی (پاکستان)

۵۴ ۔ بی، سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی،
کراچی ۔ ۳

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلِ سنّت وجماعت اس امر میں کہ محمود احمد عباسی اپنی تالیف "تبصرۂ محمودی برہفوات مودودی" کے صفحہ ۱۰۱ پر لکھتے ہیں :۔

" یہ امر عیاں ہے کہ جیسا استصواب امیر یزید کی ولایت عہد کے لئے کیا گیا ایسا استصواب اُن سے پہلے کسی کے لئے نہیں ہوا تھا۔ نیز یہ کہ جو فیصلہ ہوا وہ اجماعی تھا۔ حضرات اُمّہات المومنین اور جمہور کبار وصغار صحابہ اس پر متفق تھے۔ اس موقع پر کسی ایک شخص کا بھی محترز رہنا صحاح سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ایسا اجتماع تھا اور اس اجتماع کا ایسا اجماع کہ قوانین شرعیہ اور علمِ سیاست کے اصول کے مطابق ہو اس سے زیادہ فیصلہ کن اور کارگر کوئی اجماع نہیں ہوسکتا۔ موجودہ صدارتی انتخابات میں ہزاروں ووٹ مخالفت میں پڑتے ہیں اور فیصلہ صرف عددی اکثریت سے ہوتا ہے۔ لیکن امیر یزید کی ولایت عہد کی بیعت کے وقت ایک ووٹ بھی خلاف نہیں تھا۔"

عباسی صاحب کی اس عبارت سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یزید کو جمہور صحابہ کرام اور ملّتِ اسلامیہ کے تمام افراد نے بالاتفاق خلیفہ اور امیر منتخب کیا تھا۔ چنانچہ عباسی صاحب اپنی اسی تالیف کے صفحہ ۱۱۱ پر لکھتے ہیں :۔

" امیر المومنین یزید اوّل کی خلافت کی حجیّت کی سب سے بڑی دلیل ہے جمہور صحابہ کرام کا اجماع۔ اسی بنا پر حضرت عبداللہ بن عمر نے اُن کے خلاف خروج کو خدا اور رسول کے ساتھ سب سے بڑی غدّاری قرار دیا تھا۔"

اس عبارت سے ثابت ہُوا کہ یزید کے خلاف خروج خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے بڑی غداری تھا۔ اس کے بعد عباسی صاحب صفحہ ۱۱۵ پر گوہر افشانی فرماتے ہیں :۔

"لیکن علویوں نے سیاست کا یہ گر کبھی نہیں سیکھا اور ہمیشہ بے وجہ اور بے اصول ایسا قدم اٹھایا جس کا نتیجہ سوائے تخریب اور پسپائی کے کچھ نہ نکلا۔ شریف حسین تک اُن کی پوری تاریخ یہی کہتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عالمِ اسلام میں اس خاندان کو کبھی وہ مقبولیت حاصل نہ ہو سکی جو امویوں کو عباسیوں کو اور ترکوں کو ہوئی۔ انہی ناکامیوں، پسپائیوں اور بدنامیوں کو چھپانے کے لئے خیالی مناقب کا ایک ڈھیر لگا دیا گیا اور اُن کی غلطیوں پر عصمت کا پردہ ڈال کر جہاد اور شہادت کا نام دیا گیا۔"

اس کے بعد اسی صفحہ پر لکھتے ہیں :-

"اس شریعت کے باطن تک ہمیں رسائی نہیں اور ہم الفاظ کے وہی معانی سمجھتے ہیں جو ایک فانی اور غیر معصوم انسان سمجھ سکتا ہے اور اس بارے میں صحابہ کرام سے لے کر ہمارے زمانے تک سب اصحابِ فکر سمجھتے آئے ہیں مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۔

"جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین پر فساد انگیزی کے درپے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں بُری طرح قتل کیا جائے یا انہیں سولی دی جائے یا جانب مقابل کے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں یا انہیں ملک بدر کر دیا جائے" خدا ورسول سے لڑنے کا مطلب اس نظامِ صالح کے خلاف جنگ کرنا ہے جو اسلام کی حکومت نے ملک میں قائم کر رکھا ہو ایسا نظام جب کسی سرزمین میں قائم ہو جائے اور اس کو خراب کرنے کی سعی کرنا قطع نظر اس سے کہ وہ چھوٹے پیمانے پر قتل و غارت اور رہزنی و ڈکیتی کی حد تک ہو یا بڑے پیمانے پر اس نظامِ صالح کو الٹنے اور اس کی جگہ کوئی فاسد نظام قائم کر دینے کے لئے ہے دراصل خدا اور رسول کے خلاف جنگ ہے۔"

اس کے بعد صفحہ ۱۱۹ پر لکھتے ہیں :-

اگر رائے عامہ ایک حکومت یا حاکم کے حق میں ہے اور اس کے خلاف پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہوتی تو ایسی حکومت یا حاکم پر عائد کردہ الزامات خود بخود باطل ہو گئے اور جو لوگ

اس حکومت کے خلاف کھڑے ہوئے وہ باغی اور مفسد قرار پائیں گے۔"

ان عبارات سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بلا وجہ و بے اصول محض تخریبی کاروائی کی تھی اور یزید کے خلاف اُن کا خروج خدا اور رسول سے جنگ اور بغاوت اور فساد فی الارض کے مترادف تھا اور اُن کے فضائل و مناقب محض خیالی ہیں نیز وہ شہید بھی نہیں ہیں چنانچہ اس کے بعد عباسی صاحب صریح طور پر صفحہ ۱۱۸ پر لکھتے ہیں:-

" اور جس نے امام المسلمین کے خلاف خروج کیا جس پر لوگ جمع ہو گئے ہوں اور جسکی خلافت کو ماننے لگے ہوں خواہ بہ اقرار برضا و رغبت ہو یا بہ جبر و اکراہ، تو اس نے مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کے خلاف کیا۔ اور اگر اس خروج کی حالت میں اس کی موت واقع ہوئی تو یہ شخص جاہلیت کی موت مرا"

اسی کتاب کے صفحہ ۶۷ پر لکھتے ہیں:-

"چوری اور زنا اور دوسرے کبائر کا ارتکاب امام کے خلاف خروج کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟" اور صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں:-

چنانچہ یہ لوگ اپنے تخریبی عزائم کے تحت موجودہ اور گزری ہوئی پوری امت کو گمراہ کہہ کر ایسے لوگوں کو مجاہد اور شہید کہنا چاہتے ہیں جنہوں نے وقتاً فوقتاً امام جماعت کے خلاف خروج کیا اور ہم عصر امت کی حمایت حاصل نہ ہونے کے سبب فنا کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

اور صفحہ ۶۷ پر لکھتے ہیں:-

" ان حضرات پر خلفاء اسلام کا یہ احسان ہے کہ انہیں قتل کر دیا گیا اور یہ قتل اُن کے جرم عظیم کا کفارہ ہو گیا ورنہ خروج علی الامام کا وبال اپنی گردن پر لے جاتے۔"

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ یزید کی خلافت و امارت ایسی تھی کہ تمام صحابہ اور جمہور مسلمین کا اس پر اتفاق تھا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج اور مخالفت محض بلا وجہ بغاوت اور فساد فی الارض بلکہ خدا اور رسول کے خلاف جنگ کے مترادف تھی۔ چنانچہ اُن کو اس کی سزا ملی اور وہ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور وہ قطعاً مجاہد اور شہید نہیں ہیں اور اُن کے فضائل بھی محض خیالی ہیں (العیاذ باللہ)

اب سوال یہ ہے کہ

۱۔ کیا یزید کی خلافت و امارت پر قوانین شرعیہ کے مطابق تمام صحابہ اور جمہور مسلمین کا ایسا اتفاق تھا کہ ایک ووٹ بھی اس کے خلاف نہ تھا۔

۲۔ کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج بلاوجہ بغاوت۔ فساد فی الارض اور خدا اور رسول کے خلاف جنگ کے مترادف تھا۔

۳۔ کیا یزید عالم و فاضل، متقی پرہیزگار، پابند صوم و صلوٰۃ اور نہایت صالح تھا جیسا کہ عباسی صاحب کی دوسری کتاب "خلافت معاویہ و یزید" کے صفحہ ۴۹ پر ہے کہ:-

"علم و فضل، تقویٰ و پرہیزگاری، پابندی صوم و صلوٰۃ کے ساتھ امیر یزید حد درجہ کریم النفس، حلیم الطبع، سنجیدہ و متین تھے"۔ یا کہ فاسق و فاجر، ظالم و شرابی تھا اور کیا اس پر لعنت وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۴۔ اگر یزید واقعی فاسق و فاجر اور ظالم و شرابی تھا تو اُن صحابہ کرام کے بارے میں کیا کہا جائے گا جنہوں نے اس کی بیعت کر لی تھی۔ انہوں نے اس کی بیعت کیوں کی۔ کیا اُن پر فاسق و فاجر کی بیعت کا الزام عائد نہیں ہوگا؟ اگر نہیں ہوتا تو پھر امام حسین پر الزام عائد ہوتا ہے کہ انہوں نے یزید کی بیعت سے کیوں انکار کیا اور کیوں اس پر خروج کیا؟ اب ان دو صورتوں میں سے ایک صورت کو لازماً اختیار کرنا پڑے گا۔ اگر امام حسین رضی اللہ عنہ حق پر تھے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنہوں نے یزید کی بیعت کی تھی یقیناً غلطی پر تھے اور اُن پر فسق کا الزام عائد ہوگا۔ اور اگر وہ صحابہ کرام حق پر تھے تو حضرت امام غلطی پر تھے اور ان پر خروج و بغاوت کا الزام عائد ہوگا؟

۵۔ یزید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ اس سے راضی تھا لہٰذا قتل حسین اور اس کی رضا کی نسبت یزید کی طرف کرنا غلط ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

۶۔ اگر امام حسین کا قتل یزید کے حکم اور اس کی رضا سے ہوا تھا تو پھر اس نے ابن زیاد پر لعنت کیوں کی؟ اور امام کے قتل پر اظہار افسوس کیوں کیا؟ اس کو تو خوش ہونا چاہیئے تھا۔

۷۔ کیا محمود احمد عباسی نے اپنی تصانیف میں کہیں خیانت و بددیانتی سے بھی کام لیا ہے؟ اگر لیا ہے تو اس کی وضاحت فرمائیں۔

۸۔ کیا یزید از روئے جہاد قسطنطنیہ جنتی ہے اور جو اس کو جنتی نہ مانے کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

حدیث جو بخاری میں ہے اس کا منکر ہے ؟

۹ ۔ کیا امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہیں ؛ اور کیا ان کے فضائل و مناقب محض خیالی ہیں ؛ "بیّنوا توجروا"

ایک سائل جو آجکل ان کتابوں کے پڑھنے سے سخت الجھن کا شکار ہے ۔

سوال نمبر ۱

کیا یزید کی خلافت وامارت قوانین شرعیہ کے مطابق حقہ تھی اور اس پر تمام صحابہ اور جمہور مسلمین کا ایسا اتفاق تھا کہ ایک ووٹ بھی اس کے خلاف نہیں تھا؟

جواب ہرگز نہیں، بالکل غلط۔ صریح کذب، اور خلافِ واقعہ بلکہ معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے جیساکہ آئندہ سطور سے واضح ہوگا۔ انشاءاللہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد خلفاء اسلام کا انتخاب اکابر مہاجرین وانصار صحابہ کے مشورہ سے ہوا تھا۔ یزید کی ولی عہدی کے زمانہ میں اگرچہ اکابر صحابہ کرام اٹھ چکے تھے اور زمانۂ رسالت کی بہاریں کسی حد تک ختم ہو چکی تھیں تاہم ان میں بہت سے صحابہ اور اکابر صحابہ کی اولاد جیسے خود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل تھا، ابھی موجود تھی خصوصاً حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت حسین بن علی، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم یہ حضرات اپنے اسلاف کرام کا نمونہ اور اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کا پیکر تھے۔ ان میں تقویٰ و پرہیزگاری، عدل و انصاف، امانت و دیانت، علم و فضل اور صداقت و حق گوئی کا جوہر پورے طور پر موجود تھا۔ ان سب حضرات کی موجودگی میں یزید جیسے انسان کا نام خلافت کے لئے پیش کرنا کسی طرح بھی مناسب نہ تھا۔ مگر اس امر کی ابتدا یوں ہوئی کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر مغیرہ بن شعبہ کو معزول کر کے ان کی جگہ سعید بن عاص کو مقرر کرنا چاہتے تھے۔ مغیرہ کو امیر معاویہ کے اس ارادہ کی اطلاع ہوگئی تو وہ کوفہ سے دمشق پہنچے اور یزید سے ملاقات کی اور اس سے کہا کہ اکابر صحابہ اور قریش کے بڑے لوگ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں البتہ ان کی اولاد موجود ہے اور تم اُن سے کسی معاملے میں کم نہیں ہو۔ پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ امیرالمومنین کو تمہارے لئے بیعت لینے میں کونسا امر مانع ہے؟ یزید نے کہا آپ کے خیال میں یہ کام ہو سکتا ہے؟ مغیرہ نے کہا ہاں! یزید نے اس بات کا ذکر اپنے والد امیر معاویہ سے کیا۔ انہوں نے مغیرہ کو بلا کر پوچھا کہ تم نے یزید سے کیا بات کی ہے؟ مغیرہ نے کہا۔ امیرالمومنین! حضرت عثمان کی شہادت کے بعد امت میں جو اختلافات اور خونریزی ہوئی ہے وہ آپ دیکھ چکے ہیں اس لئے بہتر یہ ہے کہ آپ اپنی زندگی ہی میں یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے بیعت لے لیں تاکہ آپ کے بعد فتنہ و فساد اور خون خرابہ

نہ ہو۔ حضرت معاویہ نے کہا اس کام کو پورا کرنے میں میرا معاون کون ہوگا؟ مغیرہ نے کہا جہاں تک اہلِ کوفہ کا تعلق ہے اس کا ذمہ میں لیتا ہوں اور اہلِ بصرہ کے لئے زیاد کافی ہے۔ اس کے بعد کوئی مخالفت نہیں کرے گا۔

امیر معاویہ نے کہا اچھا تم اپنے عہدے پر واپس چلے جاؤ اور اس معاملے میں ان لوگوں سے گفتگو کرو جن پر تمہارا اعتماد ہو۔ یہاں سے رخصت ہو کر مغیرہ اپنے دوستوں کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا، کہو کیا ہوا؟ مغیرہ نے کہا میں نے امیر معاویہ کا پاؤں ایسی رکاب میں الجھا دیا ہے کہ کبھی نہ نکل سکے گا۔ کوفہ پہنچ کر مغیرہ نے ان لوگوں سے بات چیت کی۔ جن پر اُن کو وثوق اور اعتبار تھا اور دس آدمیوں کو تیس ہزار درہم دے کر اس امر پر راضی کیا کہ وہ ایک وفد کی صورت میں دمشق جائیں اور امیر معاویہ کو یزید کی ولی عہدی کے لئے درخواست کریں۔ اور پُرزور حمایت کا یقین دلائیں۔ چنانچہ یہ وفد حضرت مغیرہ کے بیٹے موسیٰ کی قیادت میں دمشق پہنچا اور بڑے زور شور سے اس تجویز کی تائید و حمایت کر کے انعقاد بیعت کی درخواست کی۔ امیر معاویہ نے ان سے کہا کہ ابھی تم اس معاملے کے اظہار میں عجلت نہ کرو۔ لیکن اپنی رائے اور عہد پر پکے رہو۔

بعد میں امیر معاویہ نے موسیٰ کو تنہائی میں بلا کر پوچھا کہ تمہارے باپ نے ان لوگوں کو کتنے میں خریدا ہے؟ موسیٰ نے کہا تیس ہزار درہم میں[۱]!

پھر حضرت معاویہ نے گورنر بصرہ زیاد کو خط لکھا اور اس معاملہ میں مشورہ کیا۔ زیاد نے عُبَید بن کعب النمیری کو بلا کر کہا کہ امیر المومنین نے مجھ سے یزید کی ولی عہدی کے بارے میں مشورہ طلب کیا ہے اور وہ لوگوں سے خائف بھی ہیں کہ لوگ نفرت کا اظہار کریں گے اور اطاعت کی بھی امید رکھتے ہیں اور یہ معاملہ نہایت اہم ہے۔ اور یزید میں یہ یہ خامیاں اور کمزوریاں ہیں۔ لہٰذا تم امیر المومنین کے پاس جاؤ اور ان سے یزید کی عادات و خصائل بیان کر کے کہو کہ ابھی اس معاملے میں توقف فرمائیں اور جلدی نہ کریں۔

عُبَید نے کہا آپ امیر معاویہ کی رائے کو بدلنے اور خراب کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ اس کے بجائے ایک اور کام کیا جائے اور وہ یہ کہ میں آپ کی طرف سے یزید کے پاس جاتا ہوں اور اس سے کہتا ہوں کہ تمہارے باپ نے تمہاری بیعت کے بارے میں امیر زیاد سے مشورہ طلب کیا ہے اور ان کو یہ خوف ہے کہ لوگ تمہاری

---

[۱] ابن اثیر ج ۳ صفحہ ۲۴۹، البدایہ والنہایہ صفحہ ۷۹ ج ۸، ابن خلدون صفحہ ۱۵ ج ۳۔

عادتوں کی وجہ سے تمہاری مخالفت کریں گے اس لئے تم اپنی بُری عادتوں کو ترک کر کے اپنی اصلاح کرو تاکہ یہ امر بہتر اور آسان ہو جائے۔ زیاد نے کہا خدا کرے کہ تمہارا تیر نشانے پر بیٹھے۔ چنانچہ عبید نے دمشق جا کر امیر زیاد کی طرف سے یزید کو تو اصلاح حال کا پرزور مشورہ دیا اور امیر معاویہ کو ایک خط دیا جس میں زیاد نے انکو لکھا تھا کہ اس معاملہ میں عجلت سے کام نہ لیں بلکہ بڑی حکمت و سیاست کام لیں ۔[1]

جب ۵۳ھ میں زیاد کا انتقال ہو گیا تو حضرت معاویہ نے یزید کے لئے بیعت لینے کا فیصلہ کر لیا اور بااثر لوگوں کو ہموار کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے جو انہوں نے قبول کر لئے لیکن جب ان کے سامنے بیعت یزید کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا خوب! اچھا ان کا یہ مقصد ہے! پھر تو میرا دین بڑا ارزاں ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا (ابن اثیر صفحہ ۲۵۰، البدایہ صفحہ ۸۹)

پھر حضرت معاویہ نے مدینہ طیبہ کے گورنر مروان بن حکم کو لکھا کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں اور مجھے اندیشہ ہے کہ میرے بعد امت میں پھر اختلاف نہ ہو جائے۔ اس لئے چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی ہی میں کسی کو اپنا جانشین بنا جاؤں۔ لہٰذا تم ان لوگوں سے پوچھو کہ وہ اس معاملہ میں کیا کہتے ہیں؟ مروان نے اہل مدینہ کو جمع کر کے ان کے سامنے یہ بات پیش کی اہل مدینہ نے اس تجویز کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ کسی شخص کا انتخاب کر کے پہلے ہمیں بتائیں اور اس معاملہ میں غلطی نہ کریں۔ مروان نے اہل مدینہ کا یہی جواب امیر معاویہ کو لکھ کر بھیج دیا۔ اس کے بعد امیر معاویہ نے مروان کو لکھا کہ میں نے یزید کو منتخب کیا ہے۔ مروان نے پھر اہل مدینہ کو مسجد نبوی میں جمع کر کے کہا۔ امیر المومنین نے تمہارے لئے ایک بہت مناسب شخص کا انتخاب کر لیا ہے اور اس انتخاب میں انہوں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ چنانچہ انہوں اپنے بیٹے یزید کو اپنے بعد اپنا جانشین بنا دیا ہے۔

وقال ان اللہ اری امیر المومنین فی یزید رأیا حسنا و ان یستخلفہ فقد استخلف ابوبکر و عمر،

اور کہا بیشک اللہ نے امیر المومنین کو یزید کے بارے میں یہ بہت اچھی رائے سجھائی ہے اور اگر وہ یزید کو خلیفہ بنا رہے ہیں تو بیشک ابوبکر و عمر نے بھی تو خلیفے بنائے تھے۔"

اس پر عبدالرحمٰن بن ابی بکر اٹھے اور فرمایا اے مروان! تم نے بھی غلط کہا اور معاویہ نے بھی غلط کہا۔

[1] ابن اثیر صفحہ ۲۴۹، طبری صفحہ ۲۲۴، البدایہ والنہایہ صفحہ ۷۹

تمہارا ارادہ اُمّتِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بھلائی اور انتخاب نہیں بلکہ تم لوگ اس خلافت کو قیصریت بنانا چاہتے ہو کہ جب ایک قیصر مرا تو اس کی جگہ دوسرا قیصر یعنی اس کا بیٹا آگیا۔ یہ سُنّتِ ابو بکر و عمر نہیں ہے انہوں نے ہرگز اپنی اولاد میں سے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا تھا۔ مروان نے کہا اس شخص کو پکڑ لو۔ یہ وہی ہے جس کے بارے میں قرآن میں آیا ہے۔ وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْہِ اُفٍّ لَّکُمَا۔ حضرت عبدالرحمان نے بھاگ کر اپنی بہن حضرت عائشہ کے گھر میں پناہ لی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کے پیچھے سے کہا۔ مروان نے غلط کہا یہ آیت ہمارے خاندان کے کسی فرد کے بارے میں نہیں آئی بلکہ خدا کی قسم! یہ ایک اور شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اگر میں چاہوں تو اس کا نام بھی بتا سکتی ہوں۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ پر لعنت کی تھی جبکہ مروان اس کے صلب میں تھا۔

پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے بھی کھڑے ہو کر یزید کی ولی عہدی سے انکار کیا۔ مروان نے ان تمام باتوں کی امیر معاویہ کو خبر کر دی[۱]۔

حضرت معاویہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر کو ایک لاکھ درہم بھیجے تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا وقال ابیع دینی بدنیای "اور فرمایا کیا میں دنیا کے بدلے اپنا دین بیچ دوں" (الاستیعاب صفحہ ۵/۲)

ان ہی ایام میں حضرت معاویہ نے مختلف علاقوں کے حکّام کو کہا کہ وہ لوگوں کے سامنے یزید کی تعریف کر کے اُن کو ہموار کریں اور میرے پاس مختلف شہروں سے وفود بھیجیں۔

حضرت محمد بن عمرو بن حزم مدینہ منورہ سے امیر معاویہ کے پاس پہنچے اور انہوں نے امیر معاویہ سے کہا کہ ہر راعی سے اس کی رعیّت کے متعلق سوال کیا جائے گا لہٰذا آپ خوب غور فرمالیں کہ آپ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے امور کا والی کس کو بنا رہے ہیں؟ امیر معاویہ یہ سُن کر کچھ ایسی سوچ میں پڑ گئے کہ کافی دیر تک سر جھکائے رکھا۔ مختلف شہروں سے جو وفود آئے تھے انہوں نے امیر معاویہ کے سامنے وفاداری کا اظہار کیا اور خوشامدانہ تقریریں کیں مثلاً ضحاک بن قیس نے کہا:۔

"جہاں تک مجھے علم ہے یزید بن امیر المومنین حسن ہدایت، علم و حلم، سیرت و کردار اور رائے میں ہم سب سے افضل ہیں لہٰذا امیر المومنین آپ اُن کو اپنے بعد اپنا ولی عہد اور ہمارا سردار اور ہماری جائے پناہ بنا دیں تاکہ ہم اس کے سائے میں پناہ حاصل کر سکیں۔

---

[۱] ابن اثیر صفحہ ۲۵۰/۳، البدایہ والنہایہ صفحہ ۸۹/۸، ارشاد الساری صفحہ ۳۲۵/۷، فتح الباری۔

عمرو بن سعید الاشدق نے بھی اسی قسم کی تقریر کی۔ پھر یزید بن مقنع العذری نے اُٹھ کر کہا:۔

" یہ امیر المومنین معاویہ ہیں۔ ان کی وفات کے بعد یہ یزید امیر المومنین ہوگا۔ اگر کسی نے انکار کیا تو اس کا فیصلہ یہ تلوار کرے گی۔"

امیر معاویہ نے کہا آپ بیٹھ جائیے آپ سیّد الخطباء ہیں۔ اسی طرح تقریریں ہوتی رہیں۔ حضرت امیر معاویہ نے احنف بن قیس سے جو ابھی تک خاموش بیٹھے فرمایا۔ ابو الحبر! تم کیا کہتے ہو۔ انھوں نے کہا اگر ہم سچ کہیں تو آپ لوگوں کا ڈر ہے اور اگر جھوٹ کہیں تو خدا سے خوف آتا ہے۔ امیر المومنین! آپ یزید کے لیل ونہار، ظاہر و باطن اور خلوت وجلوت سے خوب واقف ہیں اگر آپ اس کو اللہ تعالیٰ اور امت کے لئے واقعی پسندیدہ و بہتر خیال کرتے ہیں تو اس کے لئے کسی سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں اور اگر آپ اس کے متعلق ایسی رائے اور خیال نہیں رکھتے تو راہیٔ آخرت ہوتے ہوئے اس معاملہ کو توشۂ دنیا بنا کر اس کے حوالے نہ کرتے جائیے۔ ویسے ہمارا کام تو یہی ہے کہ ہم کہہ دیں سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کہ ہم نے سُنا اور مانا۔ اس پر شامیوں میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ معدی اور عراقی لوگ کیا کہہ رہے ہیں؛ سچی بات یہ ہے کہ ہمارے پاس سمع واطاعت بھی ہے اور تلوار قوت بھی ہے۔ (ابن اثیر صفحہ ۲۵، البدایہ صفحہ ۸) اسی طرح مختلف تدبیروں سے میدان ہموار ہوتا رہا یہاں تک کہ اہل عراق اور اہل شام کے اکثر افراد نے بیعت کر لی۔

شام اور عراق کے لوگوں سے نپٹ لینے کے بعد حضرت معاویہ کے پیش نظر اہل حجاز کا مسئلہ تھا اور یہ مسئلہ نہایت ہی اہم تھا کیونکہ حجاز مقدس اسلام کا دل تھا۔ یہاں ہی وہ مقتدر ہستیاں تشریف رکھتی تھیں جن میں صداقت وحق گوئی کا جوہر پورے طور پر موجود تھا۔ اور ان ہی حضرات سے مخالفت کا سخت اندیشہ تھا چنانچہ حضرت معاویہ ایک ہزار سوار کو ہمراہ لے کر خود حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ مدینہ طیبہ کے باہر سب سے پہلے حضرت امام حسین بن علی، حضرت عبداللہ بن عمر فاروق، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم ان سے ملے۔ حضرت معاویہ نے ان چاروں حضرات سے نہایت سخت کلام کیا۔ یہ حضرات ان کے اس نامناسب رویّہ سے اگرچہ سخت حیران تھے پھر بھی ان کے ساتھ چلتے رہے حضرت معاویہ نے مدینہ طیبہ میں داخل ہونے تک اُن کی طرف کوئی التفات نہ کی۔ بایں ہمہ یہ حضرات پھر ان کے پاس اُن کی اقامت گاہ میں گئے مگر پھر بھی ان کے مرتبہ ومقام کے مطابق ان سے کوئی سلوک نہ کیا گیا

کیونکہ ان چاروں حضرات نے یزید کی ولی عہدی کا انکار کیا تھا۔ کَمَا مَرَّ، تو یہ چاروں حضرات دل برداشتہ ہو کر مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ چلے گئے اب حضرت معاویہ کے لئے مدینہ طیبہ کا معاملہ کافی آسان ہو چکا تھا چنانچہ وہ حالات کو سازگار اور موافق بنانے میں لگے رہے۔ اس عرصہ میں وہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھی گئے اور ان چاروں حضرات کی شکایت کی۔ اُمّ المومنین کو تمام حالات کی خبر مل چکی تھی انہوں نے فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے ان لوگوں کے متعلق کہا ہے کہ اگر وہ یزید کی بیعت سے انکار کریں گے تو اُن کو قتل کر دیا جائے گا؟ حضرت معاویہ نے کہا اُمّ المومنین! ایسا تو نہیں یہ لوگ اس سے بہت بلند ہیں۔ لیکن ان کے سوا سب لوگ بیعت کر چکے ہیں تو کیا آپ خیال فرماتی ہیں کہ میں ان کی وجہ سے دوسرے تمام لوگوں کی بیعت کو توڑ دوں! اُمّ المومنین نے فرمایا بہر حال ان لوگوں کے ساتھ نرمی و محبت سے پیش آؤ۔ حضرت معاویہ نے کہا اچھا! میں ایسا ہی کروں گا۔

اس کے بعد حضرت معاویہ اپنے رفقاء کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچے اور لوگوں سے ملاقات کی۔ ان چاروں حضرات سے بھی ملاقات کی لیکن اب معاملہ بالکل برعکس تھا۔ بڑی محبت و تعظیم سے مرحبا مرحبا کہہ کر پیش آتے سب سے آگے بٹھلاتے اور ہر معاملہ میں بڑی اہمیت دیتے۔ یہ حضرات بھی اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اس حسنِ سلوک کا مقصد کیا ہے؟

چنانچہ ایک روز ان کو تنہائی میں بلا کر حضرت معاویہ نے فرمایا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ میں آپ لوگوں کے ساتھ کتنا اچھا سلوک کرتا ہوں اور صلہ رحمی بجا لاتا ہوں۔ دیکھو! یزید تمہارا بھائی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم اس کی بیعت کر لو۔ اس پر حضرت عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ آپ تین امور میں سے ایک امر کو اختیار کریں۔ یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کریں اور کسی کو اپنا جانشین نہ بنائیں جس طرح لوگوں نے حضرت حضرت ابو بکر الصدیق کو منتخب کر لیا تھا اسی طرح اب بھی کسی کو منتخب کر لیں گے۔ حضرت معاویہ نے کہا کہ اب تم میں ابو بکر الصدیق جیسا کوئی نہیں ہے اور مجھے اختلاف کا خوف ہے۔ انہوں نے کہا اچھا پھر ایسا کیجئے جیسا حضرت ابو بکر صدیق نے کیا تھا کہ انہوں نے حضرت عمر فاروق کو مقرر کیا تھا جن سے ان کا دور کا رشتہ بھی نہ تھا۔ یا پھر وہ طریقہ اختیار کر لیں جو حضرت عمر نے کیا تھا کہ انہوں نے انتخاب خلیفہ کے لئے ایسے چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ بنائی تھی کہ ان میں کوئی ان کا عزیز یا بیٹا نہ تھا۔ حضرت معاویہ نے فرمایا تم اس کے علاوہ بھی کچھ کہنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں! اس کے بعد حضرت معاویہ ان پر سخت ناراض اور غضبناک

ہوئے اور یہ مجلس برخاست ہوگئی اور حضرت معاویہ سوار ہو کر واپس آگئے۔ (ابن اثیر صفحہ ۲۵۲)

یہ تھا یزید کی خلافت و امارت کا استصواب و انتخاب۔ اس پر کسی تبصرہ و تنبیہ کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ انصاف پسند حضرات خود ہی فیصلہ کر لیں گے کہ عباسی صاحب کا یہ کہنا کہ یزید کی خلافت پر قوانین شرعیہ کے مطابق تمام صحابہ اور جمہور مسلمین کا ایسا اتفاق تھا کہ ایک ووٹ بھی اس کے خلاف نہ تھا اور ایسا استصواب ان سے پہلے کسی کے لئے نہیں ہوا تھا کہاں تک درست ہے؟

ھمارا نظریہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسلام اور مسلمانوں کے خیر خواہ تھے اور اسی خیر خواہی کی بنا پر وہ نہیں چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں قتل و غارت اور خوں ریزی ہو وہ سابقہ حالات کے پیش نظر اچھی طرح سمجھ چکے تھے کہ اگر میں نے خلافت و امارت کو یونہی مسلمانوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا یا کسی مجلس شوریٰ کو انتخاب خلیفہ کے لئے مقرر کر دیا تو لوگ کسی طرح بھی کسی ایک شخص پر جمع اور راضی نہیں ہوں گے بلکہ مختلف علاقوں میں خلافت کے مدعی ضرور اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس سے آپس میں سخت اختلاف پیدا ہو جائے گا اور ضرور خونریزی ہوگی اور اگر میں نے خلافت بنی ہاشم کی طرف منتقل کر دی تو میری قوم بنی اُمیہ جو اپنی قومیت میں عصبیت رکھتی ہے اور اس وقت اُن کو بڑی قوت و شوکت بھی حاصل ہے وہ کبھی تسلیم نہیں کرے گی اور اس سے بھی آپس میں سخت اختلاف اور خونریزی ہوگی اس لئے انہوں نے اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کو ان لوگوں پر ترجیح دی جو اس کے زیادہ مستحق سمجھے جاتے تھے اور اس سلسلے میں انہوں نے درست یا نادرست جو کچھ بھی کیا وہ بہ نیت اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی اور ان کو خونریزی سے بچانے کے لئے کیا۔ چنانچہ ان کی دعا جو انہوں نے یزید کو ولیعہد بنانے کے بعد کی وہ اس پر شاہد ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنِّیْ وَلَّیْتُہٗ لِاَنَّہٗ اَرَاہُ اَھْلًا لِّذٰلِکَ فَاَتْمِمْ لَہٗ مَا وَلَّیْتُہٗ وَاِنْ کُنْتُ وَلَّیْتُہٗ لِاَنِّیْ اُحِبُّہٗ فَلَا تُتْمِمْ لَہٗ مَا وَلَّیْتُہٗ

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۸۰)

اے اللہ! تو جانتا ہے کہ اگر میں نے اس (یزید) کو ولی عہد کیا ہے بوجہ اس کے جو میں اس کے لئے اہلیت دیکھ رہا ہوں تو اس کی ولی عہدی کو پورا کرنا اور اگر میں نے بوجہ اس کی محبت کے اس کو ولی عہد کیا ہو تو اس ولی عہدی کو پورا نہ کرنا۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید بیٹا ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی سوجھ بوجھ بھی اچھی رکھتا تھا اسی لئے حضرت امیر کے نزدیک وہ بنو اُمیّہ میں ولی عہدی کے لئے بہتر تھا۔ اور یہ ہرگز کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ یزید بدبخت نے ولی عہد ہونے کے بعد جو کچھ کیا یا کروایا حضرت امیر کو اس سے اس کی توقع یا علم تھا کہ یہ ایسا کرے یا کروائے گا انہوں نے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں خاص طور پر وصیت کی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں، عزیز ہیں اور اس قرابت قریبہ کی وجہ سے وہ نیک سلوک کے حقدار ہیں۔ اگر عراق والے اُن کو تمہارے مقابلہ میں لے آئیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ضرور لائیں گے تو اُن پر قابو اور غلبہ حاصل ہونے کی صورت میں بھی درگذر سے کام لینا اور قرابتِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا خیال رکھنا مگر اس بدبخت نے باپ کی نصیحت کو فراموش کر دیا اور اقتدار کے نشے میں بدمست ہو کر کیا جو کیا۔

بہرصورت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی بدگمانی نہیں کی جا سکتی کیونکہ اُنکی صحابیت مسلّمہ ہے جو بدگمانی سے مانع ہے۔"

جنکی نظروں پر عیاں ہے حق پرستی کا جلال

پیشِ باطل جھک نہیں سکتی کبھی اُن کی جبیں

سوال نمبر ۲

کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج بلا وجہ۔ بغاوت۔ فساد فی الارض اور خدا اور رسول کے خلاف جنگ کے مترادف تھا۔

جواب سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے خروج کو بلا وجہ۔ بغاوت۔ فساد فی الارض اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے کے مترادف قرار دینا صریح ظلم اور جہالت ہے۔ ایسی بات وہی کہے گا جس کے دل میں مرض اور اہل بیت نبوت کا بُغض ہوگا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک از روئے شریعت یزید ہرگز مسلمانوں کی امامت و سیادت کے لائق نہیں تھا اور نہ قواعد شرعیہ کے مطابق متفقہ طور پر اس کی امامت قائم ہوئی تھی اور نہ آپ نے اس کی بیعت کی تھی کہ آپ پر اس کی اطاعت واجب ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَاِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝ (البقرۃ۔ ۱۲۴)

اور یاد کرو جبکہ ابراہیم کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو انہوں نے وہ پوری کر دکھائیں اللہ نے فرمایا میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ انہوں نے کہا، میری اولاد میں سے بھی؟ فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

اس آیۂ کریمہ کے تحت علماءِ امت نے تصریح کی ہے کہ ظالم و جابر اور فاسق و فاجر امامت و خلافت کے اہل نہیں ہیں اور اُن کی امامت باطل ہے چنانچہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:۔

ان الامام یکون اهل العدل والاحسان والفضل مع القوة علی القیام بذالك وهو الذی امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا ینازعوا الامر اهله واما اهل الفسوق والجور فلیسوا له باهل (تفسیر قرطبی)

بیشک امام وہ ہو سکتا ہے جو عدل و احسان اور فضل جیسی صفات حسنہ سے متصف ہو، اور اس کے ساتھ اس میں حکومت کی ذمہ داریوں کو بجا لانے کی قوت بھی ہو۔ ایسے ہی امام کے متعلق حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس سے مت جھگڑو۔ لیکن جو فاسق و فاجر اور ظالم ہوں وہ امامت وخلافت کے اہل نہیں۔

مشہور فقیہہ امام ابوبکر الجصاص حنفی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں۔

فلا یجوز ان یکون الظالم نبیًّا ولا خلیفۃً لنبی ولا قاضیا ولا من یلزم الناس قبول قولہ فی امور الدین من مُفتٍ او شاھد او مخبر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم خبرًا۔ (احکام القرآن ص ۶۹)

پس یہ جائز نہیں کہ کوئی ظالم نبی یا نبی کا خلیفہ یا قاضی ہو یا ایسا عہدہ دار ہو کہ امورِ دین میں اس کی بات کا ماننا لوگوں پر لازم ہو جیسے مفتی ہونا یا گواہ ہونا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرنے والا محدث ہونا۔

یہی امام چند سطور کے بعد فرماتے ہیں:۔

فثبت بدلالۃ ھذہ الآیۃ بطلان امامۃ الفاسق وانہ لایکون خلیفۃ وان من نصب نفسہ فی ھذا المنصب وھو فاسق لم یلزم الناس اتباعہ ولا طاعتہ (احکام القرآن ص ۷۰)

پس اس آیت کی دلالت سے ثابت ہوا کہ فاسق کی امامت باطل ہے اور بلا شبہ وہ خلیفہ نہیں ہو سکتا اور اگر وہ اپنے آپ کو اس منصب پر مسلط کر دے تو لوگوں پر اس کی اتباع و اطاعت لازم نہیں ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:۔

قال الجمھور من الفقھاء والمتکلمین الفاسق حال فسقہ لایجوز عقد الامامۃ لہ واختلفوا فی ان الفسق الطاری ھل یبطل الامامۃ ام لا؟ واحتج الجمھور علی ان الفاسق لا یصلح ان تنعقد لہ الامامۃ بھذہ الآیۃ (تفسیر کبیر ص ۲۹۲)

جمہور فقہاء اور متکلمین نے فرمایا ہے کہ وہ فاسق جو اپنے فسق کی حالت میں ہو اس کے لئے امامت کا انعقاد جائز نہیں اور اس فسق کے بارے میں جو امام پر بعد میں طاری ہو جائے اختلاف ہوا ہے کہ وہ اس کی امامت کو باطل کرے گا یا نہیں، تو جمہور نے اس آیت سے ہی استدلال کیا ہے کہ بیشک فاسق اس کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا کہ اس کے لئے امامت منعقد ہو۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیہ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں

قلنا معنی قولہ تعالیٰ لا ینال عھدی الظالمین

ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان لا ینال

87338

ان الفاسق وان کان امیرا فلا یجوز اطاعتہ فی الظلم والمعصیۃ لقولہ علیہ السلام لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ (تفسیر مظہری ص ۱۲۴) | عھدی الظالمین کا معنی یہ ہے کہ بلاشک فاسق اگرچہ وہ امیر ہو اس کی اطاعت ظلم اور معصیت میں جائز نہیں کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں ہے

قرآن کریم کی اس آیت اور ائمہ کرام کے تفسیری ارشادات سے ثابت ہوا کہ ظالم وجابر اور فاسق و فاجر لوگ امامت وخلافت کے اہل نہیں اور ان کی امامت وخلافت باطل ہے اور ان کی اتباع واطاعت جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَلَا تُطِيعُوٓا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ۔ (الشعراء۔ ۱۵۱) | اور نہ مانو حکم اُن حد سے گزر جانے والوں کا جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ اُن لوگوں کی اطاعت نہیں کرنی چاہیئے جو کفر وشرک یا ظلم وفسق سے ملک میں فساد پھیلاتے ہیں اور ایمان وعدل اور تقویٰ ونیکی سے اصلاح نہیں کرتے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے لا طاعۃ لمن عصی اللہ، جو اللہ کی نافرمانی کرے اس کی اطاعت نہیں۔

لا طاعۃ لمن لم یطع اللہ، جو اللہ کی اطاعت نہ کرے اس کی کوئی اطاعت نہیں۔

لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ | خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنی پہلی تقریر میں ہی فرما دیا تھا۔

اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ فاذا عصیت اللہ ورسولہ فلا طاعۃ لی علیکم (کنز العمال ص ۳۴۹ ج ۵) | جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں تم لوگ میری اطاعت کرو اور جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم لوگوں پر میری کوئی اطاعت نہیں ہے۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا۔

ما امرتکم بہ من طاعۃ اللہ فحق علیکم طاعتی فیما احببتم وما کرھتم وما امرتکم بہ من | اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے جو حکم میں تم کو دوں اس کا ماننا تم فرض ہے خواہ وہ تمہیں پسند ہو یا ناپسند ہو

معصیة اللہ فلا طاعة لاحد فی المعصیة الطاعة فی المعروف الطاعة فی المعروف الطاعة فی المعروف (کنز العمال ص۲۶۶ ج۵)

اور اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے جو حکم میں نہیں دوں تو معصیت و نافرمانی میں کسی کے لئے اطاعت نہیں۔ اطاعت صرف معروف میں ہے، اطاعت صرف معروف میں ہے، اطاعت صرف معروف میں ہے۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ستکون علیکم امراء من بعدی یامرونکم بما لا تعرفون و یعملون بما تنکرون فلیس اولئک علیکم بائمة (السراج المنیر ص۳۱۲ ج۲)

میرے بعد عنقریب تم پر ایسے امرا مسلط ہونگے جو تمہیں ایسے امور کا حکم دیں گے جن میں تم بھلائی نہیں دیکھو گے اور وہ ایسے عمل کریں گے جن کو تم بُرا جانو گے پس وہ تم پر امام نہیں یعنی ان کی اطاعت تم پر لازم نہیں۔

حضرت طلحہ بن عُبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے فرمایا

الا یا ایہا الناس لا یقبل اللہ صلوٰة امام حکم بغیر ما انزل اللہ (المستدرک ص۸۹ ج۴)

اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ جو حاکم اللہ کے نازل کئے ہوئے (قانون) کے علاوہ حکم کرتا ہے اللہ اس کی نماز قبول نہیں کرتا۔"

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم شریف فرماتے ہیں:۔

اجمع العلماء علی وجوبہا فی غیر معصیة و علی تحریمہا فی المعصیة نقل الاجماع علی ھذا القاضی عیاض و آخرون، (نووی علی مسلم ص۱۲۴ ج۲)

تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ امیر کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے اور معصیت میں حرام ہے۔ اس پر امام قاضی عیاض اور دوسروں نے اجماع نقل کیا ہے۔

یہی امام دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

قال القاضی عیاض رحمہ اللہ اجمع العلماء علی ان الامامة لا تنعقد لکافر و علی انہ لو طراء علیہ الکفر انعزل قال وکذا لو ترک اقامة الصلوٰة والدعاء الیہا قال وکذالک

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہو چکا ہے کہ کافر کی امامت منعقد نہیں ہوتی تو اگر امام پر کفر طاری ہو جائے تو معزول کر دیا جائے گا۔ فرمایا ایسے ہی اگر نماز

عند جمهورهم البدعة ،
(نووی شرح مسلم ص۱۲۵/۲)

قائم کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا چھوڑ دے تو بھی معزول ہوگا۔ فرمایا اسی طرح جمہور کے نزدیک بدعت کا پایا جانا بھی ہے۔

یہی امام تیسری جگہ فرماتے ہیں :-

قال القاضی فلو طراء علیہ کفر او تغییر للشرع او بدعۃ خرج عن حکم الولایۃ و سقطت طاعتہ ووجب علی المسلمین القیام علیہ و خلعہ و نصب امام عادل ان امکنھم ذلک فان لم یقع ذلک الا لطائفۃ وجب علیھم القیام بخلع الکافر ولا یجب فی المبتدع الا اذا ظنوا القدرۃ علیہ فان تحققوا العجز لم یجب القیام ولیھاجر المسلم عن ارضہ الی غیرھا ویفر بدینہ (نووی علی مسلم ص۱۲۵/۲)

امام قاضی عیاض نے فرمایا ہے کہ اگر امام پر کفر طاری ہو جائے یا وہ شرع کو بدلنے یا بدعت کو رائج کرنے لگے تو وہ امام خود بخود ولایت وامامت سے خارج ہو جائے گا اور اس کی اطاعت ساقط ہو جائے گی اور مسلمانوں پر اس کے خلاف کھڑا ہو جانا واجب ہو جائے گا۔ بشرطیکہ ان میں اس کی قدرت و طاقت ہو اور اگر ایسا نہ ہو کہ سارے مسلمان اس کے خلاف کھڑے ہوں بلکہ کوئی چھوٹی جماعت کھڑی ہو تو اس پر کافر کا ہٹانا تو واجب ہوگا اور مبتدع کا ہٹانا اس وقت واجب ہوگا جب اس جماعت کو اپنی قدرت کا ظن غالب ہو جائے۔ پس اگر عجز و کمزوری متحقق ہو تو واجب نہیں پھر مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس ملک سے اپنے دین کو لے کر بھاگ جائیں اور ہجرت کر جائیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

ان الامام ینعزل بالفسق والجور وکذا کل قاض وامیر واصل المسألۃ ان الفاسق لیس من اھل الولایۃ انہ لا ینظر لنفسہ فکیف ینظر لغیرہ۔ (شرح عقائد ص۱۱۰)

بیشک امام ظلم و فسق کی وجہ سے خود بخود معزول ہو جاتا ہے اور ایسے ہی ہر قاضی اور امیر بھی۔ اور اصل مسئلہ یہی ہے کہ فاسق ولایت وامامت کا اہل ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب وہ اپنی ہی ذات کا خیال نہیں کرتا تو کسی دوسرے کا خیال کیسے کرے گا۔"

اگرچہ فاسق و فاجر امام و امیر کا خود بخود معزول ہو جانا مختلف فیہ ہے لیکن اس کا مستحق عزل ہو جانا

متفق علیہ ہے، چنانچہ علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وکذا فی انعزاله بالفسق والاکثرون علی انه لاینعزل وهو المختار من مذهب الشافعی رضی الله عنه وابی حنیفة وعن محمد رضی الله عنه روایتان ویستحق العزل بالاتفاق۔ (شرح عقائد ص۲۸۳)

اور ایسے ہی فسق کی وجہ سے امام کا خود بخود معزول ہوجانا مختلف فیہ ہے اور اکثر اس پر ہیں کہ فسق سے خود بخود معزول نہیں ہوتا اور یہی مذہب مختار ہے۔ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہما کا۔ اور امام محمد رضی اللہ عنہ سے اس امر میں دونوں روایتیں ہیں اور فاسق کا مستحق عزل ہوجانا تو متفق علیہ ہے یعنی اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔"

اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء راشدین، ائمہ عظام، اور علماء کرام رضی اللہ عنہم کے ارشادات سے ثابت ہوا کہ فاسق وفاجر، ظالم ومبتدع اور منکر الشرع یہ صلاحیت ہی نہیں رکھتا کہ وہ مسلمانوں کا امام وامیر ہوسکے۔ اس کی امامت باطل اور اس کی اتباع واطاعت ناجائز ہے۔

علامہ امام عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

قال الآفانی فی شرح جوهرته فی شرط الامامة "انها خمسة" الاسلام والبلوغ والعقل والحریة وعدم الفسق بجارحة الاعتقاد لان الفاسق لایصلح لامر الدین ولایوثق باوامره ونواهیه والظالم یختل به امر الدین والدنیا فکیف یصلح للولایة ومن الوالی لدفع شره الیس یجب استرعاء الغنم الذئب، (حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ ص)

آفانی شرح جوہرہ میں فرماتے ہیں کہ امامت (کبریٰ) کے لئے پانچ شرطیں ہیں۔ اسلام[1]، بلوغ[2]، عقل[3]، آزاد[4] ہونا، اعتقادی[5] وعملی فسق کا نہ ہونا۔ اسلئے کہ فاسق امر دین کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا اور نہ اس کے اوامر ونواہی پر وثوق کیا جاسکتا ہے اور ظالم سے دین ودنیا کا امر مختل یعنی تباہ ہو کے رہ جائے گا تو کس طرح وہ ولایت وامارت کے لائق ہے اور اس کے شر کو دفع کرنے کے لئے کون حاکم ہوگا۔ کیا بھیڑیئے سے بکریوں کی رکھوالی تعجب خیز نہیں؟

اور اگر کوئی ظالم وفاسق شخص کسی وجہ وطریقہ سے اس منصب امامت پر قائم ہوجائے یا قائم کردیا جائے تو وہ امام عادل نہیں قرار پائے گا بلکہ وہ ظالم وفاسق ہی رہے گا۔ ہاں اس پر ترویج کرنے

اوراس کے خلاف کھڑے ہونے کے سلسلہ میں ائمہ کرام نے کتاب وسُنّت کی روشنی میں چند اصول وقوانین مقرر فرمائے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ:۔

وہ ظالم وفاسق امام وامیر جس کا ظلم وفسق ذاتی وانفرادی ہو یعنی اس کی اپنی ذات تک محدود ہو اوراس کا اثر دوسرے حُکّام اور رعایا تک نہ پہنچتا ہو جیساکہ بعض امراذاتی حد تک چُھپ کر عیاشی اور بدکاری کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں مگر رعایا کے حقوق اور معاملات حکومت میں عدل وانصاف بھی کرتے ہیں تو محض اُن کے پوشیدہ ذاتی فسق وفجور کی بناپر ان پر خروج کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اُن کے عدل وانصاف کی وجہ سے بہر حال امارت کے مقصد کی تکمیل تو ہو ہی رہی ہے اگرچہ ذاتی فسق وفجور میں مبتلا ہونے کی وجہ سے وہ سخت گنہگار اور عنداللہ مستحق سزا ہیں۔

احادیث مبارکہ میں جو آیا ہے کہ ظالم وفاسق امام وامیر سے جھگڑا نہ کرو بلکہ اس کی بات سنو اور مانو اس سے مراد ایسا ہی امام وامیر ہے۔ چنانچہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا اے عبادہ!

اسمع واطع فی عسرك ویسرك ومنشطك	(امام وقت) کی سنو اور اطاعت کرو مشکل و آسانی
ومکرهك واثرة علیك وان اکلوا مالك	اور خوشی وناخوشی میں اوراس کو اپنے اوپر ترجیح
وضربوا ظهرك الا ان تكون معصية الله	دو اگرچہ وہ تمہارا مال کھائیں اور تمہاری پیٹھ پر
بواحا۔ (کنز العمال ص ۶۷)	ماریں مگر یہ کہ کھلم کھلا اللہ کی نافرمانی ہو۔

اس ارشاد گرامی سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ امام وامیر جب علانیہ طور پر فسق وفجور کا ارتکاب کرنے لگے تو پھر اس کو ماننا اوراس کی اطاعت کرنا جائز نہیں ہے اور وہ امام وامیر جس کا ظلم وفسق اس کی ذات سے گزر کر حکام، اکابر اُمت اور عام لوگوں تک پہنچے اور اثر انداز ہونے لگے تو اس صورت میں اگر وہ خود بخود معزول نہیں بھی ہوتا تو مستحق عزل تو بالاتفاق ضرور ہو جاتا ہے۔ اگر مسلمان قدرت وطاقت رکھتے ہوں تو ان پر اس کا ہٹانا اوراس کی جگہ عادل امام مقرر کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اگر قدرت وطاقت نہ رکھتے ہوں تو پھر اُن پر یہ ہے کہ وہ صبر کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں اور فتنہ وفساد اور جانوں کے ضیاع کے خوف کی وجہ سے خروج نہ کریں کیونکہ اس صورت میں وہ معذور بھی ہیں اور بہت زیادہ نقصان کا اندیشہ بھی ہے۔ چنانچہ اب دیکھنا یہ ہے کہ یزید فاسق وفاجر، ظالم وشرابی اور بدکار تھا

یا نہیں ؟ تو بلاشک وشبہ بالاتفاق وہ فاسق و فاجر اور ظالم و شرابی تھا بلکہ اس نے ایسے ایسے اعمال قبیحہ اور افعال شنیعہ کئے کہ بعض اکابر امت کے نزدیک وہ کافر ہو گیا تھا (جیسا کہ آئندہ صفحات میں آئے گا) تو امام عالی مقام کے نزدیک وہ ہرگز مسلمانوں کی امامت و سیادت کا اہل ہی نہ تھا اور نہ ہی قواعد شرعیہ کے مطابق متفقہ طور پر اس کی امامت قائم ہوئی تھی۔ نہ ہی آپ نے اس کو امام و امیر تسلیم کیا تھا۔ آپ کے نزدیک اسکی امامت باطل تھی اور اس کا ہٹانا واجب و ضروری تھا۔ لیکن آپ یہ سمجھتے تھے کہ پچھلے حالات و واقعات کے پیش نظر مسلمانوں میں آپس میں بہت زیادہ فسادات اور خونریزی ہوئی ہے سب لوگ مرا ساتھ نہیں دیں گے لہذا صبر کیا جائے اور مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سکونت اختیار کی جائے کہ بمطابق فرمان خداوندی جائے امن ہے "وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا"۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا لیکن کوفیوں کے پے در پے خطوط کے آنے اور پھر حضرت مسلم بن عقیل کے کوفہ جا کر بچشم خود حالات کا جائزہ لے کر اطلاع دینے سے کہ حالات تسلی بخش ہیں امام عالی مقام کو یقین ہو گیا کہ اتنے حامی مل گئے ہیں جن کے ساتھ وہ اس ظالم حکومت کے خلاف کامیاب انقلاب برپا کر سکتے ہیں چنانچہ وہ مکہ مکرمہ سے نکل کھڑے ہوئے۔

چنانچہ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں :۔

واما الحسین فانہ لما ظہر فسق یزید عند الکافۃ من اہل عصرہ بعثت شیعۃ اہل البیت بالکوفۃ للحسین ان یأتیہم فیقوموا بامرہ فرای الحسین ان الخروج علی یزید متعین من اجل فسقہ لاسیما من لہ القدرۃ علی ذلک وظنہا من نفسہ باہلیۃ وشوکۃ فاما الاھلیۃ فکانت کما ظن وزیادۃ واما الشوکۃ فغلط یرحمہ اللہ فیہا۔

(مقدمہ ابن خلدون ص۱۸۱)

اور رہے امام حسین ! تو جب یزید کا فسق و فجور اس کے زمانہ کے سب لوگوں کے نزدیک ظاہر ہو گیا تو کوفہ سے اہل بیت کے شیعوں نے امام حسین کے پاس پیغامات بھیجے کہ وہ اُن کے پاس تشریف لے آئیں تو وہ سب ان کی اطاعت میں (یزید کے مقابلہ میں) کھڑے ہو جائیں گے۔ پس اس وقت امام حسین نے سمجھ لیا کہ (اب طاقت مقابلہ حاصل ہو گئی ہے لہذا) یزید کے خلاف اس کے فسق و فجور کی وجہ سے کھڑا ہو جانا ضروری ہو گیا ہے خاص کر اس شخص کے لئے جسے اس پر قدرت حاصل ہو جائے اور حضرت امام حسین کو اپنی ذات میں اس قدرت و قوت اور اہلیت و صلاحیت کا ظن غالب پیدا ہو گیا تھا (ابن خلدون فرماتے ہیں) جہاں تک اہلیت و صلاحیت

کا تعلق ہے تو وہ بلاشک وشبہ ان میں تھی جیسا کہ اُن کا گمان تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ تھی لیکن جہاں تک قوت وشوکت کا تعلق ہے (جس کا کوفیوں نے یقین دلایا تھا) تو اس کے سمجھنے میں غلطی کھائی۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

یہی علامہ آگے لکھتے ہیں :-

فقد تبین لك غلط الحسین الا انه فی امر دنیوی لا یضرہ الغلط فیه اما الحکم الشرعی فلم یغلط فیه لانه منوط بظنه و کان ظنه القدرة علی ذلك (مقدمہ ابن خلدون ص۱۸۱)

تم پر یہ واضح ہوگیا کہ امام حسین نے (یزید کے مقابلہ میں اپنی مادی قوت وشوکت کے سمجھنے میں کوفیوں کے تعاون کے یقین کی وجہ سے غلطی کی) مگر یہ غلطی ایک دنیوی امر (جنگی تدبیر وقوت) میں تھی اور اس غلطی میں ان کا کچھ بھی نقصان نہ تھا۔ رہا حکم شرعی تو اس میں انہوں نے کوئی غلطی نہیں کی کیونکہ ان کا گمان یہ تھا کہ (انہیں یزید کے مقابلہ کی) قدرت حاصل ہے۔

اور رہا بعض صحابہ کرام کا امام عالی مقام کو یزید کے خلاف خروج سے روکنا تو وہ اس وجہ سے نہیں تھا کہ ان کے نزدیک یہ خروج ناجائز یا خلیفہ برحق کے ساتھ بغاوت پر مبنی تھا بلکہ وہ اہل کوفہ کی بیوفائی کے پیش نظر تھا۔ کیونکہ وہ اہل کوفہ کو قابل اعتماد نہیں سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ اپنے وعدوں پر قائم نہیں رہیں گے گویا ان کے نزدیک اسباب خروج مہیا نہ تھے اس لئے انہوں نے امام صاحب کو روکنے کی بہت کوشش کی اور امام صاحب نے اہل کوفہ کے پیہم اصرار اور مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر اُن کی بیعت اور پھر مسلم بن عقیل کی تسلی بخش اطلاع کے آنے پر یہ سمجھ لیا کہ اسباب خروج مہیا ہو گئے ہیں۔ لہذا نکل کھڑے ہوئے۔ حاصل کلام یہ کہ امام صاحب اور صحابہ کرام کے درمیان اختلاف صرف اسباب کے مہیا ہونے یا نہ ہونے پر تھا۔

چنانچہ افسوس صد افسوس کہ محبت اہل بیت کے دعوے دار کوفیوں نے صحابہ کرام کے خیال کے مطابق بے وفائی کی اور امام عالی مقام یزیدی حکومت کے خلاف انقلاب برپا نہ سکے اور اُن کو اپنے اہل وعیال کے سامنے اپنے جگر کے ٹکڑوں اور بہترین ساتھیوں کے ساتھ انتہائی مظلومیت کے عالم میں جام شہادت نوش کرنا پڑا۔

ثابت ہوا کہ امام عالی مقام کا خروج ہرگز بلاوجہ۔ بغاوت اور فساد فی الارض کے مترادف

نہ تھا بلکہ ظالم حکومت کے خلاف تسلط کو دفع کر کے مسلمانوں کو یزید کے ظلم و ستم سے بچانے کے لئے تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

خروج امام حسین علیہ السلام بنا بر دعوائے خلافت راشدہ پیغامبر کہ بمرور سی سال منقضی گشتہ نبود بلکہ بنا بر تخلیص رعایا از دست ظالم بود و اعانۃ المظلوم علی الظالم من الواجبات۔
(فتاویٰ عزیزی ص۲۱)

حضرت امام حسین علیہ السلام کا (یزید کے خلاف) خروج دعوائے خلافت راشدہ کی بنا پر نہ تھا کیونکہ وہ تیس سال گزرنے پر ختم ہو چکی تھی بلکہ رعایا کو ایک ظالم (یزید) کے ہاتھ سے نجات دلانے کی بنا پر تھا۔ اور ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی مدد کرنا واجبات دین میں سے ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں :۔

آنچہ در مشکوٰۃ شریف ثابت است کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم از بغی و خروج بر بادشاہ وقت اگرچہ ظالم باشد منع فرمودہ اند پس در آں وقت کہ آں بادشاہ ظالم بلامنازع و مزاحم تسلط تام پیدا کردہ باشد و ہنوز اہل مکہ و اہل کوفہ بہ تسلط یزید پلید راضی نہ شدہ بودند و مثل حضرت امام حسین و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بیعت نہ کردہ بالجملہ خروج امام حسین رضی اللہ عنہ برائے دفع تسلط او بود نہ برائے رفع تسلط و آنچہ در حدیث ممنوع است کہ برائے رفع تسلط سلطان جائر باشد والفرق بین الدفع والرفع ظاھر مشھور فی المسائل الفقھیۃ۔ (فتاویٰ عزیزی ص۲۱)

اور یہ جو مشکوٰۃ شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ وقت کی بغاوت اور اس کے خلاف کھڑے ہونے سے منع فرمایا ہے خواہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو یہ اس وقت کے لئے ہے کہ وہ ظالم بادشاہ بلا کسی جھگڑے اور مزاحمت کے پورا پورا تسلط حاصل کر لے اور یہاں ابھی تک اہل مدینہ و اہل مکہ و اہل کوفہ یزید پلید کے تسلط سے راضی ہی نہ تھے اور حضرت امام و عبد اللہ بن عباس و عبد اللہ بن عمر و عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم جیسے حضرات نے بیعت ہی نہیں کی تھی۔ الحاصل حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج یزید کے ظالمانہ تسلط کے دفع کرنے کے لئے تھا نہ کہ رفع کے لئے (کیونکہ تسلط مان کر خروج ہوتا تو رفع ہوتا ماننے سے پہلے تو دفع کی صورت ہوئی جو ممنوع نہیں) اور وہ خروج جو حدیث میں ممنوع ہے وہ وہی ہے جو ظالم بادشاہ

کا تسلط رفع کرنے کے ہو اور دفع اور رفع میں جو فرق ہے وہ مسائل فقہیہ میں ظاہر و مشہور ہے۔

علامہ امام ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں :-

واما تفوہ بعض الجھلۃ من ان الحسین کان باغیا فباطل عند اھل السنۃ والجماعۃ ولعل ھذا من ھذیانات الخوارج الخوارج عن الجادۃ ۔ (شرح فقہ اکبر صـ۸۵)

اور یہ جو بعض جاہلوں نے افواہ اڑا رکھی ہے کہ حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) باغی تھے تو یہ اہل سنّت وجماعت کے نزدیک باطل ہے شاید یہ خارجیوں کے بکواسات ہیں جو راہِ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں۔

الحمد للہ دلائل حقہ شرعیہ سے ثابت ہوگیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نزدیک یزید بوجہ فاسق وفاجر ہونے کے ہرگز مسلمانوں کی امامت وسیادت کے لائق نہ تھا اور نہ اس کی امامت قواعد شرعیہ کے مطابق ہوئی تھی اور نہ آپ نے اس کی بیعت کی تھی اور نہ آپ پر اس کی اطاعت واجب تھی۔ اس لئے آپ نے اس کے خلاف جو کچھ کیا وہ کتاب وسُنّت کے احکام کے مطابق کیا۔ لہٰذا آپ کو باغی، فسادی کہنا بالکل غلط اور پرلے درجے کی جہالت اور اہل بیتِ نبوّت کے ساتھ بغض وعداوت کی کھلی دلیل ہے۔

ناپاک اور نجس تھی طبیعت یزید کی
گستاخ و بے ادب تھی جبلت یزید کی

حد سے گزر چکی تھی شرارت یزید کی
مشہور ہو چکی تھی خباثت یزید کی

بے کار اور فاسق و آثم یزید تھا
بد خلق اور جابر و ظالم یزید تھا

موجود ہے حدیث میں فرمانِ مصطفیٰ
بدلے گا ایک شخص میری سنّتِ ھدیٰ

فتنوں کا کھول دے گا وہ دروازہ برملا
اُمّت میں ہے فساد کی وہ ذات ابتدا

ہو گا بنی اُمیّہ میں وہ ننگِ خانداں
اس کا یزید نام ہے بے شبہ و بے گماں

سوال نمبر ۳

کیا یزید عالم و فاضل، متقی و پرہیزگار، پابند صوم و صلوٰۃ، نہایت صالح اور حد درجہ کریم النفس اور حلیم الطبع وغیرہ تھا جیساکہ "خلافت معاویہ و یزید" کے مصنف عباسی نے لکھا ہے کہ :-

"علم و تقویٰ و پرہیزگاری، پابندیٔ صوم و صلوٰۃ کے ساتھ امیر یزید حد درجہ کریم النفس حلیم الطبع، سنجیدہ اور متین تھے۔" (خلافتِ معاویہ و یزید ص۴۹)

یا کہ فاسق و فاجر، ظالم و شرابی تھا۔ اور کیا اس پر لعنت وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب یزید پلید متقی پرہیزگار، پابند صوم و صلوٰۃ اور صالح نہیں تھا بلکہ فاسق و فاجر اور ظالم و شرابی تھا۔ اس کے فاسق و فاجر اور شرابی وغیرہ ہونے میں تو کسی کو اختلاف نہیں۔ ہاں اس کے کافر ہونے اور اس پر لعنت وغیرہ کرنے میں اختلاف ہے۔ قدرِ تفصیل ملاحظہ ہو۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْنُ کا علم عطا فرمایا تھا۔ آپ نے مخلوقات کی ابتدا سے لیکر جنتیوں کے جنّت میں جانے اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک کے سب حالات اپنے صحابہ کے سامنے بیان فرما دیئے تھے۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم حفظ ذلك من حفظہ ونسیہ من نسیہ (بخاری شریف)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدا ءِ خلق سے لیکر جنتیوں کے جنّت میں داخل ہونے اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے تک ہمیں سب کچھ بتا دیا۔ یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا اس کو جس نے بھلا دیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں قیام فرما کر کسی

مقاماما ترك شيئا يكون في مقامه ذلك الى قيام الساعة الاحدث به (مسلم شریف ۳۹۰ج۲)

چیز کو نہ چھوڑا (بلکہ) قیامت تک جو کچھ بھی ہونے والا تھا سب بیان فرما دیا۔

انہی سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں:۔

ما ترك رسول الله من قائد فتنة الى ان تنقضي الدنيا يبلغ من معه ثلث مائة فصاعدا الاقد سماه لنا باسمه واسم ابيه واسم قبيلته (مشکوٰۃ ص۴۶۳)

کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اختتام دنیا تک کسی فتنہ کے بانی کو نہ چھوڑا اگرچہ ہمیں اس کا نام اور اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلے کا نام تک بھی بتا دیا تھا کہ وہ تین سو سے زیادہ ہونگے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ ابتداءِ خلق سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اور جتنے بانیانِ فتنہ و فساد ہونے والے تھے ان کے متعلق بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ بیان فرما دیا تھا۔ چنانچہ یزیدی فتنہ کی خبر بھی آپ نے دی ہے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لايزال امر امتي قائما بالقسط حتى يكون اول من يثلمه رجل من بني امية يقال له يزيد (البدایہ والنہایہ ص۲۳۱ج۸، الصواعق المحرقہ ص۲۱۹)

میری امت کا امر (حکومت) عدل کے ساتھ قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ پہلا شخص جو اسے تباہ کریگا وہ بنی اُمیّہ میں سے ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا۔

يقول من يبدل سنتي رجل من بني اُمية يقال له يزيد (الصواعق المحرقہ ص۲۱۹)

فرماتے تھے پہلا وہ شخص جو میرے طریقہ کو بدلے گا وہ بنی اُمیّہ میں سے ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرمایا

اول من يغير سنتي رجل من بني اُمية (البدایہ والنہایہ ص۲۳۱ج۸)

پہلا وہ شخص جو میری سُنّت کو بدلے گا بنی اُمیّہ میں سے ہوگا۔

حدیث کی شہرہ آفاق کتاب صحیح بخاری شریف میں باب باندھا گیا ہے۔

باب قول النبي صلے الله عليه وسلم هلاك امتي على يدي اُغيلمة سفهاء۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ میری اُمّت کی ہلاکت چند بے وقوف لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی

اوراس باب کے تحت حدیث بیان کی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے الصادق المصدوق نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے:۔

ھلکۃ امتی علی ایدی غلمۃ من قریش	کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں
فقال مروان لعنۃ اللہ علیھم غلمۃ فقال	کے ہاتھوں سے ہوگی تو (یہ سُن کر) مروان نے کہا
ابوھریرۃ لو شئت ان اقول بنی فلان وبنی	ان لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ تو ابو ہریرہؓ نے فرمایا
فلان لفعلت (بخاری شریف ص۱۰۴۶ ج۲)	اگر میں چاہوں تو بتادوں کہ وہ فلاں ابن فلاں اور

فلاں بن فلاں ہیں۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے ثابت ہوا کہ اُمت کی ہلاکت وتباہی کا سبب چند قریشی لڑکے بنیں گے۔ اس حدیث سے مراد نابالغ لڑکے نہیں بلکہ وہ بالغ مراد ہیں جو عمر کے لحاظ سے تو بالغ ہیں مگر عقل وفہم اور تدبیر کے لحاظ سے نابالغ ہیں چنانچہ علامہ حافظ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

قلت وقد یطلق الصبی والغلیم بالتصغیر	میں کہتا ہوں کہ صبی اور غُلَیِّم (لڑکا) کا لفظ تصغیر کے
علی الضعیف العقل والتدبیر والدین	ساتھ اس پر بھی بولا جاتا ہے جو عقل وتدبیر اور
ولو کان محتلما وھو المراد ھنا فان الخلفاء	دین میں کمزور اور ضعیف ہو۔ اگرچہ وہ جوان ہو
بنی اُمیۃ لم یکن فیھم من استخلف وھو	اور یہاں یہی مراد ہے کیونکہ خلفاء بنو اُمیہ میں کوئی
دون البلوغ۔ (فتح الباری ص۷ ج۱۳)	ایسا نہ تھا جو عمر کے لحاظ سے نابالغ ہوتا۔

اس حدیث میں یہ بات خاص طور پر قابلِ غور ہے کہ ان بدعقل لڑکوں کے ہاتھوں میری امت کی تباہی ہوگی یعنی اُن کی بدعقلی و بدفہمی کی وجہ سے جو کچھ ہوگا اس سے چند افراد ہی ہلاک نہ ہوں گے بلکہ پوری امت اس طرح ہلاکت کا شکار ہوگی کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اتحاد واتفاق کا شیرازہ بکھر جائے گا اور آپس میں اس قسم کے اختلافات پیدا ہوں گے جو ہمیشہ امت کی تباہی وبربادی کا سبب بنتے رہیں گے شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

در مجمع البحار آوردہ کہ ابو ہریرہ می شناخت	کہ مجمع البحار میں لائے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ ان
ایشاں را باسماء اشخاص ایشاں وسکوت می کرد	لڑکوں کو ان کے ناموں اور صورتوں سے پہچانتے

از تعیین ونام بردن ایشاں از جہت ترس مفسدہ ومراد بہ یزید بن معاویہ وعبید اللہ بن زیاد ومانند ایشاں انداز احداث ونو سالان بنی امیہ خذلہم اللہ وبتحقیق صادر شد از ایشاں از قتل اہلبیت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم وبند کردن ایشاں وکشتن خیار مہاجرین وانصار آنچہ شد وصادر شد از حجاج کہ امیر الامراء عبد الملک بن مروان بود واز سلیمان بن عبد الملک واولاد او از ریختن خونہا وتلف کردن مالہا آنچہ پوشیدہ نیست بر ہیچ کس۔

(اشعۃ اللمعات ص ۲۸۶ / ۴)

مخفے مگر ڈر اور فساد کی وجہ سے اُن کا نام ظاہر نہیں فرماتے تھے اور مراد یزید بن معاویہ اور ابن زیاد اور ان کی مثل بنی امیہ کے دوسرے نوجوان ہیں۔ اللہ ان کو ذلیل کرے۔ بلاشبہ اُن ہی سے اہل بیتِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قتل اور ان کا قید کرنا اور خیار مہاجرین وانصار کا قتل کرنا ظہور میں آیا ہے اور حجاج جو عبد الملک بن مروان کا امیر الامراء تھا اور سلیمان بن عبد الملک اور اس کی اولاد سے جو لوگوں کی جان ومال کی تباہی وبربادی ہوئی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اعوذ باللہ من امارۃ الصبیان قالوا وما امارۃ الصبیان؟ قال ان اطعتموھم ھلکتم (ای فی دینکم) وان عصیتموھم اھلکوکم (ای فی دنیاکم) باذھاق النفس اوباذھاب المال اوبھما (فتح الباری ص ۸ / ۱۳)

مَیں لڑکوں کی امارت (حکومت) سے پناہ مانگتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا لڑکوں کی امارت کیسی ہوگی؟ فرمایا اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو (دین کے معاملے میں) ہلاک ہو جاؤ گے اور اگر تم ان کی نافرمانی کرو گے تو وہ تمہیں (تمہاری دنیا کے بارے میں) جان لے کر یا مال لے کر یا دونوں لے کر ہلاک کر دیں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرمایا

یکون خلف من بعد ستین سنۃ اضاعوا الصلوۃ واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیّاً۔ (البدایہ والنہایہ ص ۲۳۰ / ۸)

وہ ناخلف ساٹھ ہجری کے بعد ہوں گے جو نمازیں ضائع کریں گے اور شہوات کی پیروی کریں گے تو وہ عنقریب غیّ (جہنم کی ایک سخت وادی) میں ڈالے جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تعوذوا باللہ من سنۃ ستین ومن امارۃ الصبیان (البدایہ والنہایہ صـ۲۳۱/۸)

سا٦٠ٹھ ہجری کے سال اور لڑکوں کی امارت و حکومت سے اللہ کی پناہ مانگو۔

انہی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ویل للعرب من شر قد اقترب علٰی رأس ستین تصیر الامانۃ غنیمۃ والصدقۃ غرامۃ والشہادۃ بالمعرفۃ والحکم بالھوی ۔ (کنز العمال صـ۴۵/۴)

اور اہلِ عرب کے لئے ہلاکت ہے بسبب اس شر کے جو ۶۰ھ سے شروع ہوگا۔ اس وقت امانت کو مالِ غنیمت اور صدقہ وزکوٰۃ کو تاوان سمجھیں گے اور گواہی دینا اس کے لئے ہوگا جس کے ساتھ جان پہچان ہوگی اور حکم ہوگا ساتھ خواہشاتِ نفسانی کے۔

ان احادیث سے واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ ان بدعقل لڑکوں کی حکومت و امارت کا یہ عالم ہوگا کہ ان کی اطاعت سے دین کی تباہی اور اُن کی نافرمانی سے جان و مال کی تباہی ہوگی۔ چنانچہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔

یاکعب بن عجرۃ اعیذک باللہ من امارۃ السفہاء قلت یارسول اللہ وما امارۃ السفہاء قال یوشک ان تکون امراء ان حدثوا کذبوا وان عملوا ظلموا فمن جاء ھم فصدقھم بکذبھم واعانھم علی ظلمھم فلیس منی ولست منہ ولا یرد علی حوضی غدا ومن لم یأتھم ولم یصدقھم ولم یعنھم علی ظلمھم فھو منی وانا منہ وھو یرد علیٰ حوضی غدًا ۔ (کنز العمال صـ۴۴/۵)

اے کعب بن عجرہ! مَیں تجھ کو بے وقوفوں کی حکومت سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ مَیں نے عرض کیا یارسول اللہ وہ بیوقوفوں کی حکومت کیا ہے؟ فرمایا عنقریب ایسے امراء ہوں گے کہ بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے اور عمل کریں گے تو ظلم کریں گے۔ پس جو ان کے پاس آکر ان کے جھوٹ کی تصدیق کریگا اور ان کے ظلم پر ان کی مدد کرے گا تو وہ مجھ سے نہیں اور مَیں اس سے نہیں اور نہ وہ کل (قیامت کے دن) میرے حوض کوثر پر آئے گا۔ اور جو اُن کے پاس نہیں آئے گا اور نہ ان کی تصدیق کرے گا اور نہ اُن کے ظلم پر ان کی اعانت کرے گا وہ مجھ سے ہے اور مَیں اس سے ہوں اور وہ کل (قیامت کے دن) میرے حوض کوثر پر آئے گا۔

اس حدیث میں ان بدعقل امراء کے اوصاف بیان ہوئے ہیں کہ وہ جھوٹ بولیں گے اور ظلم کریں گے

اور جو ان کے جھوٹ کی تصدیق کریں گے اور ان کے ظلم میں ان کی مدد کریں گے وہ مجھ سے نہیں اور میں اُن سے نہیں اور نہ اُن کو میرے حوض کوثر پر آنا نصیب ہوگا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ بیوقوف، جھوٹے اور ظالم صبیان امراء کون ہیں جن کے ہاتھوں امت کی اور دین و دنیا کی تباہی و بربادی کی خبریں دی گئی ہیں تو حافظ ابن حجر عسقلانی ابن ابی شیبہ کی روایت بیان فرماتے ہیں :-

ان اباھریرۃ کان یمشی فی السوق ویقول اللھم لاتدرکنی سنۃ ستین ولا امارۃ الصبیان (فتح الباری ص۱۳ج۱۳)

کہ حضرت ابو ہریرہ بازار میں چلتے ہوئے بھی (اللہ کی بارگاہ میں یہ) عرض کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے ساٹھ (۶۰ ہجری) کا سال اور صبیان کی امارت وحکومت نہ پائے یعنی اس سے پہلے مجھے وفات دیدے۔

علامہ امام ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

وکان مع ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ علم من النبی صلی اللہ علیہ وسلم بما مر عنہ صلی اللہ علیہ وسلم فی یزید فانہ کان یدعو اللھم انی اعوذبک من رأس الستین وامارۃ الصبیان فاستجاب اللہ فتوفاہ لہ سنۃ تسع وخمسین وکانت وفاۃ معاویۃ وولایۃ ابنہ سنۃ ستین فعلم ابوھریرۃ بولایتہ یزید فی ھذہ السنۃ فاستعاذ منھا لما علمہ من قبیح احوالہ بواسطۃ اعلام الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم بذالک (صواعق محرقہ ص۲۱۹)

یزید کے بارے میں مذکورہ بالا باتیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہوئی ہیں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان کا علم تھا۔ اسی لئے وہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں ۶۰ھ کی ابتدا اور چھوکروں کی حکومت سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اُن کو ۵۹ھ میں وفات دے دی اور ۶۰ھ میں امیر معاویہ کی وفات ہوئی۔ اور یزید کی حکومت ہوئی اور ابو ہریرہ جانتے تھے کہ ۶۰ھ میں یزید کی حکومت ہو گی اور یزید کے قبیح حالات کو وہ صادق ومصدوق صلے اللہ علیہ وسلم کے بتانے سے جانتے تھے۔ اسی وجہ سے انہوں نے اس سال سے اللہ کی پناہ طلب کی۔

امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "امارۃ الصبیان" کی شرح میں فرماتے ہیں :-

ای من حکومۃ الصغار الجھال کیزید بن معاویۃ واولاد حکم بن مروان وامثالھم

اس سے مراد جاہل چھوکروں کی حکومت ہے جیسے یزید بن معاویہ اور حکم بن مروان کی اولاد اور دیگر۔

قيل ذاهو النبي صلے الله في منامه يلعبون على منبره۔

ان جیسے۔ اور کہا گیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے خواب میں ان کو اپنے منبر پر کھیل کود کرتے دیکھا۔

اس حدیث کو لکھ کر امام حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:۔

وفي هذا اشارة الى ان اول الاغيلمة كان في سنة ستين وهو كذلك فان يزيد بن معاوية استخلف فيها وبقي الى سنة اربع وستين فمات۔ (فتح الباری ص ۸ ج ۱۳)

اس حدیث میں اشارہ ہے کہ ان لڑکوں میں سے پہلا لڑکا ساٹھ ۶۰ ہجری میں ہوگا۔ چنانچہ وہی ہوا کیونکہ یزید بن معاویہ ساٹھ ۶۰ ہی میں خلیفہ بنا اور وہ چونسٹھ ۶۴ ہجری تک باقی رہا پھر مرگیا۔

اور یہی امام حافظ ابن حجر عسقلانی دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔

وان اولهم يزيد كما دل عليه قول ابي هريرة رأس ستين وامارة الصبيان فان يزيد كان غالبا ينتزع الشيوخ من امارة البلدان الكبار ويوليها الاصاغر من اقاربه (فتح الباری ص ۸ ج ۱۳)

اور ان لڑکوں میں پہلا یزید ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ کا قول راس ستین اور امارۃ الصبیان اس پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یزید اکثر حالات میں بزرگوں کو بڑے بڑے شہروں کی حکومت سے الگ کرکے ان کی جگہ اپنے اقارب میں سے نوعمر لڑکوں کو (عہدوں پر) مقرر کرتا تھا۔

علامہ بدرالدین عینی اور علامہ کرمانی حدیث هلاك امتي على يدي اغيلمة سفهاء کی شرح میں فرماتے ہیں:۔

واولهم يزيد عليه ما يستحق وكان غالبا ينزع الشيوخ من امارة البلدان الكبار ويوليها الاصاغر من اقاربه۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری ص ۱۸۰ وحاشیہ بخاری)

اور ان لڑکوں میں سے پہلا یزید ہے اس پر وہی پڑے جس کا وہ مستحق ہے وہ اکثر احوال میں بزرگوں کو بڑے بڑے شہروں کی حکومت و امارت سے ہٹا کر ان کی جگہ اپنے عزیز و اقارب میں سے نوعمر لڑکوں کو مقرر کرتا تھا۔

اسی حدیث کی شرح میں امام ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ:۔

قوله على يدي اغيلمة اي على ايدي شبان

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے) قول اغیلمہ سے مراد

الذین ما وصلوا الی مرتبۃ کمال العقل واحداث السن الذین لا مبالاۃ لھم باصحاب الوقار والظاھر ان المراد ما وقع بین عثمان و قتلتہ وبین علی والحسین ومن قاتلھم قال المظھر لعلہ ارید بھم الذین کانوا بعد الخلفاء الراشدین مثل یزید وعبد الملک بن مروان وغیرھما۔ (مرقاۃ)

وہ نوجوان ہیں جو کمالِ عقل کے مرتبہ تک نہیں پہنچے اور وہ نوعمر ہیں جو باوقار اصحاب کی پرواہ نہیں کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ یہ وہی ہیں جنہوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا اور حضرت علی اور حضرت حسین سے قتال کیا۔ المظہر نے فرمایا ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو خلفاء راشدین کے بعد ہوئے جیسے یزید اور عبد الملک بن مروان وغیرہما۔

اسی حدیث کی شرح میں ہی امام ملّا علی قاری اپنی دوسری تصنیف میں فرماتے ہیں:۔

والمراد یزید بن معاویۃ فانہ بعث الی المدینۃ السکینۃ مسلم بن عقبۃ فاباحھا ثلاثۃ ایام فقتل من خیار اھلھا کثیرا۔

(شرح شفا ص۶۹۴)

اور (اس حدیث سے) مراد یزید بن معاویہ ہے کیونکہ اسی نے مسلم بن عقبہ کو (لشکر دے کر) مدینہ سکینہ کی طرف بھیجا اور اس مدینہ کو (لشکر کے واسطے) تین روز کے لئے مباح کر دیا۔ اور خیارِ اہلِ مدینہ کو کثیر تعداد میں قتل کیا۔

اسی حدیث کی شرح میں علامہ علی بن احمد فرماتے ہیں:۔

منھم یزید بن معاویۃ واضرابہ من احداث ملوک بنی امیۃ فقد کان منھم ما کان من قتل اھل البیت واکابر المھاجرین والمراد انھم یھلکون الناس بسبب طلبھم الملک والقتال (سراج منیر شرح جامع صغیر ص۳۹۶)

ان میں یزید بن معاویہ اور اس کی مثل دوسرے نوجوان ملوکِ بنی امیہ ہیں اور بیشک انہوں نے ہی اہلِ بیتِ نبوت اور اکابر مہاجرین کو قتل کیا۔ اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کو ہلاک کریں گے بسبب ملک و حکومت کی طلب اور حرص کے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یکرہ ثلاثۃ احیاء ثقیف وبنی حنیفۃ وبنی امیۃ۔

(ترمذی و مشکوٰۃ ص۵۵۱)

کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں وفات پائی کہ آپ تین قبیلوں کو ناپسند فرماتے تھے ایک قبیلہ ثقیف دوسرا بنی حنیفہ اور تیسرا بنی اُمیہ۔

اس حدیث کی شرح میں شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ ثقیف میں ظالم حجاج بن یوسف ہوا جس نے ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو قید کر کے قتل کیا۔ اور بنی حنیفہ میں مسیلمہ کذاب ہوا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور بنی اُمیہ میں یزید اور ابن زیاد جیسے ظالم ہوئے جنہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور ابن زیاد نے جو کچھ بھی کیا یزید کے حکم اور اس کی رضا سے کیا اور ایک یزید اور ابن زیاد ہی پر کیا بس ہے باقی بنی اُمیہ نے بھی اپنے اپنے سیاہ کارناموں میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔

و در حدیث آمدہ است کہ آنحضرت درخواب دید کہ بوزنہ ہا بر منبر شریف وے صلی اللہ علیہ وسلم بازی میکنند و تعبیر آں بر بنی اُمیہ کرد و دیگر چیز ہا بسیار است چہ گوید (اشعۃ اللمعات ص ۶۲۳ ج ۴)

اور حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے منبر شریف پر بندر کھیل کود رہے ہیں۔ آپ نے اس خواب کی تعبیر بنی اُمیہ ہی کو قرار دیا۔ اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں ہیں۔ کیا کہا جائے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔

یارسول اللہ ایکون بعد ھذا الخیر شر قال نعم قلت فما العصمۃ قال السیف قلت وھل بعد السیف بقیۃ قال نعم تکون امارۃ علی اقذاء وھدنۃ علی دخن قلت ثم ماذا قال ثم ینشأ دعاۃ الضلال فان کان للہ فی الارض خلیفۃ جلد ظھرك واخذ مالك فاطعہ والا فمت وانت عاض علی جذل شجرۃ۔

(مشکوٰۃ ص ۴۶۳)

یا رسول اللہ! کیا اسلام کی خوبی و بہتری کے بعد پھر برائی و بدی ہوگی جیسا کہ اسلام سے پہلے تھی؟ فرمایا ہاں! میں نے عرض کیا اس سے بچنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ فرمایا تلوار یعنی بذریعہ جنگ۔ میں نے عرض کیا تلوار کے بعد بھی وہ برائی کچھ باقی رہے گی؟ فرمایا ہاں! اس طرح کہ حکومت غلط طریقے سے قائم ہوگی لوگ اس کو خوش دلی سے تسلیم نہیں کریں گے بلکہ بہ جبر و اکراہ اور مکر و فساد سے صلح ہوگی میں نے عرض کی پھر کیا ہوگا؟ فرمایا کچھ لوگ پھر گمراہی کی طرف بلائیں گے۔ پس اس وقت اگر کوئی اللہ کا خلیفہ ہو جو تمہاری پیٹھ پر دُرّے مارے اور تمہارا مال ضبط کرے تو بھی تم اس کی اطاعت کرو ورنہ جنگل میں کسی درخت کے نیچے گوشہ گیری کی حالت میں مر جاؤ۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:۔

ودعاۃ الضلال یزید بالشام والمختار بالعراق وہ گمراہی کی طرف بلانے والا شام میں یزید تھا اور

ونحو ذلک (حجۃ اللہ البالغۃ ص۲۱۴) عراق میں مختار تھا اور ایسے ہی ان کی مثل دوسرے

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول (جو حدیث مرفوع کے حکم میں ہے) اور شارحین کے اقوال سے ثابت ہوگیا کہ وہ مغیر السنۃ، بیوقوف، ناتجربہ کار، جھوٹے ظالم، داعی ضلالت اور نوعمر لڑکے جن کی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خبریں دی ہیں ان میں پہلا یزید ہے جس سے امت کی تباہی کا سلسلہ شروع ہوا چنانچہ اس کے چار سالہ دورِ حکومت کے کارناموں کا اجمالی خاکہ یہ ہے کہ ۶۱ھ میں کربلا کا واقعہ ہوا جس میں اہل بیتِ نبوت، جگر گوشۂ خاتم رسالت نور دیدۂ خاتونِ جنت۔ راحتِ جانِ شہنشاہِ ولایت، سردارِ نوجوانانِ اہلِ جنت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور اُن کے بیٹوں، بھتیجوں، بھانجوں، بھائیوں اور دوستوں کو دن دہاڑے بھوکے پیاسے عالمِ غربت و بے کسی میں عورتوں اور بچوں کے سامنے انتہائی بیدردی کے ساتھ شہید کردیا گیا اور ان کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ خیموں کو لوٹا اور جلایا گیا۔ عورتوں کی چادریں تک اتار لی گئیں۔ بعدازیں ان رسول زادیوں کو اونٹوں پر بٹھا کر گلی کوچوں میں پھرایا گیا اور ابن زیاد اور یزید کے دربار میں غیروں کی موجودگی میں پیش کیا گیا اور اس طرح خاندانِ نبوت کی انتہائی توہین کی گئی۔

۶۳ھ میں واقعۂ حرہ ہوا جس میں سات سو صحابہ کرام اور ان کی اولاد اور اہلِ مدینہ چھوٹے بڑے دس ہزار کی تعداد میں ظلم و تشدد کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ تین دن کے لئے مدینہ منورہ کو مباح قرار دے کر یزیدی فوج نے گھروں میں گھس گھس کر جوارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں رہنے والی پاکدامن عورتوں کی عزت و آبرو کو لوٹا۔

۶۴ھ میں مکہ مکرمہ پر حملہ ہوا جس میں بیت اللہ شریف کی سخت بے حرمتی ہوئی منجنیق کے ذریعے بیت اللہ پر سنگ باری کی گئی جس سے بیت اللہ کی دیواریں ہل گئیں۔ غلاف شریف جل گیا۔ علاوہ ازیں بعض حرام کو حلال کردیا گیا۔ انہی ظالمانہ اور انتہائی شرمناک واقعات جنہوں نے "دنیائے اسلام کو لرزہ براندام کردیا تھا" کی بنا پر بعض اکابرین اُمت نے یزید پر کفر تک کا حکم لگادیا اور اس پر لعنت کرنا جائز قرار دے دیا۔ چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے ان کے صاحبزادے حضرت صالح نے

یزید سے دوستی رکھنے یا اس پر لعنت کرنے کے بارے میں پوچھا تو امام احمد نے فرمایا:۔

یا بنی وھل یتولی یزید احد یومن باللّٰہ	بیٹا! کوئی اللہ پر ایمان رکھنے والا ایسا بھی ہوگا جو یزید
ولِمَ لا العن من لعنہ اللّٰہ	سے دوستی رکھے اور میں اس پر کیوں نہ لعنت
فی کتابہ فقلت و این لعن اللّٰہ یزید افی	کروں جس پر اللہ نے اپنی کتاب میں لعنت کی
کتابہ فقال فی قولہ تعالٰی فھل عسیتم ان	ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ نے اپنی کتاب میں یزید
تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم	پر کہاں لعنت کی ہے؟ تو فرمایا اس آیت میں
اولئک الذین لعنھم اللّٰہ فاصمھم واعمٰی	فھل عسیتم الآیۃ، کہ پھر تم سے یہی توقع ہے کہ
ابصارھم فھل یکون فسادا اعظم من ھذا	اگر تمہیں حکومت مل جائے تو تم ملک میں فساد برپا
القتل۔ (الصواعق المحرقہ صـ۲۲)	کروگے اور قطع رحمی کروگے۔ ایسے ہی لوگ وہ ہیں

جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ پھر ان کو بہرا اور اندھا کر دیا (پھر امام نے فرمایا بیٹا!) کیا قتل (حسین) سے بڑھ کر بھی کوئی فساد ہو سکتا ہے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد	جس نے کسی مسلمان کو اذیت پہنچائی تو حقیقت میں
اٰذی اللّٰہ۔ (سراج المنیر شرح جامع صغیر صـ۲۸۰)	اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیت

پہنچائی اس نے درحقیقت اللہ کو اذیت پہنچائی۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من اٰذی شعرۃ منی فقد اٰذانی ومن اٰذانی	جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت پہنچائی
فقد اٰذی اللّٰہ زاد ابو نعیم فعلیہ لعنۃ اللّٰہ	اس نے حقیقت میں مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے
(سراج المنیر شرح جامع صغیر صـ۲۷۹)	مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی

ابونعیم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب کی بیٹی سبیعہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یارسول اللہ! لوگ مجھے کہتے ہیں کہ دوزخ کے ایندھن کی بیٹی ہے۔ یہ سن کر:۔

فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو مغضب فقال ما بال اقوام یؤذوننی فی قرابتی ومن اذانی فقد اذی اللہ (زرقانی علی المواہب ص۱۹۲)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور آپ سخت غصے میں تھے۔ فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میری قرابت کے بارے میں مجھے اذیت پہنچاتے ہیں۔ یاد رکھو! جس نے مجھے اذیت پہنچائی۔ اس نے درحقیقت اللہ کو اذیت پہنچائی۔

ان احادیث مبارکہ میں اہل بیت اطہار کی تعظیم و تکریم کی ترغیب اور ان کو اذیت و تکلیف دینے میں سخت وعید ہے کیونکہ جب ایک مسلمان اور آپ کے بال مبارک اور آپ کے اہل قرابت کو اذیت پہنچانا حقیقت میں آپ کو اور اللہ جل شانہٗ کو اذیت پہنچانا ہے تو خاص آپ کی اولاد جو آپ کے اجزائے بدن ہیں کو تکلیف پہنچانا بلاشک وشبہ اللہ و رسول کو اذیت پہنچانا ہے اور جو اللہ و رسول کو اذیت پہنچائے اس پر قرآن میں صریح طور پر لعنت کی گئی ہے۔ فرمایا :-

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا (القرآن)

بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

اُنزلت فی عبداللہ ابن اُبی و ناس معہ قذفوا عائشۃ رضی اللہ عنہا فخطب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقال من یعذرنی فی رجل یؤذینی ، (درمنثور ص۲۲۵)

کہ یہ آیت عبداللہ بن اُبی منافق اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا کون میری مدد کرتا ہے اس شخص کے بارے میں جس نے (میری بیوی پر تہمت لگا کر) مجھے اذیت پہنچائی ہے۔

تو جس نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ کو ستایا اس نے اللہ و رسول کو اذیت دی اور مستحق لعنت ہوا اور یزید اور اس کے اعوان و انصار نے تو اہل بیت نبوت کی وہ توہین کی اور ان کو ایسی تکلیف و اذیت پہنچائی کہ اس کے تصور ہی سے روح تڑپ اٹھتی ہے لہٰذا وہ بلاشک وشبہ مستحق لعنت ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

من اراد اھل المدینہ بسوءٍ اذابہ اللہ کما

جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرے گا

یذوب الملح فی الماء (مسلم شریف ص۴۴۲)	اللہ تعالیٰ اُس کو اس طرح پگھلائے گا جسطرح نمک

پانی میں گھل جاتا ہے۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں :۔

لا یرید احد اھل المدینۃ بسوء الا اذابہ اللّٰہ	جو شخص بھی اہلِ مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کریگا
فی النار ذوب الرصاص (مسلم شریف ص۴۴۲)	اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کی آگ میں رانگ کی طرح

پگھلا دے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

من اخاف اھل المدینۃ اخافہ اللّٰہ زاد	جو اہلِ مدینہ کو ڈرائے گا اللہ اس کو قیامت کے دن
فی روایۃ یوم القیامۃ وفی اخری وعلیہ	ڈرائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ اس پر اللہ کا
لعنۃ اللّٰہ وغضبہ ۔(صحیح ابن حبان ۔سراج المنیر ص۲۸۸)	غضب اور لعنت ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

من اخاف اھل المدینۃ ظلما اخافہ اللّٰہ و	جو اہلِ مدینہ کو ظلم سے خوف زدہ کریگا اللہ اس کو
علیہ لعنۃ اللّٰہ والملائکۃ والناس اجمعین	خوفزدہ کرے گا اور اس پر اللہ اور فرشتوں اور
لا یقبل اللّٰہ منہ یوم القیامۃ صرفا ولا عدلا	تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دن نہ
(وفاء الوفاء ص۳۲ جذب القلوب ص۳۳)	اس کی فرضی عبادت قبول ہوگی نہ نفلی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

من اذی اھل المدینۃ اذاہ اللّٰہ وعلیہ	جو اہلِ مدینہ کو اذیت دے گا اللہ اس کو اذیت دے گا
لعنۃ اللّٰہ والملائکۃ والناس اجمعین، لا	اور اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت
یقبل اللّٰہ منہ صرف ولا عدل (سراج المنیر ص۲۳۰ ج۳)	ہے نہ اس کا فرض قبول ہوگا اور نہ نفل۔

ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ جو اہلِ مدینہ کو ڈرائے، ان کو اذیت دے بلکہ اُن سے بُرائی کا ارادہ بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو نارِ دوزخ میں پگھلا دے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اور اس کی کوئی عبادت اور نیکی قبول نہیں۔ گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ یزید نے اہلِ مدینہ پر حملہ کروایا اور اُن پر وہ ظلم وستم کروایا جس سے انسانیت بھی شرما گئے۔

ان احادیث کی رُو سے بھی وہ اور اس کے اعوان و انصار مستحق لعنت ہوئے۔

حضرت علامہ علی قاری محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام کا قول نقل فرماتے ہیں:۔

قال ابن همام واختلف فی اکفار یزید قیل نعم لما روی عنه ما یدل علی کفره من تحلیل الخمر و من تفوهه بعد قتل الحسین و اصحابه انی جازیتهم بما فعلوا باشیاخ و صنادیدهم فی بدر و امثال ذلك ولعله وجه ما قال الامام احمد بتکفیره لما ثبت عنده نقل تقریره (شرح فقہ اکبر ص۸۸)

امام ابن ہمام نے فرمایا ہے کہ یزید کے کافر ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ بعض نے اسے کافر کہا۔ اس لئے کہ اس سے ایسی باتیں ظاہر ہوئیں جو اس کے کفر پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً شراب کو حلال کرنا اور حضرت حسین اور آپ کے ساتھیوں کے قتل کے بعد یہ کہنا کہ میں نے (ان سے) بدلہ لیا ہے۔ اپنے بزرگوں اور سرداروں کے قتل کا جو انہوں نے بدر میں کئے تھے یا ایسی ہی اور باتیں۔ شاید اسی وجہ سے امام احمد بن حنبل نے اس کی تکفیر کی ہے کہ ان کے نزدیک اس کی اس بات کی نقل ثابت ہو گی۔

علامہ سعد الدین تفتازانی صاحب شرح عقائد فرماتے ہیں:۔

والحق ان رضاء یزید بقتل الحسین واستبشاره بذلك واهانة اهل بیت النبی صلی الله علیه وسلم مما تواتر معناه وان کان تفاصیلها احادا فنحن لانتوقف فی شأنه بل فی ایمانه لعنة الله علیه وعلی انصاره و اعوانه۔ (شرح عقائد ص۱۰۲)

اور حق یہ ہے کہ یزید کا حضرت حسین کے قتل پر راضی ہونا اور اہل بیت نبوت صلے اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنا ان امور میں سے ہے جو تواتر معنوی کے ساتھ ثابت ہیں اگرچہ ان کی تفاصیل احاد ہیں تو اب ہم توقف نہیں کرتے اس کی شان میں بلکہ اس کے ایمان میں اللہ کی لعنت ہو اس پر اور اس کے مددگاروں پر۔

صاحب نبراس شارح شرح عقائد فرماتے ہیں:۔

و بعضهم اطلق اللعن علیه منهم ابن الجوزی المحدث وصنف کتابا سماه "الرد علی المتعصب العنید المانع عن ذم الیزید"، ومنهم الامام

اور بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق ثابت کیا ہے ان میں سے ایک محدث ابن جوزی ہیں جنہوں نے اس مسئلہ میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام انہوں نے

احمد بن حنبل و منهم القاضی ابو یعلیٰ۔

(نبراس علیٰ شرح عقائد ص۵۵۳)

رکھا ہے۔ "الرّد علی المتعصب العنید المانع عن ذم الیزید" اور انہی میں احمد بن حنبل، قاضی ابو یعلیٰ بھی ہیں۔

یہ اہل سنّت وجماعت کے عقائد کی وہ مشہور و معتبر کتب ہیں جن پر عقائدِ اہل سنّت کا دارومدار ہے۔

علامہ امام ابنِ حجر مکی جو شافعیوں کے مرجعِ خلائق ہیں فرماتے ہیں:۔

اعلم ان اھل السنۃ اختلفوا فی تکفیر یزید بن معاویۃ وولی عھدہ من بعدہ فقالت طائفۃ انہ کافر لقول سبط ابن الجوزی وغیرہ المشھور انہ لما جاءہ رأس الحسین رضی اللہ عنہ جمع اھل الشام وجعل ینکت رأسہ بالخیزران وینشد ابیات الزبعری سے لیت اشیاخی ببدر شھدوا الابیات المعروفۃ وزاد فیھا بیتین مشتملین علیٰ صریح الکفر وقال ابن الجوزی فیما حکاہ سبطہ عنہ لیس العجب من قتال ابن زیاد للحسین وانما العجب من خذلان یزید وضربہ بالقضیب ثنایا الحسین وحملہ اٰل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبایا علیٰ اقتاب الجمال وذکر اشیاء من قبیح ما اشتھر عنہ ورد ہ الرأس الی المدینۃ وقد تغیرت ریحہ ثم قال وما کان مقصودہ الا الفضیحۃ واظھار الرأس فیجوز ان یفعل ھذا بالخوارج والبغاۃ یکفنون ویصلی علیھم ویدفنون ولو لم یکن فی قلبہ احقاد جاھلیۃ واضغان بدریۃ

جان لو اہل سنت وجماعت کا یزید بن معاویہ کے کافر ہونے اور امیر معاویہ کے بعد ولی عہد ہونے میں اختلاف ہوا ہے۔ ایک گروہ نے کہا ہے کہ وہ کافر ہے، چنانچہ سبط ابن الجوزی وغیرہ کا قول مشہور ہے کیونکہ یزید کے پاس حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک آیا تو اس نے اہل شام کو جمع کیا اور خیزران کی لکڑی جو اس کے ہاتھ میں تھی اس سے امام کے سرِانور کو الٹ پلٹ کرتا تھا اور زبعری کے یہ اشعار جو مشہور ہیں پڑھتا تھا سے (اے کاش میرے بزرگ جو بدر میں مارے گئے آج زندہ وموجود ہوتے) اور اس نے ان شعروں میں دو شعر اور زیادہ کئے جو صریح کفر پر دلالت کرتے ہیں۔ ابن جوزی نے کہا کہ ابن زیاد کا امام حسین کو قتل کرنا اس قدر تعجب خیز نہیں تعجب خیز تو یزید کا خذلان ہے اور اس کا امام کے دانتوں پر لکڑی مارنا اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قیدی بنا کے اونٹوں کے پالانوں پر بیٹھانا ہے۔ اور ابن جوزی نے اس قسم کی بہت سی قبیح باتوں کا ذکر کیا ہے جو

لاحترم الرأس لما وصل اليه وكفنه ودفنه واحسن الى آل رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (الصواعق المحرقہ ص۲۱۸)

اس یزید کے بارے میں مشہور ہیں۔ پھر یزید نے امام کا سر اس وقت مدینہ منورہ میں واپس لوٹایا جبکہ اس کی بو متغیر ہو چکی تھی تو اس سے اس کا مقصد سوائے فضیحت اور سرِ انور کی توہین کے اور کیا تھا۔ حالانکہ خارجیوں اور باغیوں کی تجہیز و تکفین اور نمازِ جنازہ بھی جائز ہے (چہ جائیکہ فرزندِ رسول کے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا) اور اگر اس کے دل میں جاہلیت کا بغض و کینہ اور جنگ بدر کا انتقامی جذبہ نہ ہوتا تو جب اس کے پاس امام کا سرِ انور پہنچا تھا وہ اس کا احترام کرتا اور اس کو کفن دے کر دفن کرتا اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کرتا۔

علامہ شیخ محمد بن علی الصبان علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:۔

وقد قال الامام احمد بکفره وناهيک به ورعا وعلما يقتضيان انه لم يقل ذالك الالما ثبت عنده من امور صريحة وقعت منه توجب ذلك ووافقه على ذلك جماعة كابن الجوزى وغيره واما فسقه فقد اجمعوا عليه واجاز قوم من العلماء لعنه بخصوص اسمه وروى ذلك عن الامام احمد قال ابن الجوزى صنف القاضى ابو يعلى كتابا فيمن كان يستحق اللعنة وذكر منهم يزيد (اسعاف الراغبين ص۲۱۰)

اور بیشک امام احمد بن حنبل یزید کے کفر کے قائل ہیں اور ان کا علم اور ورع اس بات کا متقضی ہے کہ انہوں نے یزید کو کافر اسی وقت کہا ہوگا جبکہ ان کے نزدیک صریح طور پر وہ امور ثابت ہو گئے ہوں گے اور یزید سے وہ باتیں واقع ہوئی ہونگی جو موجبِ کفر ہیں اور کفرِ یزید کے قول پر علماء کی ایک جماعت نے ان کی موافقت کی ہے جیسے ابن جوزی وغیرہ اور رہا یزید کا فاسق ہونا تو بلاشبہ اس پر تو علماء کا اجماع ہے اور بہت سے علماء نے تو یزید کا نام لے کر اس پر لعنت کرنے کو جائز رکھا ہے اور امام احمد سے بھی یہی مروی ہے۔ ابنِ جوزی نے کہا ہے کہ امام قاضی ابو یعلیٰ نے مستحقینِ لعنت کے بارے میں ایک کتاب لکھی ہے۔ ان میں یزید کو بھی ذکر کیا ہے۔

شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

بعضے در یزید شقی نیز توقف کنند و بعضے براہِ غلو

(ترجمہ) بعض علماء یزید بدبخت کے بارے میں

وافراط در شانِ وے و موالات وے روند و گویند
کہ وے بعد ازاں کہ باتفاق مسلمانان امیر شد
اطاعتِ وے برامام حسین واجب شد
نعوذ باللہ من ھذا القول و من ھذا الاعتقاد
حاشا کہ وے باوجود امام حسین امام و امیر شود
و اتفاق مسلمانان بروے کے شد و جمعی صحابہ کہ در
زمان یزید پلید بودند و اولاد اصحاب ہم منکر و خارج
از اطاعت وے بودند نعم جماعتے از مدینہ مطہرہ
بشام نزد وے کرہاً و جبراً رفتند و او جائزہ ہائے
سنی و فائدہ ہائے ھنی نزد ایشاں نہاد بعد ازانکہ
حال قباحت مآل او را دیدند بمدینہ باز آمدند و خلع
بیعت وے کردند و گفتند کہ وے عدو اللہ و شارب
الخمر و تارک الصلوٰۃ و زانی و فاسق و مستحل محارم است
و بعضے دیگر گویند کہ وے امر بقتل آنحضرت نکردہ و
و بداں راضی نبودہ و بعد از قتل وے و اہل بیت
وے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مسرور و مستبشر نشدہ
ایں سخن مردود و باطل است چہ عداوت آں بے سعادت
با اہل بیت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم و استبشار وے
بقتل ایشاں و اذلال و اہانت او مر ایشاں را
بدرجہ تواتر معنوی رسیدہ است و انکار آں تکلف
و مکابرہ است و بعضے گویند کہ قتل امام گناہ کبیرہ است
چہ قتل نفس مومن یا مومنہ بناحق کبیرہ است نہ کفر
ولعنت مخصوص بہ کافراں است و لیت شعری کہ

(لعنت کرنے میں) توقف کرتے ہیں اور بعض لوگ
تو براہِ غلو و افراط یزید کے معاملے میں اور اس کی
دوستی میں اس قدر بہہ گئے ہیں کہ کہتے ہیں کہ وہ
مسلمانوں کے اتفاق سے امیر ہوا تھا اور اس کی
اطاعت امام حسین پر واجب تھی۔ ہم اس قول اور
اس اعتقاد سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں حاشا کہ وہ
یزید امام حسین کے ہوتے ہوئے کیونکر امام و امیر
ہو سکتا تھا اور مسلمانوں کا اتفاق بھی اس پر کب ہوا
صحابہ کرام اور تابعین جو اس کے زمانے میں تھے
سب اس کے منکر اور اس کی اطاعت سے خارج
تھے۔ مدینہ طیبہ سے ایک جماعت جبراً و کرہاً اس
کے پاس شام میں گئی تھی اس نے اُن کی بہت آؤ
بھگت اور خاطر مدارات کی اور اُن کو تحفے تحائف
دیئے لیکن جب انہوں نے اس کے بدترین کارناموں
اور اس کے خطرناک انجام پر غور کیا تو مدینہ میں
واپس آکر اس کی بیعت توڑ دی اور اعلان کیا کہ
(یزید) اللہ کا دشمن، شرابی، تارک الصلوٰۃ، زانی
فاسق اور حرام چیزوں کا حلال کرنے والا ہے اور
بعض یہ کہتے ہیں کہ اس (یزید) نے امام حسین کے
قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ اُن کے قتل سے راضی
تھا اور نہ اُن کے قتل کے بعد اُن کے اور اُن کے
عزیزوں کے قتل سے خوش و مسرور ہوا۔ یہ بات بھی
مردود اور باطل ہے اس لئے کہ اس شقی کا

ارباب ایں اقاویل باحادیثِ نبوی کہ ناطق اند باآنکہ بغض وایذا واہانت فاطمہ واولادِ وے موجب بغض وعداوت واہانتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم چہ میگویند۔ وآں سببِ کفر وموجب لعن وخلود نارِ جہنم است بلاشک وریب اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا وبعضے دیگر گویند کہ خاتمتِ وے معلوم نیست شاید بعد از ارتکابِ آں کفر ومعصیت توبہ کردہ باشد ودر نفس آخر توبہ رفتہ باشد ومیل امام محمد غزالی در احیاء العلوم بایں حکایت است وبعضے از علماء سلف واعلامِ امت مثل امام احمد حنبل وامثال او بروے لعنت کردہ اند وابن جوزی کہ کمال شدت وتعصب در حفظ سنت وشریعت دارد در کتاب خود لعن وے از سلف نقل کردہ وبعضے منع کردہ اند وبعضے متوقف ماندہ اند وبالجملہ وے مبغوض ترین مردم است نزد خدا ورسول وکارہائیکہ آں بے سعادت دریں امت کردہ ہیچ کس نکردہ وبعد از قتل امام حسین واہانت اہل بیت لشکر بہ تخریبِ مدینہ مطہرہ وقتلِ اہلِ آں فرستادہ وبقیہ از اصحاب وتابعین را امر بقتل کردہ وبعد از تخریب مدینہ منورہ امر بہ انہدامِ حرم مکہ معظمہ وقتل عبداللہ بن زبیر کردہ وہم در اثنائے ایں حالت از دنیا رفتہ دیگر احتمال توبہ ورجوع او را خداوند حق تعالٰی

اہلِ بیتِ نبوت رضی اللہ عنہم سے عداوت رکھنا اور اُن کے قتل سے خوش ہونا اور اُن کی اہانت کرنا معنوی طور پر درجۂ تواتر کو پہنچ چکا ہے اور اس کا انکار تکلف ومکابرہ یعنی خواہ مخواہ کا جھگڑا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ امام حسین کا قتل گناہِ کبیرہ ہے اس لئے کہ نفس مومن ومومنہ کا قتل ناحق گناہ کبیرہ ہے کفر نہیں اور لعنت کافروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ ایسی باتیں بنانے والوں پر افسوس ہے کہ وہ صریح احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر نہیں رکھتے کہ حضرت فاطمہ اور اُن کی اولاد کے ساتھ بُغض رکھنا اور اُن کو ایذا پہنچانا اور اُن کی توہین کرنا حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بُغض رکھنا اور آپ کو ایذا پہنچانا اور آپ کی توہین کرنا ہے اور یہ بلاشک وشبہ موجب کفر ولعنت وخلودِ نارِ جہنم ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں اُن پر دنیا وآخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے واسطے دردناک عذاب ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس کے خاتمہ کا حال معلوم نہیں شاید اس ارتکابِ کفر ومعصیت کے بعد اس نے توبہ کر لی ہو اور خاتمہ اس کا توبہ کی حالت میں ہوا ہو اور امام محمد غزالی کا احیاء العلوم میں اسی طرف میلان ہے اور بعض علماء سلف واکابرینِ امت مثلاً امام احمد بن حنبل اور ان جیسے

دِل ہائے ما را و تمام مسلمان ہا را از محبت و موالاتِ وے و اعوان و انصارِ وے و ہر کہ با اہل بیتِ نبوت بد بودہ و بد اندیشیدہ و حقِ ایشاں پائمال کردہ و با ایشاں براہِ محبت و صدقِ عقیدت نیست و نبودہ نگاہ دارد و ما را و دوستانِ ما را در زمرۂ محبانِ ایشاں محشور گرداند و در دنیا و آخرت بر دین و کیشِ ایشاں دارد بِمَنِّہٖ وَکَرَمِہٖ وَھُوَ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ، آمین (تکمیل الایمان ص۹۷)

دوسرے جلیل القدر ائمہ کرام نے اور ابن جوزی کہ حفظِ سنت و شریعت میں بہت ہی زیادہ سخت ہیں اپنی کتاب میں سلف صالحین سے یزید پر لعنت کرنا نقل کیا ہے اور بعض نے لعنت کرنے سے منع کیا ہے اور بعض توقف کرتے ہیں۔ الحاصل ہمارے نزدیک یزید سب سے زیادہ مبغوض ہے اس شقی نے اس امت میں وہ کام کئے کہ کسی اور نے نہیں کئے۔ (مثلاً) امام حسین کے قتل اور اہلِ بیت کی اہانت کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی تخریب کے لئے لشکر کا بھیجنا اور صحابہ و تابعین کے قتل کا حکم کرنا اور مدینہ منورہ کی تخریب کے بعد حرمِ مکہ کو ڈھانے کا حکم دینا وغیرہ اور اسی اثنا میں وہ مرگیا۔ تو ایسے حال میں اس کی توبہ و رجوع کا احتمال خدا ہی جان سکتا ہے۔ حق تعالیٰ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے دلوں کو اس کی اور اس کے دوستوں اور مددگاروں کی محبت و دوستی سے محفوظ رکھے اور ہر وہ شخص جس نے اہلِ بیتِ نبوت سے برائی کی ہو اور ان کا برا چاہا ہو اور ان کا حق پامال کیا ہو اور ان سے سچی عقیدت و محبت کی راہ نہ چلا ہو کی محبت سے بچائے اور اپنی حفاظت میں رکھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم و احسان سے ہم کو اور ہمارے دوستوں کو قیامت کے دن اہلِ بیتِ نبوت کے سچے محبوں میں اٹھائے اور دنیا و آخرت میں دینِ اسلام اور ان کے طریقہ پر رکھے۔ وَھُوَ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ۔ آمین،

امام احمد قسطلانی شارح صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وقد اطلق بعضھم فیما نقلہ المولی سعد الدین اللعن علی یزید لما انہ کفر حین امر بقتل الحسین واتفقوا علی جواز اللعن علی من قتلہ او امر بہ او اجازہ و رضی بہ والحق ان رضا یزید بقتل الحسین واستبشارہ بذلک واھانۃ اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی کا یزید پر لعنت کرنا نقل کیا گیا ہے اس لئے کہ جب اس نے امام حسین کے قتل کا حکم دیا تھا وہ کافر ہوگیا تھا اور جمہور علماء اس پر متفق ہیں کہ جس نے امام کو قتل کیا اور جس نے قتل کا حکم دیا اور جس نے اس کی

مما تواتر معناه وان کان تفاصیلها احاداً فنحن لا نتوقف فی شأنه بل فی ایمانه لعنۃ اللہ علیہ وعلی انصارہ واعوانہ ،

(ارشاد الساری ص۱۰۱)

اجازت دی اور جوان کے قتل پر راضی ہوا اس پر لعنت کرنا جائز ہے اور حق بات یہی ہے کہ یزید کا امام کے قتل پر راضی ہونا اور اس پر خوش ہونا اور اہل بیت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا تواتر معنوی کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے اگرچہ اس کی تفاصیل احاد ہیں پس ہم نہیں توقف کرتے اس کی شان میں بلکہ اس کے ایمان میں اللہ کی لعنت ہو اس پر اور اس کے دوستوں اور مددگاروں پر۔

علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں :۔

لعن اللہ قاتلہ وابن زیاد معہ ویزید ایضا وکان قتلہ بکربلاء وفی قتلہ قصۃ فیہا طول لا یحتمل القلب ذکرھا فانا للہ وانا الیہ راجعون ؁

(تاریخ الخلفاء ص۸۰)

اللہ کی لعنت ہو امام حسین کے قاتل۔ ابن زیاد اور یزید پر۔ امام کربلا میں شہید ہوئے اور آپ کی شہادت کا قصہ طویل ہے۔ قلب اس کے ذکر کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں :۔

ومن قال انہ امام ابن امام فان اراد بذلك انہ تولی الخلافۃ کما تولاھا سائر خلفاء بنی امیۃ والعباس فھذا صحیح لکن لیس فی ذلك ما یوجب مدحہ وتعظیمہ والثناء علیہ وتقدیمہ فلیس کل من تولی کان من الخلفاء الراشدین والائمۃ المھدیین فمجرد الولایۃ علی الناس لا یمدح بھا الانسان ولا یستحق علی ذلك الثواب وانما یمدح ویثاب علی ما یفعلہ من العدل والصدق والامر بالمعروف والنھی عن المنکر والجھاد واقامۃ الحدود وکما یذم ویعاقب علی ما یفعلہ من

اور جو شخص یزید کو امام ابن امام کہتا ہے تو اگر اس سے اسکی مراد صرف یہ ہے کہ دوسرے اموی اور عباسی خلفاء کی طرح اس نے بھی حکومت کی تو یہ صحیح ہے لیکن وہ اس معاملے میں کسی مدح و ثنا اور تعظیم و تفضیل کا مستحق نہیں ہے کیونکہ ہر وہ شخص جو حکومت و سلطنت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لے وہ خلفاء راشدین مہدیین میں سے نہیں ہو جاتا۔ صرف لوگوں پر حکمران ہو جانے سے انسان قابل مدح و ستائش نہیں ہو جاتا اور نہ اس پر مستحق اجر و ثواب ہو جاتا ہے مدح و ثواب کے لائق تو وہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ عدل و انصاف، حق و صداقت

الظلم والكذب والامر بالمنكر والنهي عن المعروف وتعطيل الحدود وتضييع الحقوق وتعطيل الجهاد وقد سئل احمد بن حنبل عن يزيد ايكتب عنه الحديث؟ فقال لا! ولا كرامه اليس هو الذي فعل باهل الحرة ما فعل وقال ابنه ان قوما يقولون انا نحب يزيد؟ فقال هل يحب يزيد احد فيه خير؟ فقيل له فلماذا الا تلعنه؟ فقال متى رأيت اباك يلعن احدا (یزید بن معاویہ ص ۳۹ ابن تیمیہ اکیڈمی کراچی)

امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور جہاد اور حدود اللہ کو قائم کرے۔ اسی طرح ظلم و کذب، امر بالمنکر، نہی عن المعروف حدود اللہ کو معطل اور حقوق العباد کو ضائع اور جہاد کو ترک کرنے سے انسان قابل مذمت و گرفت ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل سے یزید کے متعلق پوچھا گیا کہ کیا اس سے حدیث روایت کی جائے؟ تو انہوں نے فرمایا نہیں! اس کا یہ مقام نہیں۔ کیا یہ وہی شخص نہیں ہے جس نے اہل حرہ کے ساتھ کیا جو کیا؟ اور اُن کے فرزند نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم یزید کو محبوب رکھتے ہیں؟ تو امام صاحب نے فرمایا کیا کوئی شخص جس میں ذرا بھی خیر و بھلائی ہو وہ یزید کو محبوب رکھ سکتا ہے؟ تو ان کے فرزند نے کہا پھر آپ اس پر لعنت کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا کیا تم نے اپنے باپ کو کسی پر لعنت کرتے دیکھا ہے۔

غواص بحرِ حقیقت حضرت مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم فرماتے ہیں :۔

از بیروں طعنہ زنی بر بایزید !   واز درونت ننگ می دارد یزید

علامہ امام حافظ ابن کثیر رحمہم اللہ فرماتے ہیں :۔

وقد روى ان يزيد كان قد اشتهر بالمعازف وشرب الخمر والغنا والصيد واتخاذ الغلمان والقيان والكلاب والنطاح بين الكباش والدباب والقرود وما من يوم الا يصبح فيه مخمورا وكان يشد القرد على فرس مسرجة بحبال ويسوق به ويلبس القرد قلانس الذهب وكذلك الغلمان وكان يسابق بين الخيل

اور بیشک روایت کیا گیا ہے کہ وہ یزید مشہور تھا آلات لہو و لعب کے ساتھ اور شراب کے پینے اور گانا بجانا سننے اور شکار کھیلنے اور بے ریش لڑکوں کو رکھنے اور چھینے بجانے اور کتوں کے رکھنے میں اور سینگوں والے دنبوں اور ریچھوں اور بندروں کو آپس میں لڑانے میں، اور کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا جبکہ وہ شراب سے مخمور نہ ہوتا۔ اور بندروں کو زین شدہ

وكان اذا مات القرد حزن عليه وقيل ان سبب موته انه حمل قردة وجعل ينقزها فعضته وذكروا عنه غير ذلك، والله اعلم بصحة ذلك۔ (البدایہ والنہایہ ص۲۳۵ ج۸)

گھوڑوں پر سوار کرکے دوڑاتا تھا اور بندروں کے سروں پر سونے کی ٹوپیاں رکھتا تھا اور ایسے ہی لڑکوں کے سروں پر بھی اور گھوڑوں کی ریس کراتا اور جب کوئی بندر مرجاتا تھا تو اس کو اس کے مرنے کا صدمہ ہوتا تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کی موت کا سبب یہ تھا کہ اس نے ایک بندر کو اٹھایا ہوا تھا اور اس کو اچھالتا تھا کہ اس نے اس کو کاٹ لیا۔ مؤرخین نے اس کے علاوہ بھی اس کے قبائح بیان کئے ہیں۔ واللہ اعلم،

شافعیوں کے امام اور جلیل القدر فقیہہ علامہ الکیا الہراسی رحمۃ اللہ علیہ سے یزید کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا یزید صحابہ میں سے ہے اور کیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا۔

انه لم يكن من الصحابة لانه ولد في ايام عثمان رضي الله تعالى عنه واما قول السلف ففيه لكل واحد من ابي حنيفة ومالك واحمد قولان تصريح وتلويح ولنا قول واحد التصريح دون التلويح وكيف لا يكون كذلك وهو المتصيد بالفهد ويلاعب بالنرد ومدمن الخمر ومن شعره في الخمر ؎

اقول لصحب ضمت الكأس شملهم
وداعي صبابات الهوى يترنم
خذوا بنصيب من نعيم ولذة
فكل وان طال المدى يتصرم

وكتب فصلا طويلا اضربنا عن ذكره ثم قلب الورقة وكتب ولو مددت ببياض لاطلقت العنان وبسطت الكلام في مخازي هذا الرجل (حیوٰۃ الحیوان ص۲۲۵ ج۲)

کہ وہ یزید صحابہ میں سے نہیں تھا کیونکہ اس کی ولادت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہوئی ہے۔ رہا اس پر لعنت کرنا تو اس میں سلف صالحین امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے دو قسم کے قول ہیں۔ ایک تصریح کے ساتھ (یعنی اس کا نام لیکر لعنت کرنا) دوسرا تلویح کے ساتھ (یعنی بغیر نام لئے اشارۃً جیسے اللہ امام کے قاتلوں اور دشمنوں پر لعنت کرے) لیکن ہمارے نزدیک ایک ہی قول ہے یعنی تصریح نہ کہ تلویح اور کیوں نہ ہو جبکہ وہ یزید چیتوں کا شکار کھیلتا اور نرد سے کھیلتا اور ہمیشہ شراب پیتا تھا چنانچہ اسی کے اشعار میں سے ایک شراب کے بارے میں یہ ہے:۔

کہ میں اپنے ساتھیوں سے کہتا ہوں جن کو دورِ جام

وشراب نے جمع کر دیا ہے اور عشق کی گرمیاں ترنم سے پکار رہی ہیں کہ اپنی نعمتوں اور لذتوں کے حصہ کو حاصل کر لو کیونکہ ہر انسان ختم ہو جائے گا۔ خواہ اس کی عمر کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو (لہذا جو عیش کرنا ہے کر لو پھر وقت ہاتھ نہیں آئے گا) اور اس پر فقیہہ الہراسی نے ایک لمبی فصل لکھی ہے جس کے ذکر کو ہم نے (طول کی وجہ سے) چھوڑ دیا ہے۔ پھر انہوں نے ایک ورق پلٹا اور لکھا کہ اگر اس میں کچھ اور بھی جگہ ہوتی تو میں قلم کی باگ ڈھیلی چھوڑ دیتا اور کافی تفصیل سے اس شخص (یزید) کی رسوائیاں لکھتا۔

امام ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

فلا یجوز اصلا بخلاف یزید وابن زیاد وامثالھما فان بعض العلماء جوزوا لعنھما بل الامام احمد بن حنبل قال بکفر یزید لکن جمہور اہل السنۃ لا یجوزون لعنہ حیث لم یثبت کفرہ عندھم۔" (شرح شفاء ص ۵۵۶/۲)

پس ہرگز جائز نہیں ہے۔ ہاں یزید اور ابن زیاد اور انہی کی مثل دوسرے لوگوں پر جائز ہے کیونکہ بعض علماء کرام نے ان دونوں پر لعنت کرنا جائز قرار دیا ہے بلکہ امام احمد بن حنبل یزید کے کفر کے قائل ہیں، لیکن جمہور اہل سنت یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ کیونکہ ان کے نزدیک اس کا کفر ثابت نہیں ہوا۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

یزید بے دولت از اصحاب نیست در بدبختی او کرا سخن است کارے کہ آں بدبخت کردہ ہیچ کافر فرنگ نہ کند۔ بعضے از علماء اہل سنت کہ در لعن او توقف کردہ اند نہ آنکہ از وے راضی اند بلکہ رعایت احتمال رجوع وتوبہ کردہ اند۔ (مکتوبات شریف ص ۵۴)

یزید بے دولت صحابہ کرام میں سے نہیں اس کی بدبختی میں کس کو کلام ہے جو کام اس بدبخت نے کئے ہیں کوئی کافر فرنگ بھی نہ کرے گا۔ بعض علماء اہل سنت جو اس کے لعن میں توقف کرتے ہیں وہ اس سبب سے نہیں کہ وہ اس سے راضی ہیں بلکہ اس رعایت سے کہ رجوع وتوبہ کا احتمال ہو سکتا ہے۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔

یزید بے دولت از زمرۂ فسقہ است۔ توقف

یزید بدبخت زمرۂ فاسقین سے ہے اس کی لعنت

در لعنت او بنا بر اصل مقرر اہل سنت است کہ شخص معین را اگرچہ کافر باشد تجویز لعنت نہ کردہ اند مگر آنکہ بیقین معلوم کنند کہ ختم او بر کفر بودہ کابی لهب الجهنمی وامرأتہ نہ آنکہ او شایان لعنت نیست ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنهم اللہ فی الدنیا والآخرۃ ،

(مکتوبات شریف ص ۲۵۱)

مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں کہ :۔

بعضے در شانِ وے براہِ افراط و موالات رفتہ میگویند کہ وے بعد از آنکہ باتفاق مسلماناں امیر شد اطاعتش را بر امام حسین واجب شد و ندانستند کہ وے باوجود امام حسین امیر شود و اتفاقِ مسلماناں کے شد جماعتے از صحابہ و اولاد صحابہ خارج از اطاعت او بودند و برخے کہ حلقۂ اطاعتِ او بگردن انداختند چوں حالِ او از شرب خمر و ترک صلوٰۃ و زنا و استحلال محارم معاینہ کردند بمدینہ منورہ باز آمدند و خلع بیعت کردند و بعضے گویند کہ وے امر بقتل امام حسین نکردہ و نہ بداں راضی بود و نہ بعد از قتل وے و اہلِ بیتِ وے مستبشر شد و ایں سخن نیز باطل است قال العلامۃ التفتازانی فی شرح العقائد النسفیۃ والحق۔ الخ و بعضے دیگر گویند کہ قتل امام حسین گناہ کبیرہ است نہ کفر و لعنت مخصوص بہ کفار است و نازم بر فطانت ایشاں

میں توقف کرنا اہلِ سنت کے مقررہ قاعدہ کی بنا پر ہے کہ انہوں نے شخص معین پر اگرچہ کافر ہو لعنت کرنا جائز نہیں کیا مگر جبکہ یقیناً معلوم کرلیں کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے جیسے کہ ابولہب جہنمی اور اس کی عورت ۔ نہ اس لئے کہ وہ لائق لعنت نہیں ۔ بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت ہے۔

بعض لوگ یزید کے معاملے میں براہِ افراط و دوستی کہتے ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں کے اتفاق سے امیر مقرر ہوا تھا لہٰذا اس کی اطاعت امام حسین پر واجب تھی ایسے لوگ نہیں جانتے کہ وہ امام حسین کے ہوتے ہوئے کیسے امیر ہو سکتا تھا اور اس کی امارت پر مسلمانوں کا اتفاق کب ہوا؟ صحابہ کرام کی ایک جماعت اور اُن کی اولاد اس کی اطاعت سے خارج تھی ۔ اور کچھ لوگ جنہوں نے اس کی اطاعت قبول کی جب انہوں نے اس کے شراب پینے ۔ تارک الصلوٰۃ ہونے ، زنا کار ہونے اور محارم کا حلال کرنے والا ہونے کا معائنہ کیا تو مدینہ منورہ واپس آکر خلع بیعت کیا ۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے امام حسین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ اس سے راضی تھا اور نہ وہ آپ کے اور آپ کے اہلِ بیت کے قتل کے بعد خوش ہوا یہ سخن بھی باطل ہے ۔

ندانستند کہ کفر یک طرف خود ایذائے رسول الثقلین
چہ ثمرہ می دارد قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ
اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ
وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا۔ و بعضے دیگر گویند
کہ حال خاتمہ وے معلوم نیست شاید کہ وے بعد از
ارتکاب ایں کفر و معصیت توبہ کردہ باشد و نفس
اخیر وے بر توبہ رفتہ باشد و میل امام غزالی در احیاء
العلوم بایں طرف است و مخفی باد کہ احتمال توبہ و
در جوع از معاصی احتمالے ست و الا آں بے سعادت
آنچہ دریں امت کردہ ہیچکس نہ کردہ باشد بعد از
قتل امام حسین و اہانت اہل بیت لشکر بہ تخریب مدینہ
مطہرہ و قتل اہل آں فرستاد و در واقعہ حرہ تا سہ روز
مسجد نبوی بے اذان و نماز ماند و من بعد لشکر کشتی
بحرم مکہ معظمہ کردہ و شہادت عبداللہ بن زبیر دریں
معرکہ در عین حرم مکہ واقع شد و ہمچو مشاغل شغلے می
داشت کہ مرد ایں جہاں را پاک کرد و پسرش معاویہ
بر سر منبر زشتی حال پدر خود بیان کرد واللہ اعلم بما
فی الضمائر و بعضے بیباکانہ بلعن آں شقی تجویز می سازند
از سلف و اعلام امت امام احمد بن حنبل و امثال
ایشاں بر وے لعنت کردہ اند و ابن جوزی کہ کمال عصبیت
در حفظ سنت و شریعت می دارد در کتاب خود لعن وے را
از سلف منقول کردہ و علامہ تفتازانی بکمال جوش و خروش
بر وے و بر اعوان و انصار وے لعنت کردہ اند و

علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفیہ میں فرماتے ہیں (آگے
وہ عبارت ہے، جو ص ۴۶ پر گزر چکی ہے)

اور بعض کہتے ہیں کہ امام حسین کا قتل گناہ کبیرہ
ہے کفر نہیں اور لعنت مخصوص بکفار ہے ایسے لوگوں
کی فطانت پر افسوس، ان کو یہ نہیں معلوم کہ کفر تو دوسری
چیز ہے خود ایذائے رسول الثقلین صلے اللہ علیہ وسلم کیا
نتیجہ و ثمرہ رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ بیشک
جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں
اُن پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور اُن کے
لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس
کے خاتمے کا حال معلوم نہیں شاید اس نے کفر و معصیت
کے ارتکاب کے بعد توبہ کر لی ہو اور اس کی آخری
سانس توبہ پر نکلی ہو۔ اور امام غزالی کا احیاء العلوم
میں اسی طرف میلان ہے اور مخفی نہ رہے کہ معاصی سے
توبہ اور رجوع کا صرف احتمال ہی احتمال ہے ورنہ اس
بے سعادت نے اس امت میں جو کچھ کیا ہے وہ کسی
نے نہ کیا ہوگا۔ امام حسین کے قتل کے بعد اہل بیت
کی اہانت اور مدینہ منورہ کے خراب کرنے اور وہاں
کے رہنے والوں کو قتل کرنے کے لئے لشکر بھیجا اور
اس واقعہ حرہ میں تین روز تک مسجد نبوی بے اذان
و نماز رہی اور اس کے بعد اس لشکر نے حرم مکہ معظمہ
پر چڑھائی کی اور اس معرکہ میں عین حرم کے اندر
عبداللہ بن زبیر شہید ہوئے۔ اسی قسم کے مشاغل

بعضے توقف کردہ اند و براہ سکوت رفتہ اند و مسلک اسلم آنست کہ آں شقی را بمغفرت و ترحم ہرگز یاد نہ باید کرد و بہ لعن او کہ در عرف مختص بہ کفار گشتہ زبانِ خود را آلودہ نہ باید کرد در کف لسان از لعنِ ابلیس لعین با وجود منصوصیت کفرش ہم ہیچ خطر نیست، فضلاً عن یزید البلید (مجموعۃ الفتاویٰ ص۴)

میں مصروف تھا کہ مر گیا اور اس جہان کو پاک کر گیا اس کے بیٹے معاویہ نے بر سر منبر اس کے برے احوال بیان کیے اور پوشیدہ حالات کو اللہ ہی خوب جانتا ہے اور بعض کھلم کھلا اس شقی پر لعنت کرنا جائز رکھتے ہیں سلف اور اعلام امت سے امام احمد بن حنبل اور ان کی مثل اور بزرگوں نے اس پر لعنت کی ہے۔ ابن جوزی نے جو حفظِ سنت و شریعت میں بہت ہی زیادہ سخت ہیں اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کرنا سلف سے نقل کیا ہے اور علامہ تفتازانی نے کمال جوش و خروش سے یزید اور اس کے انصار و اعوان پر لعنت کی ہے اور بعض نے توقف کیا ہے اور سکوت کی راہ اختیار کی ہے اور سلامتی کا طریقہ یہ ہے کہ اس شقی کو مغفرت اور ترحم کے ساتھ ہرگز یاد نہ کرنا چاہیئے اور نہ ہی اس پر لعنت کر کے جو کہ عرف میں کفار کے ساتھ مختص ہے اپنی زبان کو آلودہ کرنا چاہیئے جیسا کہ ابلیس لعین کے لعن سے باوجود اس کے کہ اس کا کفر منصوص ہے زبان روکنے میں کوئی خطر نہیں۔ فضلاً عن یزا البلید"

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

فامتنع الحسین علیہ السلام من بیعتہ لانہ کان فاسقا مدمنا للخمر ظالما وخرج الحسین الی مکۃ۔ (سرالشہادتین ص۱۲)

پس انکار کیا امام حسین علیہ السلام نے یزید کی بیعت سے کیونکہ وہ فاسق، شرابی اور ظالم تھا۔ اور امام حسین مکہ تشریف لے گئے۔

اور یہی شاہ صاحب اپنے فتاویٰ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:۔

سوال!: یزید پر لعن کرنے کے بارے میں بعض سے توقف منقول ہے تو اس بارہ میں تحقیق کیا ہے؟

جواب! اور اس حکم میں کہ یزید پر لعن کرنا چاہیئے یا نہیں توقف اس وجہ سے ہے کہ روایات متعارضہ و متخالفہ یزید پلید کے بارہ میں شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام میں وارد ہوئی ہیں، چنانچہ بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت امام علیہ السلام کی شہادت پر یزید پلید راضی ہوا اور آپ کی شہادت سے خوش ہوا اور اس نے اہلِ بیت اور خاندانِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اہانت کی۔ تو جن علماء کے نزدیک یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات مرجح ہیں تو ان علماء نے یزید پلید پر لعن کیا، چنانچہ احمد بن حنبل اور کیا ہراسی جو

فقہائے شافعیہ سے ہوئے ہیں اور دیگر علمار کثیر نے یزید پلید پر لعن کیا ہے اور بعضے روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ یزید کو شہادت سے امام علیہ السلام کے رنج تھا اور شہادت کی وجہ سے یزید نے ابن زیاد اور اس کے اعوان پر عتاب کیا اور یزید کو اس کام سے ندامت ہوئی کہ اس کے نائب کے ہاتھ سے یہ واقعہ وقوع میں آیا تو جن علمار کے نزدیک یہ ثابت ہوا کہ یہ روایات مرجح ہیں تو ان علمار نے یزید کے لعن سے منع کیا چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ اور دیگر علمار شافعیہ اور اکثر علمار حنفیہ نے یزید کے طعن سے منع کیا ہے اور بعضے علمار کے نزدیک ثابت ہوا کہ دونوں طرح کے روایات میں تعارض ہے اور کوئی ایسی وجہ ثابت نہ ہوئی کہ اس کے اعتبار سے ایک جانب کی روایات کو ترجیح ہو سکے تو ان علمار نے احتیاطاً اس مسئلہ میں توقف کیا اور جب روایات میں تعارض ہووے اور کوئی وجہ کسی روایت کی ترجیح کے لئے نہ ہو تو علمائ پر یہی واجب ہے یعنی حکم دینے میں توقف کرنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ کا یہی قول ہے۔ البتہ شمر و ابن زیاد پر لعن کرنا قطعی طور پر جائز ہے اس واسطے کہ قطعی طور پر ثابت ہے کہ شمر و ابن زیاد شہادت پر حضرت امام حسین علیہ السلام کے راضی تھے اور آپ کی شہادت سے وہ دونوں خوش ہوئے اور اس بارہ میں روایات میں تعارض نہیں اس لئے شمر و ابن زیاد پر لعن کرنے میں علمار سے کسی نے توقف نہیں کیا بلکہ بالاتفاق سب علمار کے نزدیک قطعی طور پر ثابت ہے کہ شمر و ابن زیاد بدنہاد پر لعن کرنا جائز ہے (فتاویٰ عزیزی اردو ص ۲۵۲ ج ۱)

یہی شاہ صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

اہل بیت کی محبت فرائض ایمان سے ہے یہ لوازم سنت اور محبت اہل بیت سے ہے کہ مروان علیہ اللعنۃ کو برا کہنا چاہیئے اور اس سے دل بیزار رہنا چاہیئے۔ علی الخصوص اس نے نہایت بدسلوکی حضرت امام حسین اور اہل بیت کے ساتھ کی اور کامل عداوت ان حضرات سے رکھتا تھا اس خیال سے اس شیطان سے نہایت ہی بیزار رہنا چاہیئے۔ (فتاوی عزیزی اردو ص ۲۴۲ ج ۱)

حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:۔

بہر دنیا آں یزید ناخلف دین خود کردہ برائے او تلف

اس نالائق ناخلف یزید نے دنیا کی خاطر اپنے دین کو برباد کیا!

زال دنیا چوں در آمد در نکاح کرد بر خود خون آں سید مباح

جب مکار دنیا کی بڑھیا اس کے نکاح میں آئی تو اس نے جگر گوشۂ رسول سید حسین کے خون کو اپنے اوپر مباح کر لیا۔ (مثنوی ص ۹)

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

ثم کفر یزید و من معہ بما انعم اللہ علیہم
وانتصبوا العداوۃ آل النبی صلی اللہ علیہ و
سلم وقتلوا حسیناً رضی اللہ عنہ ظلماً و کفر
یزید بدین محمد صلی اللہ علیہ وسلم حتی
انشد ابیاتا حین قتل حسینا رضی اللہ عنہ
مضمونھا این اشیاخی ینظرون انتقامی بآل
محمد و بنی ھاشم و آخر الابیات ؎
ولست من جندب ان لم انتقم، من بنی احمد
ما کان فعل و ایضا احل الخمر و قال ؎ مدام
کنز فی اناء کفضۃ وساق کبد مع مدام
لحم و شمسہ کرم برجھا قعرھا و مشرقھا
الساقی و مغربھا فمی۔ فان حرمت یوماً علی
دین احمد فخذھا علی دین المسیح بن مریم
(تفسیر مظہری ص ۲۱/۵)

یزید اور اس کے ساتھیوں نے اس نعمت کا کفر کیا
جو اللہ نے ان پر کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
آل کی عداوت میں کھڑے ہو گئے اور انہوں نے
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ظلم سے شہید کیا اور
یزید نے دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کیا
یہاں تک کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے
قتل کے وقت یہ اشعار کہے "کہاں ہیں میرے بزرگ
کہ وہ میرا بدلہ لینا دیکھ لیں آل محمد اور بنی ہاشم سے"
اور آخری شعر یہ ہے" میں جندب کی اولاد میں سے
نہیں ہوں گا اگر میں احمد کی اولاد سے بدلہ نہ لوں
جو کچھ انہوں نے کیا" نیز اس نے شراب کو حلال
کیا اور شراب کے بارے میں اس کے یہ اشعار
ہیں ," شراب کا خزانہ ایسے برتن میں ہے جو کہ
مثل چاندی کے ہے اور انگور کی شاخ انگوروں کے
ساتھ لدی ہوئی ہے جو کہ مثل ستاروں کے ہیں انگور کی بیل کی گہرائی آفتاب کے برج کے قائم مقام ہے
اس آفتاب (شراب) کا مشرق ساقی کا ہاتھ ہے اور (شراب) کے غروب ہونے کی جگہ میرا منہ ہے ۔ پس
اگر یہ شراب دینِ احمد میں ایک دن حرام ہوئی ہے تو اے مخاطب! تو اس کو مسیح ابنِ مریم کے دین
پر لے لے یعنی حلال سمجھ ۔

اور یہی قاضی صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں :-

غرضیکہ کفر بر یزید از روایت معتبرہ ثابت می شود
پس او مستحق لعن است اگرچہ در لعن گفتن فائدہ
نیست لیکن الحب فی اللہ و البغض فی اللہ مقتضی

غرضیکہ یزید کا کفر معتبر روایت سے ثابت ہے ۔ پس
وہ مستحق لعنت ہے اگرچہ لعنت کرنے میں کوئی
فائدہ نہیں ہے لیکن الحب فی اللہ والبغض فی اللہ

آئنست۔ واللہ اعلم، (مکتوبات صفحہ ۲۰) اس کا مقتضی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"اس طائفہ حائفہ خصوصاً اُن کے پیشوا کا حال مثل یزید پلید علیہ ما علیہ ہے کہ محتاطین نے اس کی تکفیر سے سکوت پسند کیا۔ ہاں یزید مرید اوران کے امام عنید میں اتنا فرق ہے کہ اس خبیث سے ظلم وفسق متواتر مگر کفر متواتر نہیں اوران حضرت سے یہ سب کلمات کفر اعلیٰ درجۂ تواتر پر ہیں۔" (الکوبتۃ الشہابیہ صفحہ ۶)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔

"کہ یزید کو اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہیں کریں گے اور خود نہ کہیں گے۔" (الملفوظ صفحہ ۱۱۴)

تیسرے مقام پر فرماتے ہیں:۔

"اوس خبیث (یزید) نے مسلم بن عقبہ مری کو مدینہ سکینہ بھیج کر ستر ہ سو مہاجرین و انصار و تابعین کبار کو شہید کرایا اور اہلِ مدینہ لوٹے اور قتل اور انواع مصائب میں مبتلا ہے اور فوج اشقیا رنے مسجد اقدس میں گھوڑے باندھے اور کسی کو وہاں نماز نہ پڑھنے دی۔ اہلِ حرم سے یزید کی غلامی پر بجبر بیعت لی کہ چاہے بیچے چاہے آزاد کرے۔ جو کہتا میں خدا و رسول کے حکم پر بیعت کرتا ہوں اسے شہید کرتے۔ جب رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر کی بے حرمتی کر چکے خانۂ خدا پر چلے۔ راہ میں مسلم بن عقبہ مر گیا۔ حصین بن نمیر نے مع فوج کثیر مکہ میں پہنچکر بیت اللہ کو جلا دیا اور وہاں کے رہنے والوں پر طرح طرح کا ظلم وستم کیا۔"
(احسن الوعار صفحہ ۵۲)

چوتھے مقام پر فرماتے ہیں:۔

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے اہلِ سنت اس مسئلہ میں کہ از روئے فرمانِ اللہ ورسول یزید بخشا جائے گا یا نہیں؟

الجواب:۔ یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہلِ سنت کے تین قول ہیں۔ امام احمد وغیرہ اکابر اُسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی۔ اور امام غزالی وغیرہ مسلمان کہتے ہیں تو اُس پر کتنا ہی عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہو گی۔ اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں

کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر لہٰذا یہاں بھی سکوت کریں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (احکام شریعت ص ۴۴)

پانچویں مقام پر فرماتے ہیں:۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمار کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یزید فاسق فاجر نہ تھا اس کو بُرا نہ کہا جائے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے وہاں نہ جانا چاہیئے تھا کیوں گئے اور یہ ملکی جنگ تھی۔

الجواب: یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہلِ سنت فاسق فاجر وجری علی الکبائر تھا۔ اس قدر پر ائمہ اہلسنت کا اطباق واتفاق ہے۔ صرف اس کی تکفیر ولعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اور ان کے اتباع وموافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیۂ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو۔ یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا حرمین طیبین وخود کعبۂ معظمہ وروضۂ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں مسجد کریم میں گھوڑے باندھے ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے تین دن مسجد نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے اذان ونماز رہی۔ مکہ ومدینہ وحجاز میں ہزاروں صحابہ وتابعین بے گناہ شہید کئے۔ کعبہ معظمہ پر پتھر پھینکے۔ غلاف شریف پھاڑا اور جلایا مدینہ طیبہ کی پاکدامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب ودانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا۔ مصطفٰے صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تنِ نازنیں پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے۔ سرِ انور کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا۔ حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کئے گئے۔ اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے۔ اس سے بڑھ کر قطعِ رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق وفجور نہ جانے۔ قرآن کریم میں صراحۃً اس پر لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فرمایا۔ لہٰذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعن وتکفیر سے

احتیاطًا سکوت کہ اس سے فسق وفجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر۔ اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں لقولہ تعالیٰ فسوف یَلْقَوْنَ غَیًّا اِلَّا مَنْ تَابَ اور توبہ تا دم غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط واسلم ہے مگر اس کے فسق وفجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت وبد دینی صاف ہے بلکہ انصافاً یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شمہ ہو وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔ شک نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اہل سنت کا عدو وعنود ہے۔ ایسے گمراہ بد دین سے مسئلہ مصافحہ کی شکایت بے سود ہے۔ اس کی غایت اسی قدر تو کہ اس نے قول صحیح کا خلاف کیا اور بلا وجہ شرعی درشت کشی کرکے ایک مسلمان کا دل دکھایا مگر وہ تو اُن کلمات ملعونہ سے حضرت بتول زہرا و علی مرتضیٰ اور خود حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثنا کا دل دکھا چکا ہے۔ اللہ واحد قہار کو ایذا دے چکا ہے، وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۝ واللہ تعالیٰ اعلم (فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ)

(عرفان شریعت ص ۳۱)

صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

یزید پلید فاسق فاجر مرتکب کبائر تھا۔ معاذ اللہ اس سے اور ریحانۂ رسول صلے اللہ علیہ وسلم سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کیا نسبت، آجکل جو بعض گمراہ کہتے ہیں کہ ہمیں اُن کے مقابلہ میں کیا دخل ہے۔ ہمارے وہ بھی شہزادے وہ بھی شہزادے۔ ایسا بکنے والا مردود خارجی، ناصبی مستحق جہنم ہے۔ ہاں یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علماء اہل سنت کے تین قول ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک سکوت یعنی ہم اسے فاسق فاجر کہنے کے سوا نہ کافر کہیں نہ مسلمان۔ (بہار شریعت ص ۱)

اس سلسلے میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کا ایک فتویٰ ملاحظہ ہو۔

سوال:- امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت محض تقلیداً للشیعہ حضرات اہل سنت والجماعت مانتے ہیں یا اس پر کوئی دلیل شرعی ہے۔ میرے خیال ناقص میں تو اس پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے اور محض شیعوں کی تقلید سے یہ بات مانی جاتی ہے کیونکہ صرف جان دینا شہادت نہیں بلکہ جان دینا واسطے اعلاء کلمۃ اللہ کے

شہادت ہے (کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من قاتل فی سبیل اللہ لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا) اور کربلا کے معرکہ میں یہ بات کہاں پائی جاتی ہے۔ وہاں تو صرف یہ بات تھی کہ یزید کے لشکر نے بحکم یزید یہ چاہا کہ آپ یزید کی سلطنت میں داخل ہو جائیے اور یزید کو بادشاہِ وقت تسلیم کر لیجئے! مگر امام حسین نے یزید کو بادشاہ وقتی نہیں تسلیم کیا اور صاف انکار کر کے یہ فرمایا (ما عندی لھذا جواب) پس ایسی صورت میں یزید کے لشکر اگر سیاست سے کام نہ لیتے تو کیا کرتے۔ کیونکہ اسلام میں بھی تو سیاسی احکام موجود ہیں اور سیاست کا اقتضا تو یہی ہے کہ جو کوئی بادشاہ وقتی کی سلطنت سے انکار کرے اور بادشاہ کا مدِمقابل بننا چاہے تو اس کو مار ڈالو۔ چنانچہ صحاح ستہ میں تقریباً انہیں الفاظ کی حدیث ہے۔ (اذا اجتمع امرکم علی احد ثم جاء الاٰخر یرید عن الامر فاضربوا عنقہ) یعنی جبکہ امر سلطنت کسی ایک پر مجتمع ہو اور سلطنت کی باگ کسی ایک کے قبضہ میں آوے اور اس کے بعد کوئی دوسرا شخص مدِمقابل بننا چاہے تو اس کی گردن مارو۔ اور اس میں شک نہیں کہ احکامِ شریعت عام ہیں۔ اہلِ بیت وغیرہ سب اس میں یکساں شامل ہیں۔ پس اگر یزید کے لشکر نے اس حدیث پر عمل کیا اور امام حسینؓ جو ان کے مدِمقابل بننا چاہتے تھے تو انہوں نے کیا بیجا کیا۔ کیونکہ امام حسینؓ مکہ معظمہ سے اسی خیال پر گئے تھے کہ تخت نصیب ہوگا باوجودیکہ ابن عباس وغیرہ تجربہ کار صحابہ کرام ان کو منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ اہلِ کوفہ کے خطوط پر نہ اعتماد نہ کیجئے مگر امام حسین نے نہیں مانا اور اہلِ کوفہ نے جو متعدد خطوط ان کو لکھے تھے کہ آپ آئیے جب آپ تشریف لائیں گے تو ہم سب تمہارے ساتھ ہو جائینگے اور یزیدیوں کو نکال کر آپ کو تخت پر بٹھائیں گے۔ چنانچہ آپ نے اُن کے خطوط پر بھروسہ کیا اور گئے مگر اہلِ کوفہ نے وفا نہیں کی اور کسی نے ساتھ نہیں دیا اور اس لئے (کوفی لا یُوفی) مشہور ہوا۔ چونکہ یزیدیوں کو خبر لگی کہ امام حسین ہمارے مدِمقابل بننے کے لئے آئے۔ اس لئے انہوں نے یہ چالاکی کی کہ آپ کو کوفہ میں آنے ہی نہیں دیا بلکہ راہ میں اور فراط کے اس پار آپ کو روک دیا۔ طرح طرح کی کوشش کی کہ امام حسین یزید کو بادشاہِ وقت تسلیم کریں اور قتال کی نوبت نہیں آئے۔ چنانچہ پانی بند کیا اور ہر قسم قسم کی تکالیف دیں تاکہ امام صاحب کسی طرح مان جائیں اور قتال کا موقع درمیان میں نہ آئے۔ جب یزیدی مجبور ہوئے تو انہوں نے عملاً بالحدیث المذکور سیاست سے کام لیا۔ پس شہادت کیوں ہوئی اور یہ بھی نہیں کہا جاتا کہ یزید کو بادشاہ وقت تسلیم کرنا ناجائز تھا۔ اس لئے امام حسین نے تسلیم نہیں کیا۔

اورجان دے دی۔ کیونکہ یزید کو بہت سے صحابہ کرام نے بادشاہِ وقت مان لیا تھا اور اُن میں سے بہت ایسے بھی تھے جو مرتبے میں بحکم قرآن امام حسین سے بڑے تھے (قال اللہ تعالیٰ لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا) یعنی فتح سے قبل جنہوں نے جہاد مالی و نفسی کیا ہے ان کا مرتبہ بہت بڑا ہے ان لوگوں سے جنہوں نے بعد فتح مکہ کے جہاد مالی و نفسی کئے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ امام حسین و نیز امام حسن نے نہ جہاد مالی اور نہ نفسی قبل فتح مکہ کئے کیونکہ یہ دونوں حضرات تو قبل فتح مکہ کے کم سن بچے تھے۔ پس وہ اصحاب کرام جنہوں نے قبل فتح مکہ کے جہاد مالی و نفسی کئے ہیں بحکم قرآن مرتبے میں بڑے ہوئے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان حضرات صحابہ میں سے بہت سے یزید کی سلطنت میں شامل تھے اور اس کو بادشاہِ وقت تسلیم کر لیا تھا۔ اس لئے یہ کہنا بھی غیر ممکن ہے کہ یزید کو بادشاہ وقت ماننا گناہ کبیرہ تھا اور اس حدیث پر (لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق) امام حسین نے عمل کیا اور جان دے دی۔ کیونکہ اگر ایسا مانا جائے گا تو ان صحابہ پر فسق کا الزام عائد ہوگا۔ جس کو کوئی سُنی کہہ نہیں سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یزید کو بادشاہِ وقت تسلیم کرنا گناہ نہ تھا کیونکہ یزید دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو فاسق مسلمان مانا جائے گا یا کافر مانا جائے گا۔ اگر کافر بھی مانا جائے گا تو کافر کی اطاعت بھی فی غیر معصیۃ در وقت مجبوری جائز ہے۔ (قال اللہ تعالیٰ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰىۃً) اور اس میں کوئی شک نہیں کہ واقعہ کربلا میں یزید کے غلبہ کو دیکھ کر ضرور یہ کہنا صحیح ہے کہ امام حسین کو اس آیت پر عمل کرنا ضرور جائز تھا مگر انہوں نے کیوں عمل نہیں کیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اُن کی شان میں وارد ہے (سیدا شباب اھل الجنۃ) کیونکہ اس سے اور شہادت سے کوئی تعلق نہیں۔ اور یہ حدیث بھی بہ تقدیر صحت کے بطور عموم کے قابل نہیں کیونکہ صحابہ کرام میں سے بہت سے شاب ہوں گے جو (من انفق من قبل الفتح و قاتل) میں داخل ہیں۔ پس اُن کا مرتبہ یقیناً حسین سے بڑا ہے اور یہ بھی نہیں کہ شہادت پر اجماع ہے کیونکہ اجماع کے لئے سند درکار ہے (و این ھو) یہ البتہ ممکن ہے کہ کہا جائے کہ امام حسین سے غلطی اجتہادی ہوئی اس لئے انہوں نے جان دے دی مگر اس میں میرا کلام نہیں کلام تو اس میں ہے کہ ہم لوگ کس دلیل کی بنا پر ان کو شہید سمجھیں گے۔ کیونکہ مجتہد کی غلطی صرف ان کے

حق میں کام آنے والی ہے کہ کم از کم ایک اجر اُن کو ملا، غیروں کے لئے حجت نہیں ہو سکتی۔ فقط۔ جناب کی عادتِ شریفہ یہ ہے کہ ضرور جواب دیتے ہیں مگر نہ معلوم کس وجہ سے مجھے جواب نہیں دیتے ہیں بہرحال ملتمس ہوں کہ جواب سے ارشاد فرمائیے۔ جواب تفصیلی ہو تاکہ دوبارہ تکلیف دہی کی نوبت نہ آئے فقط

جواب:۔ یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔ دوسرے صحابہ نے جائز سمجھا حضرت امام نے ناجائز سمجھا۔ اور گو اکراہ میں انقیاد جائز تھا مگر واجب نہ تھا اور متمسک بالحق ہونے کے سبب یہ مظلوم تھے اور مقتول مظلوم شہید ہوتا ہے۔ شہادت غزوہ کے ساتھ مخصوص نہیں بس ہم اسی بنائے مظلومیت پر اُن کو شہید مانیں گے۔ باقی یزید کو اس قتال میں اس لئے معذور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد سے اپنی تقلید کیوں کراتا تھا خصوص جبکہ حضرت امام آخر میں فرمانے بھی لگے تھے کہ مَیں کچھ نہیں کہتا۔ اس کو تو عداوت ہی تھی۔ چنانچہ امام حسن کے قتل کی بنا یہی تھی۔ اور مسلط کی اطاعت کا جواز الگ بات ہے مگر مسلط ہونا کب جائز ہے۔ خصوص نااہل کو۔ اس پر خود واجب تھا کہ معزول ہو جاتا۔ پھر اہلِ حل و عقد کسی اہل کو خلیفہ بناتے۔ (امداد الفتاویٰ ص۱۵۰)

ف! سائل نے اپنے سوال میں جو شبہات وارد کئے ہیں ان کا تفصیلی جواب اس کتاب کے گذشتہ اور آئندہ صفحات میں بفضلہٖ تعالیٰ ناظرین کو واضح طور پر مل جائے گا۔ اس فتوے کے نقل کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ معلوم ہو جائے کہ جناب تھانوی صاحب کے نزدیک یزید کی حیثیت کیا ہے اور آج بعض دیوبندی کہلانے والے یزید کو کیا سمجھ رہے ہیں۔

مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی فرماتے ہیں:۔

بعض ائمہ نے جو یزید کی نسبت کفر سے کفِ لسان کیا ہے وہ احتیاط ہے کیونکہ قتلِ حسین کو حلال جاننا کفر ہے۔ مگر یہ امر کہ یزید حلال قتل کو جانتا تھا محقق نہیں لہٰذا کافر کہنے سے احتیاط رکھے مگر فاسق بے شک تھا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۲)

یہی گنگوہی صاحب دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

یزید کے وہ افعال ناشائستہ ہرچند موجب لعن کے ہیں مگر جس کو محقق اخبار سے اور قرائن سے معلوم ہو گیا کہ وہ ان مفاسد سے راضی و خوش تھا اور ان کو مستحسن اور جائز جانتا تھا اور بدوں توبہ کے مرگیا تو وہ لعن کے جواز کے قائل ہیں اور مسئلہ یونہی ہے۔ اور جو علماء اس میں تردد رکھتے ہیں کہ اول میں وہ مومن تھا

اس کے بعد ان افعال کا وہ مستحل تھا یا نہ تھا اور ثابت ہوا یا نہ ہوا تحقیق نہیں ہوا۔ پس بدوں تحقیق اس امر کے لعن جائز نہیں۔ لہٰذا وہ فریق علماء کا بوجہ حدیث منع لعن مسلم کے لعن سے منع کرتے ہیں اور یہ مسئلہ بھی حق ہے۔ پس جواز لعن و عدم جواز کا مدار تاریخ پر ہے اور ہم مقلدین کو احتیاط سکوت میں ہے۔ کیونکہ اگر لعن جائز ہے تو لعن نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لعن نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب۔ محض مباح ہے اور جو وہ محل نہیں تو خود مبتلا ہونا معصیت کا اچھا نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۹/۱)

مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں:۔

بالجملہ بر اصول اہل سنت حال یزید بہ نسبت سابق متبدل شود نزد بعض کافر شد و نزد بعض کفر او متحقق نہ گشت۔ اسلام سابق مخلوط بفسق لاحق شد۔ اگر حضرت امام کافر ش پنداشتند در خروج بر وجہ خطا کردند۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ را ہمیں خاطر پسند خاطر افتاد مگر چنانکہ ممکن است کہ کفر کسے نزدیک متحقق شود و نزد دیگراں نشود ہمچنیں خروج بر و در حق ایں و آں مختلف خواہد بود۔ اتفاق در تکفیر و تفسیق و تعدیل و تجریح کسے از ضروریات دینی یا از بدیہات عقلی نیست۔
(مکتوبات شیخ الاسلام ص ۲۵۸/۱)

الحاصل اہل سنت کے اصول پر یزید کی پہلی حالت بدل گئی۔ بعض کے نزدیک وہ کافر ہو گیا اور بعض کے نزدیک اس کا کفر متحقق نہ ہوا بلکہ اس کا پہلا اسلام فسق کے ساتھ مخلوط ہو گیا۔ اگر امام حسین نے اس کو کافر سمجھا تو اس پر خروج کرنے میں کیا غلطی کی؟ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو یہی بات پسند آئی۔ چنانچہ ممکن ہے کہ کسی کا کافر ہونا ایک شخص کے نزدیک ثابت ہو اور دوسروں کے نزدیک ثابت نہ ہو۔ اسی طرح اس پر خروج کرنے میں بھی اختلاف ہو جائے گا اور تکفیر، تفسیق، تعدیل اور تجریح وغیرہ میں کسی کا اتفاق کرنا ضروریات دینی یا بدیہات عقلی میں سے نہیں ہے۔

مولوی محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں:۔

بہرحال یزید کے فسق و فجور پر جبکہ صحابہ کرام سب کے سب ہی متفق ہیں۔ خواہ متابعین ہوں یا مخالفین۔ پھر ائمہ مجتہدین بھی متفق ہیں اور ان کے بعد علماء راسخین محدثین فقہاء مثل علامہ قسطلانی۔ علامہ بدرالدین عینی۔ علامہ ہیثمی۔ علامہ ابن جوزی۔ علامہ سعدالدین تفتازانی۔ محقق ابن ہمام۔ حافظ ابن کثیر۔ علامہ الکیا الہراسی جیسے محققین یزید کے فسق پر علماء سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اسی کے

قائل ہیں ــــــ تو اس سے زیادہ یزید کے فسق کے متفق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے ؟
(شہیدِ کربلا اور یزید ص۱۵۹)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :۔

فسق تو فسق بعض ائمہ کے یہاں تو یزید کی تکفیر تک کا مسئلہ بھی زیرِ بحث آگیا۔ یعنی جن کو ان کے قلبی دواعی اور اندرونی جذبات کھلنے پر ان کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس پر کفر تک کا حکم لگادیا گویا جمہور کا مسلک نہیں لیکن اس سے کم از کم اس کے فسق کی تصدیق اور تائید تو ضرور ہو جاتی ہے۔ (شہیدِ کربلا اور یزید ص۱۴۳)

اِن تمام احادیث اور روایات سے یزید کا کردار، اس کی سیرت اور اس کا مقام اظہر من الشمس ہے، تمام صحابہ کرام۔ ائمہ عظام اور علماءِ اعلام اس کے فاسق و فاجر اور ظالم و شرابی ہونے پر متفق ہیں اور جہاں تک اس کے کافر ہونے اور مستحقِ لعنت ہونے کا تعلق ہے اس میں اختلاف ہے۔ بعض نے کھلم کھلا اس کی تکفیر کی اور اس پر لعنت کرنا جائز قرار دیا۔ اور بعض نے اس سے منع اور بعض نے سکوت اختیار کیا۔ کما مرّ۔ لیکن یہ کہنا کہ وہ عالم و فاضل، متقی پرہیزگار، نہایت صالح اور پابندِ صوم وصلوٰۃ اور حد درجہ کریم النفس اور حلیم الطبع وغیرہ تھا۔ بالکل جھوٹ اور سراسر غلط ہے۔ جس کا اصل حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ ایسا عقیدہ و نظریہ اسی کا ہو سکتا ہے جس کے دل میں اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کے بُغض اور نفاق کا مرض ہو۔

اب خود یزید کے ہم عصر حضرات صحابہ و تابعین کا یزید کے متعلق بیان ملاحظہ ہو۔

یزید کے ہم عصر حضرات صحابہ و تابعین کا یزید کے متعلق بیان

حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

فواللہ ما خرجنا علی یزید حتی خفنا ان نرم بالحجارۃ من السماء ان رجلا ینکح الامہات والبنات والاخوات ویشرب الخمر ویدع الصلوٰۃ (طبقات ابن سعد ص۶۶ ج۵ ابن اثیر ص۴۱ ج۴)

خدا کی قسم! ہم یزید کے خلاف اس وقت اٹھ کھڑے ہوئے جبکہ ہمیں یہ خوف لاحق ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کی وجہ سے ہم پر آسمان سے پتھر نہ برس پڑیں۔ کیونکہ یہ شخص (یزید) ماؤں بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ نکاح جائز قرار دیتا اور شراب پیتا اور نمازیں چھوڑتا تھا۔

حضرت عمر بن سبیئہ فرماتے ہیں کہ یزید نے اپنے والد کے حین حیات میں ایک حج کیا۔ جب وہ مدینہ منورہ پہنچا تو اس نے شراب کی مجلس قائم کی۔ اتفاق سے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے اور ملاقات کی اجازت چاہی تو ابنِ عباس کو تو روک دیا گیا اور امام حسین کو اندر آنے کی اجازت دی گئی۔ جب آپ تشریف لائے تو آپ نے کہا سبحان اللہ! یہ خوشبو کیسی ہے؟ یزید نے کہا یہ ایک خوشبو ہے جو شام میں بنتی ہے!

ثم دعا بقدح فشربہ ثم دعا باخر فقال اسق ابا عبداللہ! فقال لہ الحسین علیک شرابک ایہا المرء لا عین علیک منی فقال یزید الا یا صاح للعجب۔ دعوتک ذا ولم تجب۔ الی الفتیات والشہوات والصہبا والطرب و باطیۃ مکللۃ علیہا سادۃ العرب وفیہن التی تبلت فؤادک ثم لم تتب فنہض الحسین وقال بل فؤادک یا ابن معاویۃ تبلت (ابن اثیر ص۲۵ ج۴)

پھر اس نے شراب کا ایک پیالہ منگوایا اور پیا۔ پھر دوسرا منگوا کر کہا لو ابو عبداللہ، پیو! امام حسین نے فرمایا۔ یہ تو اپنے پاس ہی رکھ میں دیکھتا بھی نہیں، یزید نے یہ اشعار پڑھے۔ اے دوست سخت تعجب ہے کہ میں تجھ کو عیش کی دعوت دیتا ہوں اور تو قبول نہیں کرتا۔ نوجوان لڑکیاں، شہوات، طرب اور مرصع خم جن پر عرب کے سردار جمع ہوتے ہیں۔ ان نازنین عورتوں میں وہ بھی ہے جس کی تمہارے دل میں محبت ہے۔

پھر بھی تم رجوع نہیں کرتے ؟ امام حسین کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے ابن معاویہ! بلکہ تمہارے دل پر اس کا قبضہ ہے۔

علامہ ابن جوزی امام قرطبی اور امام طبرانی رحمہم اللہ نقل فرماتے ہیں کہ واقعۂ کربلا کے بعد یزید نے اپنے چچا زاد بھائی عثمان بن محمد بن ابوسفیان کو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر کیا اور اس کو کہا کہ اہلِ مدینہ سے میری بیعت لے۔ اس نے مدینہ طیبہ آکر ایک وفد تیار کیا اور اس کو بغرض بیعت یزید کے پاس بھیجا۔ یزید نے ان کو ہدیئے اور تحفے وغیرہ دیئے مگر بایں ہمہ یزید کے متعلق اس وفد کا بیان یہ ہے۔

فلما رجع الوفد اظهروا شتم يزيد وقالوا قدمنا من عند رجل ليس له دين يشرب الخمر ويعزف بالطنابير ويلعب بالكلاب وانا نشهدكم انا قد خلعناه ...... وقال عبد الله ابن ابي عمرو بن حفص المخزومي قد خلعت يزيد كما خلعت عمامتي ونزعها عن رأسه واني لأقول هذا وقد وصلني واحسن جائزتي ولكن عدو الله سكير وقال آخر قد خلعته كما خلعت نعلي حتى كثرت العمائم والنعال (وفاء الوفاء ص ۸۹ / ۱)

پس جب وہ وفد واپس لوٹا تو انہوں نے یزید کی برائیاں ظاہر کیں اور کہا کہ ہم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہیں جس کا کوئی دین نہیں وہ شراب پیتا اور طنبورے بجاتا کہ گانے بجانے والے اس کے پاس بیٹھے گاتے بجاتے رہتے ہیں۔ اور وہ کتوں کے ساتھ کھیلتا رہتا ہے۔ ہم تمہارے سامنے گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے اس کی بیعت توڑ دی۔ .... عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص مخزومی نے کہا اگرچہ یزید نے مجھے صلہ وانعام دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ دشمنِ خدا شرابی ہے اور میں اس کی بیعت سے اس طرح الگ ہوتا ہوں جسطرح اپنا یہ عمامہ اپنے سر سے الگ کرتا ہوں اور یہ کہہ کر اپنا عمامہ سر سے الگ کر دیا۔ ایک اور شخص نے کہا میں اس کی بیعت سے اس طرح نکلتا ہوں جس طرح میں اپنی اس جوتی سے نکلتا ہوں۔ پھر سب اس طرح کرنے لگے۔ یہاں تک کہ عماموں اور جوتیوں کا ڈھیر ہو گیا۔

حضرت منذر بن زبیر رضی اللہ عنہ نے علی الاعلان لوگوں کے سامنے کہا۔

انه قد اجازني بمائة الف ولا يمنعني ما صنع بي ان اخبركم خبره والله انه يشرب

کہ بیشک یزید نے مجھے ایک لاکھ درہم انعام دیا ہے مگر اس کا یہ سلوک مجھے اس امر سے باز

الخمر واللہ انہ لیسکر حتی یدع الصلوٰۃ
(ابن اثیر ص ۴۲، وفاء الوفاء ص ۸۹)

نہیں رکھ سکتا کہ میں تمہیں اس کا حال نہ سناؤں خدا کی قسم وہ شراب پیتا ہے اور اسے اس قدر نشہ ہو جاتا ہے کہ وہ نماز ترک کر دیتا ہے۔

امام الاولیاء حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ نے

واستخلافہ بعدہ ابنہ سکیرا خمیرا یلبس الحریر و یضرب بالطنابیر،
(ابن اثیر ص ۱۹۳)

اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنایا جو حد درجے کا نشہ باز۔ شرابی۔ ریشمی کپڑے پہننا اور طنبور سے بجاتا تھا

جب امیر معاویہ نے یزید کو ولی عہد بنانے کا فیصلہ کیا اور مختلف شہروں سے لوگوں کو جمع کیا تو اس اجتماع میں لوگوں نے تقریریں کیں۔ یزید بن مقنع العذری نے کہا:۔

فقال ھذا امیر المؤمنین واشار الی معاویۃ فان ھلک فھذا واشار الی یزید ومن ابیٰ فھذا واشار الی سیفہ فقال معاویۃ اجلس فانت سید الخطباء۔
(ابن اثیر ص ۲۰)

یہ امیر المومنین معاویہ ہیں۔ ان کی وفات کے بعد یہ یزید امیر المومنین ہوگا۔ اگر کسی نے انکار کیا تو اس کا فیصلہ یہ تلوار کرے گی۔ امیر معاویہ نے کہا۔ آپ بیٹھ جائیے! آپ سید الخطباء ہیں۔

حضرت امیر معاویہ نے حضرت احنف بن قیس بصری سے جو ابھی تک خاموش تھے فرمایا ابوالجر! تم کیا کہتے ہو؟

فقال نخافکم ان صدقنا و نخاف اللہ ان کذبنا وانت یا امیر المومنین اعلم بیزید فی لیلہ و نھارہ و سرہ و علانیتہ و مدخلہ و مخرجہ فان کنت تعلمہ للہ تعالیٰ و للامۃ رضا فلا تشاور فیہ وان کنت تعلم فیہ غیر ذٰلک فلا تزودہ الدنیا وانت صائرا الی الاٰخرۃ وانما علینا ان نقول

انہوں نے کہا اگر ہم سچ کہیں تو آپ لوگوں کا ڈر ہے اور اگر جھوٹ کہیں تو اللہ کا خوف ہے امیر المومنین! آپ یزید کے لیل و نہار، ظاہر و باطن اور خلوت و جلوت سے خوب واقف ہیں۔ اگر آپ اس کو اللہ تعالیٰ اور امت کے لئے واقعی پسندیدہ و بہتر خیال کرتے ہیں تو اس کے لئے کسی سے مشورہ لینے کی ضرورت نہیں اور

سمعنا وطعنا وقام رجل من اهل الشام فقال ما ندری ما تقول هذه المدینة العراقیة وانما عندنا سمع وطاعة وضرب وازدلاف (ابن اثیر صفحہ ۲ ج ۳)

اگر آپ اُس کے متعلق اس کے علاوہ خیال رکھتے ہیں تو راہیٔ آخرت ہوتے ہوئے اس معاملہ کو توشۂ دنیا بنا کر اس کے حوالے نہ کیجئے، ویسے ہمارا کام تو یہی ہے کہ ہم کہہ دیں سمعنا واطعنا کہ ہم نے سُنا اور مانا۔ اس پر شامیوں میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ معدی عراقی لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ بات یہ ہے کہ ہمارے پاس سمع و اطاعت بھی ہے اور تلوار و قوت بھی ہے۔

حضرت محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ جو مدینہ منورہ سے آئے تھے، انہوں نے فرمایا:۔

ان کل راع مسئول عن رعیتہ فانظر من تولی امر امۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فاخذ معاویۃ بھر حتی جعل یتنفس فی یوم شات ثم وصلہ وصرفہ۔ (ابن اثیر صفحہ ۱۹۹)

کہ بے شک ہر راعی سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائے گا۔ لہٰذا آپ دیکھ لیجئے کہ آپ اُمّتِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے امور کا والی کس کو بنا رہے ہیں؟ یہ سُن کر امیر معاویہ کچھ ایسی سوچ میں پڑ گئے کہ کافی دیر تک سر کو جھکائے رکھا اور سردی کے موسم میں ان کا سانس پھولنے لگا پھر ان کو انعام دے کر واپس پھیر دیا۔

حضرت معقل بن سنان رضی اللہ عنہ یزید کی غیر شرعی حرکات کی وجہ سے اس کے سخت مخالف تھے۔ حضرت معاویہ نے جب یزید کی بیعت کے لئے ممالکِ محروسہ سے وفود طلب کیے تو ان کو بھی مدینہ والوں کے ساتھ زبردستی بیعت کے لئے بھیجا گیا۔ جب یہ شام پہنچے تو انہوں نے یزید کے ندیم خاص مسلم بن عقبہ مسرف کے سامنے یہ کہا:۔

انی خرجت کرھا بیعۃ ھذا الرجل وقد کان من القضاء والقدر خروجی الیہ رجل یشرب الخمر وینکح الحرم ثم نال منہ فلو یترك ثم قال لمسرف احببت ان اضع ذلك عندك فقال مسرف اما ان اذکر ذلك لامیر المؤمنین یومی ھذا فلا واللہ لا افعل ولکن للہ علیّ

مَیں اس شخص (یزید) کی بیعت کے لئے جبراً بھیجا گیا ہوں اور میرے آنے کو قضاء و قدر کے سوا کیا کہا جائے۔ جو شخص شراب پیتا ہو اور محرمات کے ساتھ نکاح کرتا ہو (وہ کس طرح مستحق بیعت ہے) پھر انہوں نے یزید کی تمام بُرائیاں کیں اور مسرف سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ بات تم اپنے تک

عهدٍ وميثاق الا تمكني يداي منك ولي عليك مقدرة الا ضربت الذي فيه عيناك

(طبقات ابن سعد ص۲۸۳ ج۴)

رکھنا۔ مسرف نے کہا میں آج تو امیرالمومنین سے اس کا ذکر نہ کروں گا۔ لیکن یہ میں نے یہ پکا عہد کر لیا ہے کہ جب موقع ملے گا اور میں تم پر قابو پالوں گا تو ایسی ضرب لگاؤں گا جس میں تمہاری آنکھیں بند ہو جائیں گی۔ یعنی موت کی نیند سلا دوں گا۔

دینوری کا بیان ہے کہ حضرت معقل نے یہ بھی کہا تھا کہ میں مدینہ منورہ واپس جاکر اس فاجر فاسق کی بیعت توڑ کر مہاجرین میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کروں گا۔ (اخبار الطوال ص۲۷۶)

چنانچہ انہوں نے جو کچھ کہا تھا کر دکھایا۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حجاز میں خلافت کا دعویٰ کیا تو انہوں نے بیعت کی۔ مسلم بن عقبہ مسرف اس وقت تو ان پر قابو نہ پا سکا لیکن ایام حرہ میں جب وہ مدینہ طیبہ آیا اور قتل و غارت کیا تو حضرت معقل بھی مدینہ طیبہ کے لوگوں کے ساتھ گرفتار ہوئے اور اس کے سامنے پیش کئے گئے۔ معقل پیاسے تھے۔ مسلم نے کہا پیاسے معلوم ہوتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں! مسلم نے شربت بادام بنانے کا حکم دیا۔ پلا کر کہا کہ اب کسی مفرح چیز کی خواہش نہیں کر سکو گے۔ پھر نوفل بن مساحق کو حکم دیا کہ اٹھ اور اس کی گردن مار دے۔ فوراً حکم کی تعمیل ہوئی اور یہ صحابیٔ رسول اس کے ظلم کا شکار ہو گئے۔ (ابن سعد ص۲۸۳ ج۴)

خود یزید کے ساتھی ابن زیاد کے نزدیک یزید کا مقام کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وبعث الى عبيد الله بن زياد يامره بالمسير الى المدينة ومحاصرة ابن الزبير بمكة فقال والله لا اجمعهما للفاسق قتل ابن رسول الله وغزو الكعبة ثم ارسل اليه يعتذر۔

(ابن اثیر ص۴۵ ج۴)

پھر یزید نے عبیداللہ بن زیاد (گورنر کوفہ) کو مدینہ منورہ پر چڑھائی کرنے اور مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کرنے کا پیغام بھیجا تو اس نے کہا خدا کی قسم! میں اس فاسق (یزید) کے لئے قتل ابن رسول اللہ (جو پہلے کر چکا ہوں) اور کعبہ میں لڑائی دونوں کو اپنے لئے جمع نہیں کروں گا۔ پھر اس نے یزید کی طرف معذرت نامہ بھیج دیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

کی خبر ملی تو انہوں نے لوگوں کے سامنے جو تقریر کی ملاحظہ ہو :-

"اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کے بعد فرمایا۔ عراق میں سوائے چند افراد کے سب غدار اور فاجر ہیں خصوصًا اہلِ کوفہ بڑے شریر ہیں۔ انہوں نے حضرت حسین کو بلایا کہ وہ اُن کی ضرور مدد کریں گے اور اُن کو اپنا والی بنائیں گے، اور جب حضرت حسین ان کے پاس گئے تو وہ دشمن کے ساتھ مل کر ان پر حملہ آور ہو گئے اور کہا تم اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھوں میں دے دو تو ہم تمہیں ابن زیاد بن سمیہ کے پاس بھیج دیں گے تاکہ تمہارے معاملے میں اپنا حکم جاری کرے یا پھر ہم سے جنگ کرو! امام حسین نے دیکھا کہ وہ اور ان کے اصحاب تعداد میں قلیل ہیں اور ان کے مقابلے میں لوگ بہت زیادہ ہیں۔ بایں ہمہ انہوں نے ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کے قاتل کو ذلیل کرے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ اہلِ عراق نے جو ان کی نافرمانی کی اور غدار بن کر مخالفت کی دوسروں کے لئے نصیحت حاصل کرنے اور اہلِ عراق سے باز رہنے کے لئے کافی ہے جو مقدور ہو چکا ہے وہ ہو کر رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی امر کا ارادہ فرما لیتا ہے تو اسے روکا نہیں جا سکتا۔ کیا امام حسین کے واقعے کے بعد ہم اہلِ عراق سے مطمئن ہو سکتے ہیں اور ان کو سچا سمجھ سکتے ہیں؟ اور ان کے وعدوں کو قبول کر سکتے ہیں؟ نہیں خدا کی قسم! ہم اُن کو اس کا اہل نہیں سمجھتے واللہ لقد قتلوہ طویلا باللیل قیامہ کثیرا فی النہار صیامہ احق بما ھم فیہ منھم واولیٰ بہ فی الدین والفضل اما واللہ ماکان یبدل بالقراٰن غیا ولا بالبکاء من خشیۃ اللہ حدا ولا بالصیام شرب الخمر ولا بالمجالس فی حق الذکر بکلاب الصید یعرض بزید فسوف یلقون غیا۔ (ابن اثیر صفحہ ۲)

خدا کی قسم! بلاشبہ انہوں نے ایسے شخص (امام حسین) کو قتل کیا ہے جو قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ جو اُن سے اِن امور (حکومت) کے زیادہ حقدار تھے اور اپنے دین اور فضیلت و بزرگی میں ان سے بہت بہتر تھے۔ خدا کی قسم! وہ قرآن شریف کے بدلے گمراہی پھیلانے والے نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے خوف سے ان کے گریہ و بکا کی کوئی انتہا نہ تھی وہ روزوں کو شراب کے پینے سے نہ بدلا کرتے تھے۔ اور نہ ان کی مجلسوں میں ذکرِ الٰہی کی بجائے شکاری کتوں کا ذکر ہوتا تھا۔ یہ باتیں انہوں نے یزید کے متعلق کہی تھیں۔ پس عنقریب یہ لوگ جہنم کی وادی غی میں جائیں گے۔

اور انہوں نے ہی یزید کے یہ عیوب بیان کئے :-

و عاب یزید بشرب الخمر وللعب بالکلاب والتهاون بالدین واظهر ثلبه ،
(حیوٰۃ الحیوان صـ۶ـ)

کہ یزید شراب پینے اور کتوں کے ساتھ کھیلنے اور دین کی تحقیر و توہین کرنے میں مشہور ہے۔ اور اسی طرح اس کی بہت سی برائیاں ظاہر کیں۔

رہا حضرت محمد بن حنفیہ کا یزید کے پاس جا کر قیام کرنا اور اس کے پکا نمازی ہونے، نیکوکار ہونے عالم و فاضل اور متبع سُنّتِ نبوی ہونے کی شہادت دینا۔ اس کے متعلق صرف یہی جواب کافی ہے کہ یہ کسی سند صحیح سے ثابت نہیں ہے۔ ابن کثیر نے بھی البدایہ والنہایہ میں اس کو بلا سند روایت کیا ہے جو معتبر نہیں ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک مرتبہ ایک شخص نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے اس کو امیر المؤمنین کہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سخت ناراض ہو کر فرمایا تقول امیرالمؤمنین ! و امربه فضرب عشرین سوطا۔ تو یزید کو امیر المؤمنین کہتا ہے ! پھر اس کو (بطور سزا) بیس کوڑے لگوائے۔ (تہذیب التہذیب صـ۳۶۱ـ/۱۱)

سوال نمبر ۴

اگر یزید واقعی فاسق و فاجر اور ظالم و شرابی وغیرہ تھا تو ان صحابہ کرام کے بارے میں کیا کہا جائے گا جنہوں نے اس کی بیعت کر لی تھی۔ انہوں نے اس کی بیعت کیوں کی۔ کیا ان پر فاسق و فاجر کی بیعت کا الزام عائد نہیں ہوتا؟ اگر نہیں ہوتا تو پھر امام حسین پر الزام عائد ہوتا ہے کہ انہوں نے یزید کی بیعت سے کیوں انکار کیا اور کیوں اس پر خروج کیا؟

اب ان دو صورتوں میں سے ایک صورت کو لازماً اختیار کرنا پڑے گا۔

(۱) اگر امام حسین حق پر تھے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے یزید کی بیعت کی یقیناً غلطی پر تھے۔ اور ان پر فسق کا الزام عائد ہو گا۔

(۲) اور اگر وہ صحابہ کرام حق پر تھے تو حضرت امام غلطی پر تھے اور اُن پر خروج و بغاوت کا الزام عائد ہو گا؟

جواب وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے یزید کی بیعت کی تھی وہ بھی حق پر تھے اور حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ بھی حق پر تھے۔ کسی پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ دونوں نے شریعتِ مطہرہ پر عمل کیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شریعت مقدسہ کے احکام دو قسم پر ہیں۔ مبنی بر رخصت اور مبنی بر عزیمت۔ مثلاً

ایک مسلمان ظالموں یا کافروں کے نرغہ میں آجاتا ہے اور وہ اس کو کلمات کفریہ کہنے پر مجبور کرتے ہیں اور بصورتِ دیگر اس کو طرح طرح کی دھمکیاں دیتے ہیں کہ تجھے مار دیا جائے گا یا تیری عزت و آبرو لوٹ لی جائے گی۔ یا تیرا مال چھین لیا جائے گا۔ اور وہ مسلمان بھی قوی آثار و علامات سے یہ سمجھتا ہے کہ اگر میں

ان کے کہنے کے مطابق کلماتِ کفریہ نہیں کہوں گا تو واقعی ان کے ظلم وستم کا شکار ہو جاؤں گا اور کہہ دوں گا تو بچ جاؤں گا تو اس بے بسی کے عالم میں شریعت نے اس کو اجازت دی ہے کہ وہ اُن کے ظلم وستم سے بچنے کے لئے زبان سے کفریہ کلمات کہہ دے مگر شرط یہ ہے کہ اس کا دل ایمان وحق پر مطمئن ہو۔ اس کا نام ہے "رخصت"۔ چونکہ شریعت نے اسکو اسکی اجازت دی ہے اور اس نے شریعت کے حکم پر عمل کیا ہے لہٰذا ہم اس پر کسی قسم کا الزام عاید نہیں کرسکتے۔ اگر ہم اس پر الزام عائد کریں گے تو یہ ہماری نادانی ہوگی اور اگر وہ ظالموں اور کافروں کے سامنے حق اور ایمان پر ڈٹ جائے اور ان کے ظلم وستم کو برداشت کر لے اور زبان پر کلمات کفریہ نہ لائے یہاں تک کہ جان دے دے تو وہ مجاہد اور شہید ہے اور شریعت نے اس کو افضل جہاد قرار دیا ہے۔ اس کا نام ہے "عزیمت" اور یہ رخصت سے افضل ہے۔ تو جس نے شریعت کے حکم کے مطابق افضل جہاد کیا ہے ہمیں ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم اس پر بھی کسی قسم کا الزام عائد کریں اگر ہم اس پر الزام عائد کریں گے تو یہ ہماری حماقت ہوگی۔

شریعت مطہرہ کے اس اصول کے مطابق جن صحابہ کرام نے یزید کی بیعت کر لی تھی اس کو خلیفہ برحق یا امامِ عادل سمجھ کر نہیں کی تھی بلکہ آپس کے جدال و قتال اور فتنہ و فساد اور اس کے ظلم و شر سے بچنے کے لئے کی تھی۔ لہٰذا ان کا عمل رخصت پر تھا۔ چنانچہ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں:۔

ولما حدث فی یزید ما حدث من الفسق اختلف الصحابة حینئذ فی شانه فمنهم من رأی الخروج علیه ونقض البیعة من اجل ذلك كما فعل الحسین وعبدالله ابن الزبیر ومن تبعهما فی ذلك ومنهم من اباه لما فیه من اثارة الفتنة وكثرة القتل مع العجز عن الوفاء به لان شوكة یزید یومئذ هی عصابة بنی امیة (مقدمہ ابن خلدون ص۱۷۱)

اور جب یزید میں فسق و فجور کی وہ باتیں پیدا ہو گئیں جو ہونی تھیں تو صحابہ میں اس کے بارے میں اختلافِ رائے ہو گیا۔ بعض نے اس کے فسق و فجور کی وجہ سے اس پر خروج یعنی اس کے خلاف کھڑے ہو جانے اور اس کی بیعت توڑنے کو ضروری سمجھا جیسا کہ حضرت امام حسین اور عبداللہ بن زبیر اور ان کے پیروؤں نے کیا۔ اور بعض نے فتنہ اور بہت زیادہ قتل و غارت کے خطرات اور ان کے روک تھام سے عجز محسوس کرتے ہوئے اس پر خروج کرنے سے انکار کیا۔ کیونکہ اس وقت یزید کی قوت و شوکت بنی اُمیّہ کی عصبیت تھی۔

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ جن صحابہ نے یزید کی بیعت کی اور اس پر خروج نہیں کیا۔

وہ اس کے خلیفۂ برحق یا امامِ عادل ہونے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ وہی فتنہ و فساد اور قتل و غارت سے بچنے کے لئے، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی تو اس پر قابو پانا مشکل ہوگا لہذا انہوں نے "رخصت" پر عمل کر لیا۔

اور امام عالی مقام حق اور ایمان پر ڈٹ گئے اور اس پر خروج کیا اور اس سلسلے میں یزیدیوں کے بے پناہ مظالم برداشت کئے۔ یہاں تک کہ اپنی اور اپنے رفقاء کی جانیں دے دیں مگر قدم پیچھے نہیں ہٹایا آپ کا عمل "عزیمت" پر تھا۔ آپ نے افضل ترین جہاد کیا۔ لہذا آپ مجاہد اعظم اور شہیدِ اکبر ہیں۔

اگر آپ ایسا نہ کرتے تو "عزیمت" کی مثال کیسے قائم ہوتی اور آنے والی نسلوں کے بہادر افراد ظالموں اور جابروں کے سامنے حق و صداقت پر ڈٹ جانے والے اولوالعزم مجاہد کس کی استقامت و جانبازی کو سامنے رکھتے۔ کس کی یاد ایسے مشکل اور کٹھن اوقات میں اُن کا سہارا اور ثابت قدمی کا باعث بنتی۔ اور یہ کیسے معلوم ہوتا کہ ایک فتح و کامرانی ایسی بھی ہوتی ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے:-

تیغِ لا چوں از میاں بیروں کشید ! از رگِ اربابِ باطل خوں کشید
نقشِ الا اللہ بر صحرا نوشت سطرِ عنوانِ نجاتِ ما نوشت

اسی طرح اگر رخصت کی مثال قائم نہ ہوتی تو آنے والی نسلوں کے وہ افراد جو حق و صداقت پر قائم ہوتے مگر ظالموں اور جابروں کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت نہ رکھتے یا مسلمانوں کے آپس کے جدال و قتال کو روکنے اور فتنہ و فساد سے بچنے کے لئے کس کے کردار و عمل کو سامنے رکھ کر رخصت پر عمل کرتے۔ اسی لئے تو رسولِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ اور اُن کی اقتدا ہدایت ہے۔ خواہ رخصت پر ہو یا عزیمت پر۔ چونکہ عزیمت افضل ہے تو عزیمت پر عمل بھی افضل ہوگا۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

اب دو صورتیں تھیں یا بخوفِ جان اس پلید کی وہ ملعون بیعت قبول کی جاتی کہ یزید کا حکم ماننا ہوگا اگرچہ خلافِ قرآن و سنت ہو یہ رخصت تھی۔ ثواب کچھ نہ تھا قال تعالیٰ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ ط (مگر جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو) یا جان دے دی جاتی اور وہ ناپاک بیعت نہ کی جاتی۔ یہ عزیمت تھی اور اس پر ثوابِ عظیم اور یہی ان کی شانِ رفیع کے شایاں تھی اسی کو اختیار فرمایا۔ (المحجۃ المؤتمنہ فی اٰیۃ الممتحنہ ص۹۶)

"رخصت" کے دلائل

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

الا من ولی علیہ وال فراٰہ یاتی شیئا من معصیۃ اللہ فلیکرہ ما یأتی من معصیۃ اللہ ولا ینزعن یدا من طاعۃ۔ (مسلم شریف ص ۱۲۹/۲، مشکوٰۃ شریف ص ۳۱۹)

خبردار! جس پر کوئی امیر والی ہو۔ پھر اس میں اللہ کی نافرمانی کا کوئی معاملہ دیکھے تو اس کو ناپسند کرے اور اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے۔

حضرت سلمہ بن یزید جعفی رضی اللہ عنہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:۔

یا نبی اللہ ارأیت ان قامت علینا امراء یسئلونا حقھم و یمنعون حقنا فما تأمرنا قال اسمعوا واطیعوا فانما علیھم ما حملوا وعلیکم ما حملتم۔ (مسلم شریف ص ۱۱، مشکوٰۃ شریف ص ۳۱۹)

اے اللہ کے نبی! بھلا فرمائیے تو اگر ہم پر ایسے امراء مسلط ہو جائیں جو ہم سے اپنا حق تو طلب کریں اور ہمارا حق ہم سے روک دیں تو ایسی حالت میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا سنو اور اطاعت کیونکہ ان پر ان کے اعمال کا بوجھ ہے اور تم پر تمہارے اعمال کا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا:۔

انکم سترون بعدی اثرۃ وامورا تنکرونھا قالوا فما تأمرنا یا رسول اللہ قال ادوا الیھم حقھم وسلوا اللہ حقکم۔ (بخاری و مشکوٰۃ ص ۳۱۹)

کہ تم میرے بعد ناحق ترجیح دینا اور ناپسندیدہ امور دیکھو گے۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! اس وقت ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا تم ان کے حقوق انہیں دو۔ اور اپنا حق اللہ سے مانگو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کیف انتم وائمۃ من بعدی یستاثرون بھذا الفیٔ قلت اما والذی بعثک بالحق اضع سیفی علیٰ عاتقی ثم اضرب بہ حتی القاک قال اولا

اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب میرے بعد حکام مالِ غنیمت میں ناحق تصرف کریں گے؟ میں نے عرض کیا، اس کی قسم جس نے آپ کو برحق

ادلك على خير من ذلك تصبر حتى تلقاني۔

(ابوداؤد۔ مشکوٰۃ ص۳۲۲)

مبعوث فرمایا ہے میں اس وقت اپنی تلوار اپنے کندھے پر رکھ لوں گا۔ پھر اس سے ماروں گا۔ یہاں تک کہ آپ سے آملوں گا۔ فرمایا کیا میں تمہیں اس سے اچھی بات نہ بتاؤں؟ تم صبر کرنا حتیٰ کہ مجھ سے آملو۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

تكون بعدي ائمة لا يهتدون بهداي ولا يستنون بسنتي وسيقوم فيهم رجال قلوبهم قلوب الشياطين في جثمان انس قال قلت كيف اصنع يا رسول الله ان ادركت ذلك قال تسمع وتطيع وان ضرب ظهرك واخذ مالك فاسمع واطع۔ (مسلم شریف ص۱۲۷ ج۲)

میرے بعد ایسے امراء ہوں گے جو میری ہدایت پر نہیں ہونگے اور نہ میری سنّت پر عمل پیرا ہونگے اور عنقریب ان میں ایسے افراد بھی کھڑے ہونگے کہ اُن کے انسانی جسموں میں دِل شیطانوں کے ہوں گے۔ یعنی بظاہر انسان اور بباطن شیطان حضرت حذیفہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر میں اُن کو پاؤں تو پھر کیسے کروں؟ فرمایا سنو اور مانو! اگرچہ تمہاری پیٹھ پر مارا جائے اور تمہارا مال چھین لیا جائے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ!

ايكون بعد هذا الخير شر كما كان قبله شر؟ قال نعم! قلت فما العصمة قال السيف قلت وهل بعد السيف بقية قال نعم تكون امارة على اقذاء وهدنة على دخن قلت ثم ماذا قال ثم ينشاء دعاة الضلال فان كان لله في الارض خليفة جلد ظهرك واخذ مالك فاطعه والا فمت وانت عاض على جذل شجرة۔

(مشکوٰۃ ص۴۶۳)

کیا اسلام کی نیکی کے بعد پھر بدی ہوگی جیسا کہ اسلام سے پہلے تھی؟ فرمایا ہاں! میں نے عرض کی اس سے بچنے کا کیا طریقہ ہوگا؟ فرمایا تلوار یعنی بذریعہ جنگ۔ میں نے عرض کی تلوار کے بعد بھی وہ برائی کچھ باقی رہے گی؟ فرمایا ہاں اس طرح کہ حکومت غلط طریقے پر قائم ہوگی لوگ اس کو خوش دلی سے تسلیم نہیں کریں گے بلکہ بجبر واکراہ اور مکر وفساد سے صلح ہو گی۔ میں نے عرض کی پھر کیا ہوگا؟ فرمایا پھر کچھ لوگ گمراہی کی طرف بلائیں گے پس اس وقت اگر کوئی اللہ کا خلیفہ ہو جو تمہاری پیٹھ پر دُرے مارے

اور تمہارا مال ضبط کرلے تو بھی تم اس اطاعت کرنا وگرنہ جنگل میں کسی درخت تک، نیچے گوشہ گیری کی حالت میں مرجانا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

السلطان ظل الرحمٰن فی الارض یأوی الیہ کل مظلوم من عبادہ فان عدل کان لہ الاجر و علی الرعیۃ الشکر وان جار او حاف وظلم کان علیہ الاصر وعلی الرعیۃ الصبر۔ (السراج المنیر شرح جامع الصغیر ص۳۳۲)

بادشاہ زمین پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے اللہ کے سب مظلوم بندے اس کی طرف، پناہ ڈھونڈتے ہیں پس اگر وہ عدل کرے گا اس کے لئے اجر و ثواب ہوگا اور رعیت پر شکر لازم ہوگا اور اگر وہ ظلم و ستم کرے گا اس پر سخت بوجھ ہوگا اور رعیت پر صبر کرنا ہوگا۔

"عزیمت" کے دلائل

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

افضل الجہاد من قال کلمۃ حق عند السلطان الجائر۔ (ترمذی۔ ابو داؤد۔ ابن ماجہ مشکوٰۃ)

افضل جہاد اس کا ہے جو ظالم بادشاہ کے پاس حق بات کہے۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔

یا کعب بن عجرۃ اعیذک باللہ من امارۃ السفہاء قلت یارسول اللہ وما امارۃ السفہاء قال یوشک ان تکون امراء ان حدثوا کذبوا وان عملوا ظلموا فمن جاءھم فصدقھم بکذبھم واعانھم علی ظلمھم فلیس منی ولست منہ ولا یرد علی حوضی غدا ومن لم یأتھم ولم یصدقھم ولم یعنھم علی ظلمھم فھو منی وانا منہ وھو یرد علی حوضی غدا۔ (کنز العمال ص۲۷۵ ج۳)

اے کعب بن عجرہ! میں تجھ کو بیوقوفوں کی حکومت سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! وہ بیوقوفوں کی حکومت کیا ہے؟ فرمایا عنقریب ایسے امراء ہوں گے کہ بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے اور عمل کرینگے تو ظلم کرینگے پس جو ان کے پاس آکر ان کے جھوٹ کی تصدیق کرے گا اور اُن کے ظلم پر اُن کی مدد کرے گا تو وہ مجھ سے نہیں اور میں اس سے نہیں

ہوں اور نہ وہ کل (قیامت کے دن) میرے حوض پر آئے گا اور جو اُن کے پاس نہیں آئے گا اور نہ اُن کی تصدیق کرے گا اور نہ اُن کے ظلم پر اُن کی اعانت کرے گا وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ کل (قیامت کے دن) میرے حوض پر آئے گا۔

نکتہ! امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے حسین منی وانا من حسین اور اس حدیث میں ہے کہ جس نے ان حکام کی تصدیق و اعانت کی فلیس منی وہ مجھ سے نہیں تو امام عالی مقام کس طرح ان کا ساتھ دیتے اگر ساتھ دیتے تو حسین منی نہ رہتے بلکہ فلیس منی ہو جاتے یعنی اس منصب و مقام سے محروم ہو جاتے۔ لہٰذا امام عالی مقام نے وہی کیا جو آپ کا منصب و مقام تھا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے فرمایا۔

ان الناس اذا رأوا الظالم فلم یاخذوا علی یدیه اوشك ان یعمهم الله بعقاب، (ابوداؤد شریف صہ ۲۱ ج ۲)

جب لوگ کسی ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان پر عذاب عام بھیج دے۔

حضرت عمرو بن ہشیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا

یقول ما من قوم یعمل فیهم بالمعاصی ثم یقدرون علیٰ ان یغیروا ثم لا یغیروا الا یوشك ان یعمهم الله منه بعقاب (ابوداؤد شریف صہ ۲۱ ج ۲)

فرماتے تھے ہر وہ قوم جس میں گناہ ہونے لگ جائیں پھر اس قوم کے لوگ جو گناہ کو نیکی سے بدلنے کی طاقت رکھتے ہوں نہ بدلیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان سب پہ عذاب عام نازل کر دے۔

حضرت حذیفہ الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اهل الجور واعوانهم فی النار (المستدرک صہ ۸۹ ج ۴)

اہلِ جور و ستم اور ان کے مددگار دوزخ میں ہونگے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من رأی منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه وان لم یستطع فبقلبه، و ذلك اضعف الایمان (مشکوٰۃ صہ ۴۳۶)

تم میں سے جو شخص بھی کوئی برائی دیکھے تو چاہیئے کہ وہ اُسے اپنی قوتِ بازو سے (نیکی سے) بدلے اور اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے

اس کی مذمت کرے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہیں ہے تو دل سے بُرا سمجھے اور یہ ایمان کا ضعیف ترین درجہ ہے۔

جس کے گھر سے ایمان و ہدایت اور نیکی و بھلائی کے چشمے جاری ہوئے تھے جن سے ملّت کی تطہیر ہوئی تھی۔ جس کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم نے بے پناہ تکالیف و مصائب برداشت کر کے برائیوں کو مٹایا اور بھلائیوں کو رائج کیا تھا وہ یہ کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ وہی برائیاں پھر وجود میں آجائیں۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ اپنی آنکھوں سے منکرات کو دیکھے اور پھر ان کو نہ بدلے۔ اس پر سب سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی تھی۔ پھر اس کے بازو میں قوت بھی تھی، اس کی زبان میں استطاعت بھی تھی۔ وہ بلاشبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جرأت و شجاعت کا مظہر تھا۔ کما سیأتی۔ اس نے وقت کی پکار کو سُنا اور کہا کہ اگر اس وقت میں نے لبّیک نہ کہا اور ملّت کی تطہیر کے لئے آگے نہ بڑھا تو ایمان وہدایت اور نیکی و بھلائی کا پاکیزہ چشمہ مکدّر اور ناپاک ہو کر رہ جائے گا۔ اس نے عزمِ صمیم کر لیا اور کربلا کا ذرہ ذرہ شاہد ہے کہ اس نے وہی کر دکھایا جو اس کے شایانِ شان تھا۔

چنانچہ آپ کا وہ خطبہ جو آپ نے لشکرِ یزید کے سامنے دیا اس کا ایک ایک لفظ اس حقیقت کی ضمانت اور اس پر مہرِ تصدیق ہے۔

آپ کا یزید کے خلاف کھڑے ہونے کا سبب کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا:۔

ایھا الناس ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم قال من رأی سلطانا جائرًا مستحلا لحرام اللہ ناکثًا لعھد اللہ مخالفًا لسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعمل فی عباد اللہ بالاثم والعدوان فلم یغیر ما علیہ بفعل ولا قول کان حقا علی اللہ ان یدخلہ مدخلہ الا وان ھؤلاء قد لزموا طاعۃ الشیطان وترکوا طاعۃ الرحمٰن واظھروا الفساد وعطلوا الحدود، و استاثروا بالفیٔ واحلوا حرام اللہ وحرموا حلالہ

اے لوگو! بیشک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے ظالم بادشاہ کو دیکھے جس نے اللہ کے حرام کئے ہوئے کو حلال کر دیا ہو اور اللہ کے عہد کو توڑ دیا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی مخالفت کی ہو۔ اللہ کے بندوں میں گناہ اور ظلم کے ساتھ عمل کرتا ہو۔ پھر وہ شخص اپنی قوت و طاقت کی حد تک اپنے قول اور فعل سے اس کو نہ بدلے تو اللہ تعالیٰ کو حق حاصل ہے کہ اس کو اس کے

وانا احق من غیری وقد اتتنی کتبکم ورسلکم ببیعتکم وانکم لاتسلمونی ولا تخذلونی فان اقمتم علی بیعتکم تصیبوا رشدکم وانا الحسین ابن علی ابن فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (ابن اثیر صفحہ ۲۲)

داخل ہونے کی جگہ میں داخل کردے، خبردار ہو جاؤ! بیشک ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کو لازم پکڑ لیا ہے اور رحمٰن کی اطاعت کو چھوڑ دیا ہے اور فتنہ و فساد برپا کردیا ہے اور حدودِ شرعی کو معطل کر دیا ہے اور محاصل کو اپنے ہی لئے خرچ کرتے ہیں۔ اللہ کی حرام کردہ باتوں کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے دیا ہے۔ لہٰذا میں بہ نسبت کسی اور شخص کے (ان کے خلاف جہاد کرنے کا) زیادہ حقدار ہوں۔ اور بیشک میرے پاس تمہارے خطوط اور قاصد آئے کہ تم میری بیعت کروگے اور ہر طرح میرا ساتھ دوگے اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچنے دوگے اور مجھے چھوڑ دوگے نہیں۔ پس اگر تم میری بیعت پر قائم رہو تو ہدایت پاؤ گے۔ میں حسین بن علی اور ابن فاطمہ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوں۔

پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے ؎

سأمضی وما بالموت عار علی الفتی — اذا ما نوی خیرا وجاھد مسلما

میں عنقریب مرجاؤں گا اور موت کسی جوانمرد کے لئے باعثِ عار نہیں ہے جبکہ اس کی نیت میں خیر ہو۔ اور بحالت مسلمان جہاد کرتا ہو۔

وواسی رجالا صالحین بنفسہ — وخالف مثبورا وفارق مجرما

اور اس نے اپنی جان سے صالحین بندوں کی تائید کی ہو اور تباہ کار کی مخالفت اور مجرم سے مفارقت کی ہو

فان عشت لم أندم وان مت لم ألم — کفی بك ذلا أن تعیش وترغما

اگر میں زندہ رہا تو نادم نہ ہوں گا اور اگر مرگیا تو ملامت نہ کیا جاؤں گا لیکن (اے دشمن) تیرے لئے یہ ذلت کافی ہے کہ تو زندہ رہے اور ذلیل و خوار ہو۔

بلاشبہ آپ نے وہی کیا جو آپ کے بلند مقام کے لائق تھا اور آپ ایسا کیوں نہ کرتے جبکہ آپ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی جرأت و شجاعت کے مظہر تھے۔ چنانچہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے ایام میں اپنے دونوں شہزادوں حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں۔ ان کو بطور ورثہ کچھ عطا فرمائیں؟

ارشاد ہوا :-

اما الحسن فله هيبتي و سوددي واما الحسين فله جرأتي وجودي ۔ (ابن عساکر۔ طبرانی فی الکبیر ابن منده ۔ تہذیب التہذیب ص۳۴۶ ۔ کنز العمال ص۱۵۸)

حسن کے لئے میری ہیبت اور سرداری ہے اور حسین کے لئے میری جرأت اور میری سخاوت ہے۔

ابن عساکر کی دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا :-

اما الحسن فقد نحلته حلمي و هيبتي واما الحسين فقد نحلته نجدتي وجودي ،

حسن کو تو مَیں نے اپنا حلم اور اپنی ہیبت عطا کی اور حسین کو اپنی شجاعت اور اپنا کرم بخشا۔

اور العسکری کی تیسری روایت میں ہے کہ فرمایا :-

نحلت هذا الكبير المهابة والحلم ونحلت هذا الصغير المحبة والرضا ۔

اس بڑے کو مَیں نے ہیبت و حلم عطا فرمایا اور اس چھوٹے کو محبت و رضا کی نعمت دی۔

سبحان اللہ ! دونوں شاہزادوں سے وہی کچھ ظاہر ہوا جو بارگاہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے انہیں عطا ہوا تھا۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ حلم و بردباری میں بے مثال تھے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جرأت و شجاعت اور محبت و رضا کا وہ مظاہرہ کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم کسی مقام پر باطل سے نہیں دبے تو جوان کی شجاعت و جرأت کا مظہر تھا وہ باطل کے سامنے کیسے دب سکتا تھا۔

کرتی ہے پیش اب بھی شہادت حسین کی
آزادیٔ حیات کا یہ سرمدی اصول،
چڑھ جائے کٹ کے سر ترا نیزے کی نوک پر
لیکن تو فاسقوں کی اطاعت نہ کر قبول

اور یہ روایت کہ امام عالی مقام نے فرمایا کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو تیں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھ دونگا یعنی بیعت کر لوں گا، درست نہیں ہے۔ چنانچہ عقبہ بن سمعان فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ تک اور مکہ سے عراق تک امام عالی مقام کے ہمراہ رہا اور ان کی شہادت کے وقت تک ان سے جُدا نہ ہوا اور ان کی وہ تمام تقاریر سنیں جو انہوں نے اپنی شہادت کے دن تک لوگوں کے سامنے کیں :-

فوالله ما اعطاهم ما يتذاكر به الناس

خدا کی قسم ! انہوں نے کسی وقت بھی لوگوں سے

من انه يضع يده في يد يزيد ولا ان يسيروه الى ثغر من ثغور المسلمين ولكنه قال دعوني ارجع الى المكان الذي اقبلت منه او دعوني اذهب في هذه الارض العريضة حتى ننظر الى ما يصير اليه امر الناس فلم يفعلوا (ابن اثیر ص ۲۲ ج ۴)

یہ نہیں کہا کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں رکھ دونگا اور نہ یہ کہ مجھے تم مسلمانوں کی کسی سرحد تک لے چلو بلکہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ مجھے چھوڑ دو میں جہاں سے آیا ہوں وہیں واپس چلا جاؤں یا مجھے اس وسیع و عریض زمین میں کہیں چلا جانے دو حتیٰ کہ ہم دیکھ لیں کہ لوگوں کا امرِ حکومت کس کی طرف لوٹتا ہے۔ پس انہوں نے نہ مانا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

سيكون عليكم امراء يؤخرون الصلوة عن مواقيتها و يحدثون البدع قال ابن مسعود فكيف اصنع قال تسالني يا ابن ام عبد كيف تصنع؟ لا طاعة لمن عصى الله، (الفتح الکبیر ص ۱۶۵ ج ۲)

عنقریب تم پر ایسے امراء ہوں گے جو نمازوں کو وقت گزار کر پڑھیں گے اور خلافِ سنت نئی باتیں ایجاد کریں گے۔ ابن مسعود فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اس وقت میں کیا کروں؟ فرمایا اے ابنِ ام عبد! تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ تم اس وقت کیا کرو؟ سنو جو اللہ کا نافرمان ہو اس کی اطاعت نہیں۔

حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ستكون عليكم امراء من بعدي يأمرونكم بما لا تعرفون و يعملون بما تنكرون فليس اولئك عليكم بائمة (السراج المنیر ص ۳۱۴ ج ۲)

میرے بعد عنقریب تم پر ایسے امراء مسلط ہوں گے جو تمہیں ایسے امور کا حکم دیں گے جن میں تم بھلائی نہیں دیکھو گے اور وہ ایسے عمل کریں گے جن کو تم برا جانو گے۔ پس وہ تم پر حاکم نہیں یعنی ان کی اطاعت تم پر لازم نہیں۔

حضرت ابی سلالۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ستكون عليكم ائمة يملكون ارزاقكم يحدثونكم فيكذبونكم و يعملون فيسيئون العمل لا يرضون منكم حتى تحسنوا قبيحهم و تصدقوا كذبهم فاعطوهم الحق ما رضوا به فاذا

عنقریب تم پر ایسے امراء ہوں گے جو تمہاری روزیوں کے مالک ہوں گے وہ تم سے بات کریں گے تو جھوٹ بولیں گے اور کام کرینگے تو برے کام کریں گے وہ تم سے اس وقت تک راضی

تجاوزوا فمن قتل علی ذلک فھو شھید۔ نہ ہوں گے جب تک تم ان کی برائیوں کی تعریف

(السراج المنیر ص۳۱۴/۲) اور ان کے جھوٹ کی تصدیق نہ کرو گے پس تم

ان کے سامنے حق پیش کرو جب تک وہ اسے گوارا کریں۔ پھر جب وہ اس سے تجاوز کریں تو جو شخص اس پر قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔

ف۔ اس ارشادِ گرامی کے مطابق بلاشک وشبہ امام عالی مقام شہید ہیں بلکہ سید الشہدا ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سید الشھداء حمزۃ بن عبد المطلب ورجل قام الی امام جائر فامرہ ونھاہ فقتلہ (السراج المنیر ص۳۲۱/۲، المستدرک ص۱۹۵/۲)

سید الشہدا حمزہ بن عبد المطلب اور وہ شخص ہے جو ظالم امیر کے خلاف کھڑا ہو گا اور اس کو نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے منع کرے گا۔ پس وہ (اس جرم میں) قتل کر دیا جائے گا۔

الحمد للہ! ان دلائلِ حقہ معتبرہ سے ثابت ہو گیا کہ جن صحابہ کرام نے یزید کی بیعت کر لی تھی ان پر کسی قسم کا الزام عائد نہیں ہوتا۔ کیونکہ انہوں نے شریعتِ مقدسہ کے حکم "رخصت" پر عمل کیا۔ اور حضرت امام پر بھی کسی قسم کا الزام عائد نہیں ہوتا کیونکہ آپ نے بھی شریعتِ مطہرہ کے حکم "عزیمت" پر عمل کیا۔ اور عزیمت پر عمل افضل اور اس پر اجر عظیم ہے۔ لہذا آپ کا مقام بہت بلند اور افضل و اعلیٰ ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنھم،

حسین ابن علی نے کی ہے قائم اک مثال ایسی
کہ تقلید اس کی تقدیرِ حیاتِ جاودانی ہے

سوال نمبر ۵

یزید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ اس سے راضی تھا۔ لہٰذا قتلِ حسین اور اس کی رضا کی نسبت یزید کی طرف کرنا غلط ہے۔ کیا یہ درست ہے ؟

جواب

یہ کہنا غلط ہے کہ اس پلید نے امام کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ وہ اس سے راضی تھا۔ بلکہ سب کچھ اس کے حکم اور اس کی رضا سے ہوا۔ چنانچہ علامہ سعدالدین تفتازانی صاحب شرح عقائد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

والحق ان رضاء یزید بقتل الحسین رضی اللہ عنہ واستبشارہٗ بذلك واهانة اهل بيت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مما تواتر معناه وان كان تفاصيلها احاداً۔ (شرح عقائد نسفی صـ۱۰۲)

اور حق یہ ہے کہ یزید کا حضرت حسین کے قتل پر راضی اور خوش ہونا اور اہلِ بیتِ نبوّت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنا ان امور میں سے ہے جو تواترِ معنوی کے ساتھ ثابت ہیں۔ اگرچہ ان کی تفاصیل احاد ہیں۔

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

و بعضے دیگر گو یند کہ وے امر بقتلِ آں حضرت نکردہ و بداں راضی نبودہ و بعد از قتلِ وے و اہلِ بیتِ وے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مسرور و مستبشر نشدہ۔ ایں سخن مردود و باطل است چہ عداوت

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یزید نے امام حسین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ان کے قتل سے راضی تھا اور نہ ان کے قتل کے بعد ان کے اور ان کے عزیزوں کے قتل سے خوش و مسرور

عداوت بے سعادت با اہل بیت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم واستبشارِ وے بقتلِ ایشاں واذلال و اہانت او مر ایشاں را بدرجۂ تواتر معنوی رسیدہ است وانکارِ آں تکلف و مکابرہ است۔

(تکمیل الایمان صہ ۹۸)

ہوا، یہ بات مردود اور باطل ہے۔ اس لئے کہ اس شقی کا اہلِ بیتِ نبوت رضی اللہ عنہم سے عداوت رکھنا اور ان کے قتل سے خوش ہونا اور ان کی اہانت کرنا معنوی طور پر درجۂ تواتر کو پہنچ چکا ہے اور اس کا انکار تکلف و مکابرہ یعنی خواہ مخواہ کا جھگڑا ہے۔

علامہ تفتازانی صاحبِ شرح عقائد اور حضرت شیخ محقق جیسے بزرگوں کے فیصلے کے بعد اگرچہ مزید کسی شہادت اور حوالے کی ضرورت نہیں رہتی لیکن ہم خود یزید کے دستِ راست اور خاص اس مہم کے لئے مقرر کردہ امیر کوفہ ابن زیاد بدنہاد کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

یزید کی موت کے بعد جب ابنِ زیاد شام کو روانہ ہُوا تو راستہ میں وہ سواری پر کسی گہری سوچ میں تھا۔ اس کے رفیقِ سفر مسافر بن شریح نے کہا، کیا آپ کو نیند آرہی ہے؟ ابنِ زیاد نے کہا نہیں میں کچھ سوچ رہا تھا! مسافر بن شریح نے کہا۔ میں بتاؤں آپ کیا سوچ رہے تھے؛ ابن زیاد نے کہا بتاؤ! مسافر بن شریح نے کہا کُنْتَ تَقُوْلُ لَیْتَنِیْ لَمْ اَقْتُلْ حُسَیْنًا، آپ اپنے دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ اے کاش، میں نے امام حسین کو قتل نہ کیا ہوتا! ابن زیاد نے کہا اما قتلی الحسین فانہ اشار الی یزید بقتلہ او قتلی فاخترت قتلہ، جہاں تک میرے امام حسین کو قتل کرنے کا تعلق ہے تو وہ اس لئے تھا کہ یزید نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اُن کو قتل کروں ورنہ وہ مجھے قتل کردے گا۔ تو میں نے ان کے قتل کو اختیار کیا۔ (ابنِ اثیر صہ ۵۵)

اور سنیئے! امام عالی مقام کی شہادت کے بعد مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں یزید کے خلاف جب عام بغاوت ہوگئی تو۔

بعث الی عبید اللہ بن زیاد یامرہ بالمسیر الی المدینہ ومحاصرۃ ابن الزبیر بمکۃ فقال واللہ لاجمعتھا للفاسق قتل ابن رسول اللہ وغزو الکعبۃ ثم ارسل الیہ یعتذر۔

(ابنِ اثیر صہ ۴۴)

یزید نے عبید اللہ ابن زیاد کو مدینہ منورہ پر چڑھائی کرنے اور مکہ مکرمہ میں عبد اللہ بن زبیر کا محاصرہ کرنے کا پیغام بھیجا تو اس نے کہا خدا کی قسم! میں اس فاسق (یزید) کے لئے قتل ابن رسول اللہ (جو پہلے

کر چکا ہوں) اور کعبہ میں لڑائی دونوں کو اپنے لئے جمع نہیں کرونگا تو اس نے معذرت کر دی۔

جب امام عالی مقام کو شہید کیا گیا تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے لوگ یزید کے خلاف ہو گئے انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی مگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیعت نہ کی۔ یزید کو معلوم ہوا کہ ابن عباس نے ابن زبیر کی بیعت نہیں کی تو وہ سمجھا کہ ابن عباس ابن زبیر کے مخالف اور میری بیعت پر قائم ہیں۔ اس نے ابنِ عباس کو خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ملحد ابنِ زبیر (معاذ اللہ) کی دعوتِ بیعت کو رد کر دیا ہے۔ لہٰذا آپ میری بیعت پر قائم رہیں اور وفادار رہیں۔ اور دوسروں کو بھی وفاداری اور ابنِ زبیر کی مخالفت کی پُر زور تلقین کریں کیونکہ لوگ آپ کی بات سنتے اور مانتے ہیں۔ میں تمہاری اس وفاداری اور نیکی کو فراموش نہیں کروں گا اور اس کا صلہ ادا کروں گا۔

اس کے جواب میں حضرت ابنِ عباس نے یزید کو لکھا کہ خدا کی قسم! میں نے ابن زبیر کی بیعت کو اس لئے ترک نہیں کیا کہ میں تمہاری خوشنودی یا تم سے کوئی صلہ حاصل کروں بلکہ ترکِ بیعت سے میرا جو مقصد ہے اس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ اور تمہارا یہ گمان کہ میں صلہ و احسان کے لالچ میں آکر لوگوں کو تمہاری دوستی کی دعوت دوں اور اُن کے دِلوں میں ابنِ زبیر کا بُغض پیدا کروں اور اُن کے چھوڑنے پر مجبور کر دوں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ:-

فقد قتلت حسینا وفتیان عبد المطلب مصابیح
الھدی ونجوم الاعلام غادرتھم خیولک
بامرك فی صعید واحد مزملین بالدماء
مسلوبین بالعراء مقتولین بالظمأ لا مکفنین
لا مسودین تسفی علیھم الرّیاح وینشی بھم
عرج البطاح حتی اتاح اللہ بقوم لم یشرکوا
فی دمائھم کفنوھم واجنوھم وبی وبھم لو
عززت وجلست مجلسك الذی جلست
فما أنسی من الاشیاء فلست بناس اطرادك

بلاشبہ تو نے حسین اور عبدالمطلب کے جوانوں کو قتل کیا ہے جو ہدایت کے روشن چراغ اور چمکتے ہوئے ستارے تھے، تیرے حکم سے تیرے لشکر کے سواروں نے ایک ہی جگہ اُن کو خاک و خون میں ملا دیا۔ وہ سخت پیاس کی حالت میں شہید ہوئے اور ان کے لاشے برہنہ بے کفن کھلے میدان میں پڑے رہے۔ ہوائیں ان پر خاک اڑاتیں اور جنگل کے کفتار اُن کی بوئیں سونگھتے تھے تا آنکہ ایک قوم جوان کی خون ریزی

حینًا من حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الیٰ حرم اللہ وتسیرك الخیول الیہ فما زلت
بذلك حتی اشخصتہ الی العراق فخرج خائفا
یترقب فنزلت بہ خیلك عداوۃ منك
للہ ولرسولہ ولاھل بیتہ الذین اذھب
اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرًا
فطلب الیکم الموادعۃ وسألکم الرجعۃ
فاغتنمتم قلۃ انصارہ واستیصال اھل بیتہ
وتعاونتم علیہ کأنکم قتلتم اھل بیت
من الترك والکفر فلا شیئ اعجب عندی
من طلبتك ودی وقد قتلت ولد ابی و
سیفك یقطر من دمی وانت احد ثارلی
ولا یعجبك ان ظفرت بنا الیوم فلنظفرن
بك یومًا (ابن اثیر ص۵۳)

میں شریک نہ تھی کو اللہ نے توفیق دی کہ انہوں نے
ان سب کا کفن دفن کیا۔ اگرچہ میں تیری مجلس
میں بیٹھ کر عزتِ دنیوی حاصل کر رہا ہوں لیکن میں ابھی
ان باتوں کو نہیں بھولا اور نہ بھولوں گا کہ تو
نے حسین کو حرم رسول اللہ مدینہ منورہ سے
حرم اللہ مکہ مکرمہ کی طرف نکالا اور ان کی طرف
برابر سوار اور پیادے بھیجتا رہا یہاں تک کہ
انہوں نے امام کو عراق کی طرف نکلنے کے
لئے بیقرار کر دیا۔ چنانچہ وہ مکہ سے بھی ڈرتے
ہوئے نکلے تو پھر تیرے سواروں نے ان کو اس
عداوت کی بنا پر جو تجھ کو اللہ اور اس کے رسول
اور اہل بیتِ رسول جن کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری
و باطنی آلائشوں سے پاک کر کے طاہر و مطہر بنا
دیا تھا گھیر لیا۔ امام حسین نے تم سے صلح کرنا چاہی
اور واپس چلے جانے کا سوال کیا مگر تم نے ان کے مددگاروں کی قلت اور ان کے اہل بیت کے استیصال
کے موقع کو غنیمت جان کر ان کے خلاف اس طرح ایک دوسرے کی معاونت کی کہ گویا تم کسی ترک
یا کافروں کے کسی خاندان کو قتل کرتے ہو۔ کس قدر تعجب ہے کہ تم مجھ سے دوستی کی توقع رکھتے ہو، حالانکہ
تم نے میرے باپ کی اولاد کو قتل کیا ہے اور تمہاری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے تم میرے عزیزوں
کے قاتل ہو اور تم اس پر خوش اور مغرور نہ ہو کہ آج تم نے ہم پر غلبہ پا لیا ہے، ایک دن ہم بھی
تم پر ضرور فتحیاب ہوں گے۔ وَالسَّلام۔

چنانچہ علامہ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:۔

وقد خطأ یزید خطأً فاحشا فی قولہ لمسلم
بن عقبۃ ان یبیح المدینۃ ثلاثۃ ایام

اور بلا شبہ یزید نے بڑی سخت غلطی کی اپنے
اس قول میں جو اس نے مسلم بن عقبہ سے کہا کہ

وهذا خطأ كبير فاحش مع ما انضم الى ذلك من قتل خلق من الصحابة وابناءهم وقد تقدم انه قتل الحسين واصحابه على يدى عبيد الله ابن زياد وقد وقع فى هذه الثلثة ايام من المفاسد العظيمة فى المدينة النبوية ما لايحد ولا يوصف مما لا يعلمه الا الله عزوجل وقد اراد بارسال مسلم بن عقبة توطيد سلطانه وملكه ودوام ايامه من غير منازع فعاقبه الله بنقيض قصده وحال بينه وبين ما يشتهيه فقصمه الله قاصم الجبابرة واخذ عزيز مقتدر وكذلك اخذ ربك اذا اخذ القرى وهى ظالمة ان اخذه اليم شديد۔ (البدايہ والنہایہ ص ۲۲۲ ج ۸)

وہ تین دن تک مدینہ منورہ کو مباح الدم (قتل عام وغیرہ) قرار دیئے۔ ایک اور مجرمانہ غلطی تھی جس سے (اس کی غلطیوں میں) اور اضافہ ہُوا کہ صحابہ کرام اور ان کی اولاد کی ایک بڑی تعداد قتل ہوگئی۔ اور یہ پہلے آچکا ہے کہ اس نے حضرت حسین اور ان کے اصحاب کو ابن زیاد کے ہاتھ سے قتل کرایا۔ اور بیشک (مدینہ کے) ان تین دنوں میں بڑے بڑے عظیم مفاسد مدینتہ النبی میں نمایاں ہوئے جن کو بیان نہیں کیا جاسکتا اور نہ کیفیت بتلائی جاسکتی ہے (یعنی اس قدر شرمناک ہیں کہ) انہیں اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ اور یزید نے تو مسلم بن عقبہ کو مدینہ بھیج کر یہ چاہا تھا کہ اس کی بادشاہی اور حکومت مضبوط اور دائمی ہوجائے جس میں کوئی خصومت اور جھگڑا نہ رہے۔ لیکن اللہ تعالٰے نے اُسے اس کے قصد اور ارادے کے خلاف سزادی اور جو وہ چاہتا تھا وہ نہ ہونے دیا اور اسے اسی طرح ہلاک کیا جسطرح وہ جابروں ظالموں کو ہلاک کیا کرتا ہے۔ اور اللہ نے اس کو بھی اپنی مضبوط غالب قدرت سے پکڑا اور تیرے رب کا پکڑنا ایسا ہی ہے۔ جبکہ اس نے (پہلے بھی) ظالم بستیوں کو پکڑا۔ بلاشبہ اس کی پکڑ بڑی سخت الم انگیز ہوتی ہے۔

ان عبارات میں خط کشیدہ الفاظ کو غور سے دیکھیں جن سے صاف طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ بلاشبہ امام عالی مقام کا قتل یزید کی رضا اور اس کے حکم سے ہوا تھا۔

اور پھر ابن زیاد بد نہاد جس کو یزید نے کوفہ کا گورنر مقرر ہی اس لئے کیا تھا کہ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا اثر جو اہل کوفہ پہ ہے ختم کرے اور اس سلسلے میں اس کو جو کچھ بھی کرنا پڑے وہ کرے خود اس کی شہادت اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی اور امام اہل سنت

علامہ تفتازانی صاحب شرح عقائد نسفی اور علامہ حافظ ابن کثیر اور شیخ محقق کے بیان کے بعد یہ شبہ بالکل زائل ہو جاتا ہے کہ امام عالی مقام کا قتل یزید کی مرضی اور حکم سے نہیں ہوا اور واقعہ کربلا کی ذمہ داری اس پر عائد نہیں ہوتی۔

معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی اس حقیقت کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ کوئی فوجی افسر یا کسی صوبہ کا گورنر محض اپنی مرضی اور رائے سے ملک کے امیر کے حکم یا اس کی مرضی کے بغیر ملک کی کسی عظیم ترین شخصیت کو قتل نہیں کر سکتا۔ خاندانِ رسالت کی عظیم ترین ہستیاں یعنی حضرت امام حسین اور ان کے عزیز و اقارب اور رُفقاء کا قتل یزیدی فوج کے کسی افسر یا صوبہ کے گورنر کا ذاتی فعل نہیں ہو سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ سب کچھ یزید کے حکم اور رضا سے ہُوا اور اس کی پوری پوری ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اس کی نظیر موجود ہے۔ دیکھیے فرعون نے اپنے ہاتھوں سے بنی اسرائیل کا کوئی بچہ ذبح نہیں کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے تمام بچوں کا قاتل اور ذابح اسی کو قرار دیا کیونکہ تمام بچے اسی کے حکم سے ذبح کیے گئے تھے۔ چنانچہ فرمایا:۔

یُذَبِّحُ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیِیْ نِسَآءَكُمْ (اے اسرائیلیو! جبکہ فرعون) تمہارے بچوں کو ذبح کرتا تھا اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ چھوڑتا تھا۔ ثابت ہوا کہ جس کے حکم اور رضا سے قتل ہو اس حاکم کو حکماً قاتل ہی کہا جائیگا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ یزید حضرت امام رضی اللہ عنہ کے قتل سے راضی نہ تھا اور نہ قتل اس کے حکم اور رضا سے ہُوا، غلط ہے۔

یزید اور اس کے ساتھی خوش ہوئے اس کامیابی پر
نہ غم تھا ان کو آجمل آلِ اطہر کی تباہی پر
چنانچہ جب شہادت ہوگئی فرزند زہرا کی
تو مقصد اس کا بر آیا یہی اس کی تمنّا تھی

سوال نمبر ۶

اگر امام حسین کا قتل یزید کے حکم اور اس کی رضا سے ہوا تھا تو پھر اس نے ابنِ زیاد پر لعنت کیوں کی؟ اور امام کے قتل پر اظہارِ افسوس کیوں کیا؟ اس کو تو خوش ہونا چاہیئے تھا!

جواب

جی ہاں! وہ خوش بھی ہوا اور اس نے ابنِ زیاد پر لعنت بھی کی اور اظہارِ افسوس بھی کیا۔ خوش اس لئے ہوا کہ جس رقیب سے اس کی حکومت و اقتدار کو خطرہ تھا وہ رقیب ختم ہو چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ابنِ زیاد کی قدر و منزلت اس کے ہاں زیادہ ہو گئی، اگر واقعی اس کے نزدیک امام کا قتل ناجائز اور قاتل ابنِ زیاد ظالم اور مستحق لعنت تھا تو پھر اس نے ابن زیاد سے اس کا مواخذہ کیوں نہ کیا اور اس کو کوئی سزا کیوں نہ دی۔ کم از کم اسے معزول ہی کر دیتا مگر اس نے کبھی کچھ نہ کیا ثابت ہوا کہ قلبی طور پر تو وہ خوش تھا کیونکہ اس کا مقصد پورا ہو گیا تھا مگر وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ میری پیشانی پر امام کے بے گناہ قتل کا وہ سیاہ داغ لگ چکا ہے کہ دنیائے اسلام قیامت تک مجھے ملامت کرتی رہے گی۔ چنانچہ اس نے اپنی رسوائی کے خطرات کے پیش نظر صرف زبانی لعنت بھیجی اور ندامت و افسوس کا اظہار بھی کر دیا۔ جس کو رسمی یا سیاسی لعنت و ندامت کہنا چاہیئے۔ ہمارے بیان کی صداقت پر علامہ حافظ ابن کثیر کی شہادت و روایت ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:۔

لما قتل ابن زیاد الحسین و من معہ بعث برؤسھم الی یزید فسر بقتلہ اولاً	جب ابن زیاد نے حضرت حسین کو مع ان کے رفقاء کے قتل کر دیا اور ان کے سروں کو یزید کے

وحسنت بذلك منزلته ابن زیاد عندہ ثم لم یلبث الا قلیلا حتی ندم ۔

(البدایہ والنہایہ صـ۲۳۲/۸)

پاس بھیجا تو یزید امام کے قتل سے اولاً خوش ہوا اور اس کی وجہ سے ابن زیاد کی قدر و منزلت اس کے نزدیک زیادہ ہو گئی مگر وہ اس خوشی پر زیادہ دیر تک قائم نہ رہا حتی کہ پھر نادم ہوا ۔

علامہ شیخ محمد بن علی الصبان علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ :۔

فارسلہ ومن معہ من اہل بیتہ الی یزید ومنہم علی ابن الحسین وعمتہ زینب فسر سروراً کثیرا اوقفہم موقف السبی و اہانہم وصار یضرب الرأس الشریف بقضیب کان معہ ویقول نفیت بغیك یاحسین و بالغ فی الفرح ثم ندم لما مقتہ المسلمون علی ذلك وابغضہ العالم ۔

(اسعاف الراغبین صـ۲۰۸)

پس (ابن زیاد نے حضرت امام کے) سرِ انور کو مع ان کے اہلِ بیت کے جن میں حضرت زین العابدین اور ان کی پھوپھی حضرت زینب بھی تھیں یزید کے پاس بھیجا تو وہ یزید بہت زیادہ خوش ہوا اور اس نے ان کو قیدیوں کے مقام پر کھڑا کیا اور ان کی توہین کی اور لکڑی کی چھڑی سے سرِ انور کو الٹ پلٹ کرتا اور مارتا تھا اور کہتا تھا اے حسین تو نے اپنی بغاوت کا انجام دیکھ لیا اور اس نے فرح و سرور میں مبالغہ کیا ۔ پھر وہ نادم ہوا اس وجہ سے کہ اس کے اس فعل پر مسلمان اس سے بغض رکھیں گے اور مخلوق اس سے نفرت کرے گی ۔

ان روایتوں سے صاف طور پر یہ ثابت ہوا کہ یزید اولاً امام عالی مقام کے قتل سے خوش ہوا مگر یہ خوشی زیادہ دیر تک نہ رہی وہ اس لئے کہ بعد میں سوچ آئی اور اپنی رسوائی کا فکر دامنگیر ہوا جس نے نادم کر دیا ۔ اور یہ ندامت امام کے قتل پر نہ تھی بلکہ اپنی رسوائی پر تھی ۔ چنانچہ خود یزید کی زبانی سنیئے !

لعن اللہ ابن مرجانۃ فان احرجہ واضطرہ وقد سالہ ان یخلی سبیلہ اویاتینی اویکون بثغرہ من ثغور المسلمین حتی یتوفاہ اللہ فلم یفعل بل ابی علیہ وقتلہ فبغضنی بقتلہ الی المسلمین وزرع لی فی قلوبھم العداوۃ

اللہ کی لعنت ہو ابن مرجانہ (ابن زیاد) پر کہ اس نے حسین کو تنگ و مجبور کر دیا ۔ حالانکہ حسین نے اس سے سوال کیا تھا کہ یا تو ان کو آزاد چھوڑ دیا جائے کہ جہاں چاہیں چلے جائیں یا ان کو میرے پاس آنے دیا جائے یا ان کو کسی سرحد کی طرف

فابغضنی البر والفاجر بما استعظم الناس	جانے دیا جائے کہ جہاد میں زندگی بسر کریں پس
من قتلی حسینا مالی ولابن مرجانۃ قبحہ	ابن مرجانہ نے نہ مانا اور ان کو قتل کر دیا اور ان
اللہ و غضب علیہ (البدایہ والنہایہ ص۲۳۲ ج۸)	کے قتل سے مجھے مسلمانوں میں مبغوض بنا دیا اور ان

کے دلوں میں میرا بغض اور عداوت پیدا کر دی۔ تو اب ہر نیک و بد مجھ سے بغض رکھے گا جبکہ میرا حسین کو قتل کرنا لوگوں پر شاق اور گراں گزرے گا۔ مجھے ابن مرجانہ سے کیا واسطہ۔ اللہ اس کا بُرا کرے اور اس پر غضب نازل کرے۔

یزید کے اس بیان کے آخری الفاظ میں غور فرمائیے کہ "اب ہر نیک و بد مجھ سے اس لئے عداوت رکھے گا کہ میرا حسین کو قتل کرنا ان پر بہت گراں گزرے گا"۔ اس میں اس بات کا بھی صاف اعتراف ہے کہ وہ قاتل حسین ہے۔ کیونکہ سب کچھ اس کے حکم سے ہوا۔ رہا ابن زیاد پر لعنت وغیرہ کرنا تو وہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ قتل امام سے ناخوش تھا۔ قتل امام سے تو وہ خوش ہوا تھا اور اسی وجہ سے ابن زیاد کا مرتبہ اس نے اپنے یہاں بلند کیا جیسا کہ ابھی گزرا۔ بلکہ ابن زیاد پر اس کا لعنت وغیرہ کرنا اسی اپنی رسوائی پر تھا جو آئندہ اس کے حصے میں آنے والی تھی اور آئی۔ چنانچہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:۔

وقد لعن ابن زیاد علی فعلہ ذلک وشتمہ	بے شک یزید نے ابن زیاد پر اس کے فعل کی
فیما یظھر ویبدو ولکن لم یعزلہ علی ذلک	وجہ سے لعنت تو کی اور اس کو برا بھلا بھی کہا،
ولا عاقبہ ولا ارسل یعیب علیہ ذلک،	اس وجہ سے کہ آئندہ جب حقیقت ظاہر ہوگی
(البدایہ والنہایہ ص۲۰۳ ج۸)	اور بات کھلے گی تو پھر کیا ہوگا لیکن نہ تو اس نے

ابن زیاد کو اس ناپاک حرکت پر معزول کیا اور نہ بعد میں اسے کچھ کہا اور نہ ہی کسی کو بھیج کر اس کا یہ شرمناک عیب اس کو جتایا یعنی ملامت کیا۔

"خلافت معاویہ ویزید" کا مؤلف امام غزالی کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ یہ صحیح نہیں کہ یزید نے حسین کو قتل کرایا یا اس کا حکم دیا یا اس پر راضی ہوا۔ پس جبکہ یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی تو پھر یزید کے ساتھ ایسی بدگمانی رکھنا یا سب و شتم وغیرہ کرنا ناجائز و حرام ہے۔ جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ یزید نے قتل حسین کا حکم دیا اور اس پر رضامندی کا اظہار کیا تو وہ شخص پرلے درجے کا احمق ہے۔ ملخصاً (معاویہ و یزید ص۵۳، ص۵۵)

امام غزالی کے قول سے یہ ثابت ہوا کہ یزید کے ساتھ بدگمانی رکھنا یا اس پر لعنت وغیرہ کرنا اس لئے ناجائز و حرام اور حماقت ہے کہ یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی کہ اس نے امام کے قتل کا حکم دیا اور اس پر وہ راضی ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ اگر امام کا قتل اس کے حکم یا اس کی رضامندی سے ہو تو پھر وہ ضرور بدگمانی اور لعنت وغیرہ کا مستحق ہے (اور یہ ہم نے گذشتہ سطور میں ثابت کر دیا ہے)

اور اسی مؤلف کی دوسری عبارات ملاحظہ ہوں:۔

(۱) امیر المؤمنین یزید اوّل کی خلافت کی حجیت کی سب سے بڑی دلیل ہے جمہور صحابہ کرام کا اجماع۔ اسی بنا پر حضرت عبد اللہ بن عمر نے اُن کے خلاف خروج کو خدا اور رسول کے ساتھ سب سے بڑی غدّاری قرار دیا تھا۔" (تبصرہ محمودی ص۱۱۱)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ یزید کے خلاف خروج خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے بڑی غدّاری تھا۔"

(۲) اگر رائے عامہ ایک حکومت یا حاکم کے حق میں ہے اور اس کے خلاف پروپیگنڈے سے متأثر نہیں ہوتی تو ایسی حکومت یا حاکم پر عائد کردہ الزامات خود بخود باطل ہو گئے اور جو لوگ اس حکومت کے خلاف کھڑے ہوئے وہ باغی اور مفسد ہی قرار پائیں گے۔" (تبصرہ محمودی ص۱۱۹)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ چونکہ رائے عامہ یزید کے حق میں تھی لہٰذا امام کا یزید کے خلاف کھڑا ہونا بغاوت اور فساد برپا کرنا تھا۔ اس لحاظ سے وہ باغی اور مفسد تھے۔

(۳) اور جس نے امام المسلمین کے خلاف خروج کیا جس پر لوگ جمع ہو گئے ہوں اور جس کی خلافت کو ماننے لگے ہوں۔ خواہ یہ اقرار برضا و رغبت ہو یا بہ جبر و اکراہ تو اس نے مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار کے خلاف کیا اور اگر اس خروج کی حالت میں اس کی موت واقع ہوئی تو یہ شخص جاہلیت کی موت مرا۔" (تبصرہ محمودی ص۱۱۸)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف خروج کر کے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار کے بھی خلاف کیا اور مسلمانوں کی قوت کو پارہ پارہ کیا اور معاذ اللہ

وہ جاہلیت کی موت مرے (یعنی کفر کی موت۔ کیونکہ وہ حالتِ خروج میں شہید ہوئے)

(۴) چوری اور زنا اور دوسرے کبائر کا ارتکاب امام کے خروج کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔" (تبصرہ محمودی ص۶۷)

اس عبارت سے ثابت ہُوا کہ چونکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے امام (یزید) پر خروج کیا۔ لہذا ان کا یہ گناہ چوری اور زنا اور دوسرے کبائر سے بڑا تھا (معاذ اللہ)

(۵) ان حضرات پر خلفاءِ اسلام کا یہ احسان ہے کہ انہیں قتل کر دیا گیا اور یہ قتل اُن کے جرمِ عظیم کا کفارہ ہو گیا ورنہ خروج علی الامام کا وبال اپنی گردن پر لے جاتے" (تبصرہ محمودی ص۶۷)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ خلیفۂ اسلام یزید نے حضرت امام حسین کو قتل کر کے ان پر احسان کیا ورنہ امام خروج کرنے کا وبال اپنی گردن پر لے جاتے۔

ناظرین حضرات! ان پانچ ناپاک عبارات کو غور سے دیکھیں جن سے ایک مومن کی روح تڑپ اٹھتی ہے کہ اس یزیدی خارجی مؤلف نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر کیسی کیسی ناپاک تہمتیں لگائیں۔ معاذ اللہ! آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے غداری کرنیوالا، مفسد، باغی، جاہلیت کی موت مرنے والا، چوری اور زنا سے بڑھ کر گناہ کرنے والا، جرمِ عظیم کا مرتکب قرار دیا ہے۔ اور آخر میں کہا ہے کہ اگر یزید ان کو قتل کر کے ان پر یہ احسان نہ کرتا تو وہ خروج علی الامام کا وبال اپنی گردن پر لے جاتے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

اب ایک طرف امام غزالی کے قول کو جو اس مؤلف نے لکھا ہے سامنے رکھیئے اور ایک طرف اس کی ناپاک عبارات کو رکھ لیجئے اور اسی مؤلف سے سوال کیجئے کہ

اگر امام ایسے ہی تھے جیسا کہ تو نے لکھا ہے تو پھر بقول تیرے امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین یزید پر لازم و ضروری تھا کہ وہ آپ کو قتل کراتا اور اس پر فخر کرتا کیونکہ ایسے باغی و مفسد و غدار کا قتل کیا جانا ہی ضروری ہے۔ پھر بقول امام غزالی کہ جو شخص یہ گمان رکھتا ہو کہ یزید نے قتلِ حسین کا حکم دیا اور اس پر راضی ہوا تو وہ شخص پرلے درجے کا احمق ہے۔ ثابت ہوا تو خود ہی پرلے درجے کا احمق ہے ع

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

سوال نمبر ۷

کیا محمود احمد عباسی نے اپنی تصانیف میں کہیں خیانت اور بددیانتی سے بھی کام لیا ہے ؟

جواب :- ہاں ! بلاشبہ اس نے خیانت و بددیانتی کی انتہا کر دی۔ چنانچہ اس نے اپنی کتاب "خلافت معاویہ ویزید" کے ص۵۵ میں باب باندھا "کتاب فضل یزید" اور اس کے تحت البدایہ والنہایہ کی جو سب سے پہلی روایت نقل کی، اس میں جس خیانت و بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ لکھتا ہے :-

منجملہ ان کے شیخ عبدالمغیث بن زہیر الحربی تھے جن کے متعلق علاّمہ ابن کثیر فرماتے ہیں :- کان من صلحاء الحنابلة وکان یزار، یعنی وہ حنبلی صالحین میں سے مرجع عوام تھے۔ انہوں نے امیر یزید کے حسنِ سیرت اور اوصاف پر مستقل تصنیف کی ولہ مصنف فی فضل یزید بن معاویة اتی فیہ بالغرائب والعجائب اور ان کی (شیخ عبدالمغیث) کی تصنیف سے فضل یزید بن معاویہ پر ایک کتاب ہے جس میں بہت سے عجیب و غریب حالات بیان کئے ہیں (خلافت معاویہ ویزید ص۵۵)

اب اصل عبارت علاّمہ ابن کثیر کی ملاحظہ فرمائیں :-

الشیخ عبد المغیث بن زھیر الحربی کان من صلحاء الحنابلة وکان یزار ولہ مصنف فی فضل یزید بن معاویة اتی بالغرائب و العجائب وقد ردّ علیہ ابو الفرج ابن الجوزی فاجاد واصاب (البدایہ والنہایہ ص۳۲۸ ج۱۲)

شیخ عبدالمغیث بن زہیر حربی صلحاء حنابلہ میں سے تھے لوگ اُن کی زیارت کو آتے تھے، اور ان کی ایک کتاب ہے یزید بن معاویہ کی فضیلت میں جس میں وہ غرائب و عجائب لائے ہیں اس کتاب کا ردّ علاّمہ ابوالفرج ابن الجوزی نے کیا ہے اور بہت عمدہ اور صحیح رد کیا ہے۔

ناظرین حضرات ! اندازہ لگائیں کہ خلافت معاویہ ویزید کے مؤلف نے اصل حقیقت کے بیان میں کس قدر خیانت اور بددیانتی سے کام لیا ہے، عجائب و غرائب کا ترجمہ کیا ہے "بہت سے عجیب و غرائب حالات بیان کئے ہیں" حالانکہ اہلِ علم کے نزدیک اس کا مطلب ہوتا ہے غیر مستند اور غیر مانوس باتیں جو

تعجب میں ڈالنے والی ہوں۔ اور آگے جو علامہ ابن کثیر نے فرمایا ہے کہ علامہ ابوالفرج ابن جوزی نے اس کتاب کا بہت عمدہ اور صحیح ردّ کیا ہے اس کو ہڑپ کر گئے جس سے علامہ ابن کثیر کی رائے کا پتہ چلتا ہے کہ وہ اس کے ردّ کو عمدہ اور صحیح کہہ رہے ہیں۔ اور سنیئے! "خلافتِ معاویہ و یزید" کا مؤلف اس کے بعد لکھتا ہے کہ:۔

خلیفہ الناصر نے یزید کے بارے میں شیخ سے جو سوال کیا اور جو جواب انہوں نے دیا علامہ موصوف (ابن کثیر) کے الفاظ سنیئے!

فسأله الخليفة عن يزيد ايلعن ام لا؟ فقال لا اسوغ لعنه لاني لو فتحت هذا الباب لافضى الناس الى لعن خليفتنا! فقال الخليفة ولم؟ قال لانه يفعل اشياء منكرة كثيرة منها كذا وكذا ثم شرع يعدد على الخليفة افعاله القبيحة و مايقع منه من المنكر لينزجر عنها

(خلافت معاویہ و یزید ص۵۶)

خلیفہ نے شیخ عبدالمغیث سے سوال کیا کہ یزید پر لعن کیا جائے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ لعن ہرگز جائز نہیں اور لعن کا دروازہ کھول دیا جائے تو لوگ ہمارے موجودہ خلیفہ پر لعن کرنے لگ جائیں گے۔ خلیفہ نے پوچھا وہ کیوں؟ شیخ نے کہا کہ وہ بہت سے منکرات پر عمل پیرا ہوئے ہیں۔ جن میں سے یہ اور یہ امور ہیں۔ انہوں نے خلیفہ کے بُرے اعمال گننے شروع کئے نیز جو منکرات اس سے سرزد ہوئے تھے۔

مذکورہ بالا ترجمہ جو "خلافت معاویہ و یزید" کے مؤلف نے کیا ہے اس میں اس کی دھوکہ دہی اور بددیانتی ملاحظہ ہو۔ لا اسوغ لعنه کا ترجمہ کیا ہے کہ "لعن ہرگز جائز نہیں" حالانکہ یہ ترجمہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ لا اسوغ صیغہ واحد متکلم فعل مضارع معروف ہے۔ لہٰذا لا اسوغ کا ترجمہ ہوگا کہ "میں جائز نہیں کروں گا" اور ظاہر ہے کہ شیخ کسی امر کو از خود جائز یا ناجائز کرنے کے مجاز نہیں۔ یہ چیز خاص ہے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ۔ لہٰذا صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ "میں اس پر لعن کرنے کی اجازت نہیں دوں گا" اور آگے ہے لانی لو فتحت هذا الباب' اس کا ترجمہ خائن مؤلف نے یہ کیا ہے "اور لعن کا دروازہ کھول دیا جائے" یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ فتحت بھی صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معروف ہے اور اس پر لو حرفِ شرط آنے کی وجہ سے وہ بھی مضارع کے معنی میں ہے کہ اگر میں اس لعنت کے دروازے کو کھول دوں۔ تو شیخ کی عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ میں یزید پر لعنت کرنے کی اجازت نہیں

دوں گا۔ کیونکہ اگر میں یزید پر لعنت کرنے کا دروازہ کھول دوں تو لوگ ہمارے موجودہ خلیفہ پر بھی اس کی برائیوں اور بدکاریوں کی وجہ سے لعنت کرنے لگ جائیں گے۔ جس سے صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جس طرح یزید بُرا اور بدکار تھا اسی طرح ہمارا خلیفہ بھی بُرا اور بدکار ہے۔ تو اگر میں یزید پر لعنت کرنے کی اجازت دوں تو اس خلیفہ پر بھی لعنت کرنے کا دروازہ کھل جائے گا۔ تو اس کو لعنت سے بچانے کے لئے میں یزید پر بھی لعنت کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ معلوم ہوا کہ شیخ کے نزدیک بھی یزید بُرا اور بدکار تھا ؎

آگ دی صیاد نے جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے!

اسی خائن مؤلف نے اپنی تالیف "معاویہ و یزید" کے ص۴۹ پر علامہ ابن کثیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ یزید کے بارے میں لکھتے ہیں :۔

وقد كان يزيد فيه خصال محمودة من الكرم والحلم والفصاحة والشعر والشجاعة وحسن الرّأي في الملك وكان ذا جمال حسن المعاشرة
(البداية والنهاية صـ۲۳۰ جـ۸)

اور یزید کی ذات میں قابلِ ستائش صفات حلم و کرم، فصاحت و شعرگوئی اور فصاحت و شعرگوئی و شجاعت و بہادری کی تھیں نیز معاملات حکومت میں عمدہ رائے رکھنے تھے اور معاشرت کی خوبی و عمدگی بھی ان میں تھی۔

اور اسی عبارت کے ساتھ ہی آگے یہ عبارت بھی موجود ہے جس کو کمال خیانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے چھوڑ دیا کیونکہ اس میں یزید کے خصائل مذمومہ کا بیان تھا۔ چنانچہ ملاحظہ ہو :۔

وكان فيه ايضا اقبال الشهوات وترك بعض الصلوات في بعض الاوقات واماتتها في غالب الاوقات وقد قال الامام احمد حدثنا ابو عبد الرحمٰن ثنا حيوة حدثني بشير بن ابي عمرو الخولاني ان الوليد بن قيس حدثه انه سمع ابا سعيد الخدري يقول سمعت رسول الله

اور نیز اس (یزید) میں شہوات نفسانیہ میں انہماک بھی تھا اور بعض اوقات بعض نمازوں کو بھی چھوڑ دیتا تھا اور وقت گزار کر پڑھنا تو اکثر اوقات رہتا تھا اور امام احمد بن حنبل نے سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری کی روایت بیان فرمائی۔ کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

صلی اللہ علیہ وسلم یکون خلف من بعد ستین سنۃ اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشہوات فسوف یلقون غیًّا (البدایہ والنہایہ ص۲۳۰ ج۸)

وسلم سے سنا کہ ۶۰ھ کے بعد ایسے ناخلف ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کریں گے، اور شہوات نفسانیہ کی پیروی کریں گے تو عنقریب وہ (جہنم کی وادی) غیّ میں جا گریں گے۔

علامہ حافظ ابن کثیر نے یزید کی شہوت رانی اور نمازوں کے ترک کے ساتھ اس حدیث نبوی کو بیان کر کے پوری پارٹی (جو ۶۰ھ کے بعد ابھری) کا انجام بیان کر دیا جس سے حافظ ابن کثیر کے بیان کی اصل حقیقت ظاہر ہوتی تھی، اس کو نظر انداز کر دینا اور چھوڑ دینا سخت قسم کی خیانت نہیں تو اور کیا ہے۔

رہا یزید کا حلم و کرم، فصاحت و شعر گوئی، شجاعت و بہادری اور معاملات حکومت میں اچھا ہونا تو اس قسم کی صفات تو غیر مسلم بادشاہوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ ایک مومن کے کردار کا پتہ تو تعلق مع اللہ اور تعلق مع الرسول صلے اللہ علیہ وسلم ہی سے چلتا ہے۔ جب وہ ہی درست نہ ہوا تو حقیقت میں کچھ بھی درست نہ ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مومنین (توبہ۔ ۶۲) اور اللہ اور اس کا رسول زیادہ حقدار تھے کہ ان کو راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔

جب اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کر لیا تو فصاحت و بلاغت وہاں کیا کرے گی۔ یزید کے چار سالہ دورِ حکومت کی سیاہ کاریوں پر نظر رکھنے والے اس کے حلم و کرم اور فصاحت و شجاعت اور حکومت کے معاملات کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ بلاشبہ وہ اپنے ساتھیوں ہم جولیوں اور جی حضوریوں کے ساتھ یا مطلب براری کے لئے حلم و کرم سے پیش آتا تھا مگر جو کچھ اس نے آلِ رسول اور مدینۃ الرسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساکنوں کے ساتھ کیا یا کرایا وہ اس کے حلم و کرم اور معاملاتِ حکومت کی قلعی کھولنے کے لئے کافی ہے۔

تہذیب التہذیب میں امام ابن حجر عسقلانی نے امیر موصوف کا ذکر رواۃ احادیث میں کرتے ہوئے محدث یحییٰ بن عبد الملک بن عتبہ الکوفی المتوفی ۱۸۸ھ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ امیر یزید کو احد الثقات یعنی ثقہ راویانِ حدیث میں شمار کرتے تھے۔ مراسیل ابو داؤد میں ان کی مرویات ہیں۔ (خلافت معاویہ و یزید ص۵۴)

اب تہذیب التہذیب کی اصل عبارت دیکھیے اور اس مؤلف کی خیانت اور فریب کاری ملاحظہ فرمایئے

وليست له رواية تعتمد قال يحيى بن عبد الملك بن ابي غنية احد الثقات ثنا نوفل بن ابي عقرب ثقة قال كنت عند عمر بن عبد العزيز فذكر رجل يزيد بن معاوية فقال قال امير المومنين يزيد فقال عمر تقول امير المومنين يزيد ؟ وامر به فضرب عشرين سوطا ذكرته للتمييز بينه وبين النخعي ثم وجدت له رواية في مراسيل ابي داؤد قد نبهت عليها في الاستدراك على الاطراف (تهذيب التهذيب ص ۳۶۱ ج ۱۱)

اور یزید کی کوئی روایت قابل اعتماد نہیں ہے۔ اور یحییٰ بن عبد الملک بن ابی غنیہ جو ثقہ راویوں سے ایک ہیں نے بیان کیا کہ ہم سے نوفل بن ابی عقرب نے جو ثقہ راوی ہیں بیان کیا کہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس موجود تھا کہ ایک شخص نے یزید بن معاویہ کا ذکر کیا اور کہا کہ امیر المومنین یزید نے فرمایا، تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ تو یزید کو امیر المومنین کہتا ہے ؟ اور اس شخص کو بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا (صاحب تہذیب التہذیب فرماتے ہیں کہ) میں نے یزید بن معاویہ کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ اس کے اور یزید بن معاویہ النخعی کے درمیان امتیاز ہو سکے۔ پھر میں نے یزید کی صرف ایک روایت مراسیل ابو داؤد میں پائی اور میں نے اطراف پر استدراک میں اس روایت پر تنبیہہ کی ہے۔

یزیدی مؤلف کی عبارت اور اصل عبارت کو سامنے رکھئے تو حسب ذیل خیانتیں اور فریب کاریاں واضح طور پر سامنے آجائیں گی۔

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی پر افتراء کہ انہوں نے یزید کا ذکر رواۃ حدیث میں کیا ہے۔ حالانکہ وہ فرما رہے ہیں کہ یزید کی کوئی روایت قابلِ اعتماد نہیں۔

(۲) حافظ ابن حجر نے محدث یحییٰ بن عبد الملک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ امیر یزید کو احد الثقات یعنی ثقہ راویانِ حدیث میں شمار کرتے تھے۔ حالانکہ حافظ ابن حجر نے محدث یحییٰ بن عبد الملک کو احد الثقات کہا ہے اور اس خائن نے جان بوجھ کر ان کی صفت کو یزید کی صفت بنا ڈالا۔ یہ ابن حجر پر دوسرا افتراء ہے۔

(۳) محدث یحییٰ بن عبد الملک جو ثقہ راویوں میں سے ہیں، وہ تو یہ بیان فرما رہے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس شخص کو بیس درّے لگوائے جس نے یزید کو امیر المومنین کہا تھا اور یہ خائن اُن کی

طرف یہ منسوب کر رہا ہے کہ وہ یزید کو ثقہ راویوں میں شمار کرتے تھے۔ یہ خیانت کے ساتھ ساتھ محدّث پر افترا ہے۔

(۴) مراسیل ابو داؤد میں ان کی مرویات ہیں۔ حالانکہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ مجھ کو صرف ایک روایت ملی۔ اس پر بھی انہوں نے تنبیہہ کی ہے۔ صرف ایک روایت کو مرویات بنا ڈالا۔ یہ نادانی یا کذب پر مشتمل ہے۔

(۵) ابن حجر نے اس عبارت سے پہلے یزید کے سیاہ کارنامے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کروانا اور مدینہ منورہ پر حملہ کروانا اور صحابہ و تابعین کا شہید کروانا اور مدینہ منورہ کو تین دن کے لئے ہر طرح مباح کر لینا قتل و غارت کے ساتھ فحش حرکات اور عصمت دری وغیرہ کا ظہور میں آنا بیان کیا جس کو خیانت و بددیانتی کی وجہ سے چھوڑ دیا اور درمیان کا یہ ٹکڑا لے لیا۔ اور اس کا بھی مفہوم سخت غلط بیان کیا۔

غور فرمایئے جس شخص کی دیانت کا یہ عالم ہو اس کے کذب و افترا کے پلندے کو بے لاگ تحقیق و ریسرچ کا نام دینا تحقیق و ریسرچ کا مذاق اڑانا نہیں تو اور کیا ہے؟

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کی نفی کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صرف پانچ برس کی عمر کے تھے ادرك الحسين من حيات النبي صلے الله عليه وسلم خمس سنين او نحوها (البدایہ ص۱۵۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں حسین نے پانچ برس کا زمانہ پایا تھا یا تقریباً۔ اتنی چھوٹی سی عمر سن تمیز کی عمر نہیں ہوتی۔ بعض ائمہ نے تو ان کے بڑے بھائی حضرت حسن کو جو ان سے سال بھر کے قریب بڑے تھے، زمرۂ صحابہ کے بجائے تابعین میں شامل کیا ہے وقد روى صالح بن احمد بن حنبل عن ابيه انه قال في الحسن بن علیؓ انه تابعي ثقة وهذا غريب فلان يقول في الحسين انه تابعي بطريق الاولى، امام احمد حنبل کے فرزند صالح نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ حسن بن علی ثقہ تابعی تھے۔ یہ قول غریب ہے۔ تاہم حسین کے بارے میں بدرجۂ اولیٰ کہا جائے گا کہ وہ تابعی تھے (صحابہ کے زمرہ میں شامل نہ تھے۔" (خلافت معاویہ و یزید ص۱۴۶)

اس خائن مولف نے اس عبارت میں بھی کمال خیانت اور مکاری کا مظاہرہ کیا ہے۔

(۱) حضرت حسین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صرف پانچ برس کے تھے۔ اس دعوے پر بطور دلیل علامہ حافظ ابن کثیر کا قول پیش کیا ہے۔ حالانکہ ابن کثیر کے اس قول میں کوئی لفظ

ایسا موجود نہیں جس کا معنیٰ "صرف" ہو اور جس سے امام کی عمر کا پانچ برس میں منحصر ہونا معلوم ہو بلکہ لفظ "صرف" کے برعکس موجود ہے۔ اور وہ ہے خمس سنین او نحوھا جس کا ترجمہ ہے "پانچ برس یا اس کی مانند" یعنی پانچ برس میں منحصر نہیں اس کے علاوہ بھی کوئی مدت اگر ثابت ہو جائے تو درست ہے تو اس مؤلف نے بھی "او نحوھا" کا ترجمہ کیا "یا تقریباً" آگے اڑا لیا۔ پھر پانچ برس کے ساتھ لفظ "صرف" بڑھا دینا اصل عبارت میں اضافہ ہے جو تحریف کو مستلزم ہے۔

خطیب بغدادی کفایۃ الخطیب میں لکھتے ہیں:۔

فقد روی الحسن بن علیؓ بن ابی طالب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومولدہ سنۃ اثنین من الھجرۃ (کفایۃ الخطیب ص۵۵)	پس بیشک (حضرت) حسن بن علی بن ابی طالب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور ان کی ولادت ۲ھ میں ہے۔

اس روایت کے مطابق حضرت امام حسن کی عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آٹھ سال اور حضرت امام حسین کی عمر سات سال ثابت ہوتی ہے۔ بعض مؤرخین نے امام حسن کا سن پیدائش ۳ھ اور امام حسین کا ۴ھ قرار دیا ہے، اس لحاظ سے بھی امام حسین کی عمر چھ سال سے کچھ زائد ہی ثابت ہوتی ہے، اسی لئے حافظ ابن کثیر نے لفظ او نحوھا کہا جس سے زیادہ عمر کی گنجائش نکلتی ہے۔ بہر صورت اگر پانچ برس کی بھی ہو تو بھی ہر مسلمان جانتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جس گھر لنے اور جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی وہ گھرانہ علم و حکمت کا مخزن، وہ ماحول انوارِ نبوت سے روشن، ہر وقت قال اللہ اور قال الرسول کا تذکرہ۔ اور پھر امام حسین اہلِ بیتِ نبوت کے خاص جو ہر جن پر فیضانِ نبوت کی خاص بارش ہوتی تھی اور جن کو اخلاقِ نبوت سے خلقی اور فطری مناسبت حاصل تھی، ان کو عام بچوں پر قیاس کرتے ہوئے کہہ دینا "اتنی چھوٹی سی عمر سنِ تمیز کی عمر نہیں ہوتی" ان کے عالی مقام سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے۔ اہلِ علم و دانش جانتے ہیں کہ ہر دور میں جہاں عام حالات ہوتے ہیں وہاں کچھ مخصوص حالات اور مستثنیات بھی ہوتے ہیں، تلاش کی جائے تو آج کے دور میں بھی اس کی مثالیں مل سکتی ہیں۔ تو وہ حضرات تو ازل ہی سے مخصوص اور محبوب ہیں۔ اس مؤلف کا امام حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت کی نفی کرنا غالباً اس لئے ہے کہ صحابیت کے فضائل و مناقب اُن کے لئے ثابت نہ ہوں اور وہ آسانی سے ان کی ذات پر ناپاک حملے کر سکے۔ کیونکہ احترامِ شرفِ صحبت کچھ اس سے مانع تھا جیسا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کے متعلق آزادی سے نہیں بلکہ ربی زبان سے کچھ کہتا ہے۔

صحابیت کی نفی کے بارے میں اس نے امام احمد بن حنبل کا قول پیش کیا ہے کہ انہوں نے امام حسین کے بڑے بھائی امام حسن کو تابعی فرمایا ہے۔ تو جب بڑے بھائی تابعی ہوئے تو چھوٹے تو بطریق اولیٰ تابعی ثابت ہوئے، صحابی نہ ہوئے۔ اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ قول غیر مسلّم اور ناقابلِ اعتماد ہے اور خود امام احمد بن حنبل کے مذہب کے خلاف ہے یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن کثیر جنہوں نے اس قول کو نقل کیا ہے ساتھ ہی یہ کہہ دیا وَھٰذَا غَرِیْبٌ کہ یہ عجیب سی بات ہے، یعنی اس لائق نہیں کہ اس کو قبول کیا جائے، اس قول کی روایتی حیثیت کو ختم کر کے رکھ دیا۔

اور خود حافظ ابن کثیر کے نزدیک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک حسنین کریمین دونوں کا صحابی ہونا مسلّم ہے۔ ملاحظہ ہو حافظ ابن کثیر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

فانه من سادات المسلمین وعلماء الصحابة وابن بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم التی ھی افضل بناته وقد کان عابدا و شجاعًا وسخیًا (البدایہ والنہایہ ص۲۰۳ ج۸)

کہ بیشک وہ (حسین) مسلمانوں کے سردار اور علماء صحابہ میں سے ہیں اور رسول اللہ کی افضل صاحبزادی کے بیٹے ہیں۔ اور وہ عابد و زاہد اور بہادر اور سخی تھے۔

ثابت ہوا کہ ابن کثیر کے نزدیک امام عالی مقام عام صحابہ سے نہیں بلکہ علماء صحابہ میں سے ہیں۔

علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری فرماتے ہیں:۔

ومنھم من اشترط فی ذلك ان یکون حین اجتماعه بالغا وھو مردود لانه یخرج مثل الحسن بن علی ونحوه من احداث الصحابة والذی جزم به البخاری و ھو قول احمد والجمھور من المحدثین (فتح الباری ص۳ ج۷)

اور ان میں سے بعض نے یہ بھی شرط لگائی ہے کہ آدمی حضور کے ساتھ جمع ہونے کے وقت بالغ بھی ہو اور یہ قید مردود ہے کیونکہ یہ قید حسن بن علی اور ان کی مانند کم سن صحابہ کو صحابیت سے خارج کر دیتی ہے۔ اس پر بخاری نے جزم و یقین کیا ہے اور یہی قول امام احمد اور جمہور محدثین کا ہے (کہ یہ قید مردود ہے)۔

ثابت ہو گیا کہ امام احمد اور جمہور محدثین کے نزدیک صحابیت کے لئے بلوغ شرط نہیں جس

نابالغی اور کمسنی کی حالت میں بھی شرفِ صحبت حاصل کر لیا وہ صحابی ہے۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اگر بلوغ کی قید لگائی جائے تو حضرت امام حسن اور اُن جیسے دوسرے کم سن صحابہ صحابیت سے خارج ہو جائیں گے تو گویا انہوں نے بلوغ کی قید کو مردود ہی اس لئے کہا کہ اُن کی اس قید سے امام حسن صحابیت سے خارج ہو جاتے ہیں اور ان کی صحابیت مسلّمات سے ہے۔ کیونکہ دلیل و حجت مسلّمات ہی سے قائم کی جاتی ہے۔ اور اس پر فرمایا یہی قول امام احمد بن حنبل کا اور جمہور محدثین کا ہے۔

تو ثابت ہوا کہ امام احمد کے نزدیک حسنین کریمین صحابی ہیں اور وہ قول جو ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے غیر مسلّم اور خود امام احمد کے قول کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن کثیر نے اس کو هٰذا غریب کہہ کر اس کا غیر مسلّم ہونا ظاہر کر دیا۔

امام الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

من صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اورآہ من المسلمین فهو من اصحابہ (بخاری شریف ص۵۱۵)

جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت پا لے یا آپکو بحالتِ ایمان دیکھ لے تو وہ صحابی ہے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما صرف صحابی ہی نہیں بلکہ صاحبِ روایت صحابی ہیں۔ علامہ امام حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام حسن کے متعلق فرماتے ہیں:۔

حفظ الحسن بن علی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احادیث ورواھا عنہ (الاستیعاب ۳۶۹)

(حضرت) حسن بن علی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متعدد حدیثیں حفظ کیں اور آپ سے روایت کیں۔

یہی امام حضرت امام حسین کے متعلق فرماتے ہیں:۔

روی الحسین بن علی رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم (الاستیعاب ص۱۴۵)

(حضرت) حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

الحسن بن علی بن ابی طالب الهاشمی سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وریحانتہ من الدنیا واحد سیّدی شباب اهل الجنۃ روی عن جدّہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تہذیب التہذیب ص۲۹۵)

حسن بن علی بن ابی طالب الہاشمی سبط رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور دنیا میں آپکے پھول اور جنّت کے جوانوں کے دو سرداروں میں سے ایک انہوں نے اپنے جدِ پاک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی۔

اور یہی امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں:

الحسین بن علی بن ابی طالب الهاشمی ابو عبد اللہ المدنی سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ریحانتہ فی الدنیا و احد سیدی شباب اھل الجنۃ روی عن جدہ ۔ (تہذیب التہذیب ص ۳۴۵ ج ۲)	حسین بن علی بن ابی طالب الہاشمی ابو عبد اللہ المدنی سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دنیا میں آپ کے پھول اور جنت کے جوانوں کے دو سرداروں میں سے ایک، انہوں نے اپنے جد پاک سے روایت کی۔

اس مؤلف نے ابن کثیر کے الفاظ "فلان یقول فی الحسین انہ تابعی بطریق الاولیٰ" کا ترجمہ کیا ہے "تاہم حسین کے بارے میں بدرجۂ اولیٰ کہا جائے گا کہ وہ تابعی تھے۔"

اور یہ ترجمہ ابن کثیر کی مراد کے بالکل خلاف ہے کیونکہ ابن کثیر نے امام احمد کی طرف منسوب قول پر ھذا غریب کا حکم لگا کر اس کی روایتی حیثیت کا تو خاتمہ کر ہی دیا تھا۔ آگے بطور الزام و احتجاج کے کہا تھا کہ اس قول سے جب امام حسن کے صحابی ہونے کی نفی ہو گئی تو مطلب یہ ہوا کہ امام حسین کے صحابی ہونے کی نفی بطریق اولیٰ ہو جائے اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ تو اُن کی عبارت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ اگر امام احمد کا یہ کہنا کہ امام حسن تابعی تھے صحابی نہیں تھے درست مان لیا جائے "فلان یقول فی الحسین انہ تابعی بطریق الاولیٰ"، تو انہیں یہ بھی کہنا چاہیئے کہ حسین بطریق اولیٰ تابعی تھے اور یہ مسلّم نہیں اور خود ان کے مذہب کے بھی خلاف ہے۔ اور یہ مؤلف ترجمہ کرتا ہے "تاہم حسین کے بارے بدرجۂ اولیٰ کہا جائے گا کہ وہ تابعی تھے۔"

گویا الزام کو حقیقت اور احتجاج کو حجتِ اصلیہ بنا دیا۔ یہ تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟ کسی کے قول کا ایسا ترجمہ کرنا جو غلط بھی ہو اور اس کی مراد کے خلاف بھی ہو اگر دانستہ طور پر ہو تو اس کو تحریف۔ خیانت اور دھوکہ ہی کہا جائے گا ورنہ جہالت.... یہ ہے اس مؤلف کی "ریسرچ" لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

اس خائن مؤلف نے لکھا ہے:

"امیر یزید کے ہم جلیس زہّاد و عبّادِ امّت تھے، علماء و فضلاء تھے، طلاب و شیدائیانِ علم تھے...... جہاں اکثر قال اللہ و قال الرسول کی آوازیں آتیں، نہ بقول کذا بین عنت

و موسیقی کی۔ (خلافتِ معاویہ و یزید صفحہ ۵۱)

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ یزید کے ساتھی علماء، فضلاء، زہاد، عابد اور علم کے شیدائی تھے اور ان میں اکثر کتاب و سنت کے ذکر کی آوازیں آتیں نہ بقول کذا بین غنا و موسیقی کی۔ چونکہ ائمہ محدثین اور علماء مؤرخین نے لکھا ہے کہ یزید غنا و موسیقی وغیرہ کا دلدادہ تھا، اس لئے مؤلف نے ان ائمہ محدثین و علماء مؤرخین کو کذا بین کی صف میں داخل کیا۔ لیکن دروغ گورا حافظہ نباشد اس مؤلف نے اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۲۵ پر یزید کی یوں مدح سرائی کی ہے:۔

"وہ خود شاعر تھا۔ موسیقی کا ذوق رکھتا تھا۔ اہلِ ہنر اور شعراء کا قدر دان تھا اور ادب و آرٹ کا مربی اور سرپرست تھا۔"

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا۔ اس پر سلف و خلف کا اجماع ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ زہر کس نے دیا اور کس نے دلوایا مگر یہ مؤلف لکھتا ہے کہ:۔

"حضرت حسن متوفی ۴۹ھ کی وفات کے بعد جو تپ دق کے مہلک مرض سے واقع ہوئی تھی نہ زہر خورانی سے جو محض غلط مشہور ہے۔" (خلافتِ معاویہ و یزید صفحہ ۹۹)

اگر واقعی یہ غلط مشہور ہے تو اس مؤلف کو چاہیئے تھا کہ کسی معتبر کتاب کا حوالہ یا کسی محقق کی تحقیق پیش کرتا کہ حضرت امام کی وفات زہر خورانی سے نہیں بلکہ تپ دق کے مہلک مرض سے واقع ہوئی ہے صرف اس کا اپنی طرف سے لکھ دینا ائمہ محدثین اور مؤرخین کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اب ان ائمہ محدثین و مؤرخین کی عبارات ملاحظہ ہوں جنہوں نے صاف طور پر یہ لکھا ہے کہ آپ کی وفات زہر دینے کے سبب ہوئی۔

امام ابن سیرین، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سے روایت بیان فرماتے ہیں:۔

كان الحسن في مرضه الذي مات فيه يختلف الى مربد له فابطأ علينا مرة ثم رجع فقال لقد رأيت كبدي آنفا ولقد سقيت السمّ مرارا وما سقيته قط اشد من مرّتي هذه فقال حسين ومن سقى له؟ قال لمَ؟ اتقتله؟	کہ حضرت حسن نے جس مرض میں وفات پائی اس میں آپ بار بار جائے ضرورت میں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کو وہاں کافی دیر لگی۔ پھر آپ نے واپس آکر فرمایا کہ میں نے اس وقت اپنے جگر کے ٹکڑوں کو باہر نکلتے دیکھا ہے اور بلاشبہ مجھ کو کئی مرتبہ زہر دیا گیا

بل نکلہ الی اللہ (مصنف ص۲۵۲ ج۱۱)

ہوں مگر اس مرتبہ جیسا سخت پہلے ہرگز نہیں دیا گیا حضرت حسین نے فرمایا آپ کو زہر کس نے دیا ہے؟ فرمایا کیوں کیا تم اس کو قتل کرو گے؟ نہیں بلکہ میں نے اس کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کر دیا ہے۔

اس حدیث کے مخرج امام اجل ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام ہیں جو امام احمد بن حنبل جیسے جلیل القدر امام کے استاد ہیں اور امام بخاری کے استاذ الاستاذ ہیں۔ امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے میں نے علم حدیث میں اِن سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ (تہذیب التہذیب ص۳۱۱ ج۶)

"المستدرک" میں امام المحدثین حافظ الکبیر علامہ حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے تین روایتیں نقل فرمائی ہیں اور علامہ حافظ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں ان کو برقرار رکھا۔

عن ام بکر بنت المسود قالت کان الحسن بن علی سم مرارا کل ذلك یفلت حتی کانت المرة الاخیرة التی مات فیها فانه کان یختلف کبده فلما مات اقام نساء بنی هاشم النوح علیه شهرا (المستدرک ص۱۷۳ ج۳)

ام بکر بنت مسور روایت فرماتی ہیں کہ حسن بن علی کو کئی مرتبہ زہر دیا گیا لیکن ہر مرتبہ بچ گئے یہاں تک کہ آخری مرتبہ جو زہر دیا گیا جس میں ان کی وفات ہوئی وہ ایسا تھا کہ ان کے جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گرتے تھے۔ جب ان کی وفات ہوئی تو بنی ہاشم کی عورتوں نے پورا مہینہ ان پر نوحہ کیا۔

عن عمیر بن اسحاق ان الحسن بن علی قال لقد بلت طائفة من کبدی ولقد سقیت السم مرارا فما سقیت مثل هذا (المستدرک ص۱۷۶ ج۳)

حضرت عمیر بن اسحاق سے روایت ہے کہ بیشک حسن بن علی نے فرمایا کہ میرے جگر کے ٹکڑے ہو گئے ہیں اور تحقیق مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہے مگر اس مرتبہ کا سا پہلے نہیں دیا گیا۔

عن قتادة بن دعامة السدوسی قال قال سمت ابنة الاشعث بن قیس الحسن بن علی وکانت تحته ورشیت علی ذلك مالا۔ (المستدرک ص۱۷۶ ج۳)

قتادہ بن دعامہ سدوسی سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اشعث بن قیس کی بیٹی (جعدہ) نے حسن بن علی کو زہر دیا اور وہ آپ کی زوجہ تھی۔ اور اس کو زہر دینے پر مال کی رشوت دی گئی تھی۔

علامہ امام حافظ ابونعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمیر بن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں اور میرا ایک ساتھی حضرت حسن بن علی کی عیادت کو گئے۔ انہوں نے فرمایا اے فلاں! مجھ سے کچھ پوچھ۔ عرض کیا جب اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت عطا فرمائے گا اس وقت پوچھیں گے۔ آپ نے فرمایا:-

لقد القیت طائفة من کبدی وانی سقیت السمّ مرار فلم اسق مثل هذه المرة ثم دخلت علیه من الغد وهو یجود بنفسه والحسین عند رأسه وقال یا اخی من تتهم؟ قال لم؟ لتقتله؟ قال نعم! قال ان یکن الذی اظن فالله اشد بأسا و اشد تنکیلا والا یکن فما احب ان یقتل بی بریئ ثم قضی رضوان الله تعالیٰ علیه

(حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۸)

بلا شبہ میرے جگر کے ٹکڑے گر رہے ہیں اور مجھے کئی مرتبہ زہر پلایا گیا ہے مگر اس مرتبہ جیسا سخت پہلے نہیں دیا گیا۔ پھر میں دوسرے دن حاضر ہوا۔ جس دن آپ کی وفات ہوئی حضرت حسین آپ کے سر کے پاس بیٹھے ہوئے فرما رہے تھے۔ بھائی جان! آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟ فرمایا کیوں تم اس کو قتل کر دو گے؟ انہوں نے کہا ہاں! فرمایا اگر وہ وہی ہے جس کو میں گمان کرتا ہوں تو اللہ بہت سخت پکڑ کرنے والا اور سزا دینے والا ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو میں یہ نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ قتل ہو پھر آپ نے وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو۔ ؎

رفتیم و غمِ عشق تو در سینہ نہفتیم!
با ہیچ کسے حالِ دلِ خویش نگفتیم!

علامہ کمال الدین الدمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

وکان الحسن رضی الله تعالیٰ عنه قد سمّته امرأته جعدة بنت الاشعث فمکث شهرین یرفع من تحته فی الیوم کذا وکذا مرة طست من دم وکان رضی الله تعالیٰ عنه یقول سقیت السمّ مرارا ما اصابنی فیها

اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے زہر دیا تو وہ دو مہینے اس طرح رہے کہ ایک دن میں کئی مرتبہ ان کے نیچے سے خون سے بھرا ہوا طشت اٹھایا جاتا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے کئی مرتبہ

ما اصابنی فی ھذہ المرۃ ۔ (حیوٰۃ الحیوان ص۵۸ ج۱)

زہر دیا گیا مگر اس مرتبہ جو تکلیف مجھے پہنچی ہے وہ پہلے نہیں پہنچی ۔

علامہ امام حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قتادہ و ابو بکر بن حفص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ :۔

سم الحسن بن علی سمتہ امرأتہ بنت الاشعث بن قیس الکندی ۔

(حضرت) حسن بن علی کو ان کی بیوی (جعدہ) بنت اشعث بن قیس کندی نے زہر دیا تھا۔

(الاستیعاب علی الاصابہ ص۳۷۵ ج۱)

اور یہی امام حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے

قال دخل الحسین علی الحسن رحمھما اللہ تعالٰی فقال یا اخی انی سقیت السم ثلاث مرار لم اسق مثل ھذہ المرۃ انی لاضع کبدی فقال الحسین من سقاک یا اخی قال ما سؤالک عن ھذا اترید ان تقاتلھم کلھم الی اللہ (الاستیعاب علی الاصابہ ص۳۷۵ ج۱)

فرمایا (حضرت) حسین (حضرت) حسن کے پاس آئے تو (حضرت حسن) نے کہا اے بھائی بلاشبہ مجھے تین مرتبہ زہر دیا گیا ہے اور مرتبہ جیسا سخت پہلے نہیں دیا گیا ۔ تو (حضرت) حسین نے کہا اے بھائی آپ کو کس نے زہر دیا ہے ؟ (حضرت) حسن نے کہا تم کیوں پوچھتے ہو کیا تم ان سے لڑائی کرو گے ۔ میں نے ان کو اللہ کے سپرد کر دیا ہے ۔

علامہ ابن واضح کاتب عباسی المعروف یعقوبی اپنی مشہور کتاب تاریخ یعقوبی میں فرماتے ہیں :۔

و توفی الحسن بن علی فی شھر ربیع الاول سنہ ۴۹ھ ولما حضرتہ الوفاۃ قال لاخیہ الحسین یا اخی ان ھذہ آخر ثلاث مرار اسقیت فیہا السم ولم اسقہ مثل مرتی ھذا وانا میت من یومی فاذا انا مت فادفنی مع رسول اللہ فما احد اولی بقربہ منی الا ان تمنع من ذالک فلا تسفک فیہ محجمۃ دم ،

(الیعقوبی ص۲۲۶ ج۲)

اور حسن بن علی نے ربیع الاول ۴۹ھ میں وفات پائی جب وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بھائی حسین سے کہا بھائی یہ تیسری مرتبہ کا آخر زہر ہے جس میں مجھے زہر پلایا گیا ہے ۔ لیکن اس مرتبہ کے جیسا سخت کبھی نہ تھا ۔ میں آج ہی مر جاؤں گا جب میں مر جاؤں تو مجھکو رسول اللہ کے ساتھ دفن کرنا کہ میری قرابت کی وجہ سے کوئی اور بہتر

سے زیادہ اس کا مستحق نہیں ہے۔ البتہ اگر تم رو کے جاؤ تو ایک تپھنے کے برابر بھی خونریزی نہ کرنا۔

علامہ مسعودی اپنی مشہور و معروف کتاب "مروج الذہب" میں امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ:۔

دخل الحسین علیٰ عمّی الحسن بن علی لمّا	(حضرت) حسین میرے چچا حسن بن علی کے پاس
سقی السّم فقام لحاجته الانسان ثم رجع	جبکہ ان کو زہر پلایا گیا، گئے تو حسن قضائے حاجت
فقال لقد سقیت السّم عدة مرار افما	کے لئے گئے۔ وہاں سے واپس آکر فرمایا کہ
سقیت مثل هذہ لقد لفظت طائفة من	بیشک مجھے کئی مرتبہ زہر پلایا گیا لیکن اس مرتبہ
کبدی فرأیتنی اقلبه بعود فی یدی	کے جیسا سخت کبھی نہ تھا۔ اس میں میرے جگر
فقال له الحسین یا اخی من سقاك؟ قال	کے ٹکڑے باہر آ گئے تم نے مجھے دیکھا کہ میں
و ما ترید بذلك فان کان الذی اظنه	ان کو اپنے ہاتھ کی لکڑی سے الٹ پلٹ کر دیکھ
فالله حسیبه وان کان غیرہ فما احب	رہا تھا۔ حسین نے پوچھا، بھائی صاحب آپ کو
ان یوخذبی بریٔ فلو یلبث بعد ذلك	کس نے زہر پلایا ہے؟ انہوں نے فرمایا اس
الا ثلاثا حتی توفی وذکر ان امرأته جعدة	سوال سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ اگر زہر دینے
بنت الاشعث بن قیس الکندی سقته	والا وہی شخص ہے جس کے متعلق میرا گمان ہے
السّم (مروج الذہب علی الکامل ص۵۵)	تو خدا اس کے لئے کافی ہے اور اگر کوئی اور

ہے تو میں یہ نہیں پسند کرتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ پکڑا جائے۔ اس کے بعد وہ زیادہ نہ ٹھہرے اور تین دن کے بعد انتقال فرما گئے۔ مؤرخ فرماتے ہیں، اور ذکر کیا گیا ہے کہ ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس الکندی نے ان کو زہر پلایا تھا ؎

واہ کیا حلم تھا اپنا تو جگر ٹکڑے ہوا
پھر بھی ایذائے ستمگر کے روادار نہیں

علامہ ابوالفداء فرماتے ہیں:۔

و توفی الحسن من سمّ سقته زوجته	اور حسن نے زہر سے وفات پائی۔ ان کی بیوی
جعدة بنت الاشعث قیل فعلت ذلك	جعدہ بنت اشعث نے ان کو زہر پلایا تھا۔

بامر معاویة وقیل بامر یزید۔
(ابو الفداء ص۱۸۳)

کہا جاتا ہے کہ اس نے یہ فعل معاویہ کے حکم سے کیا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یزید کے حکم سے کیا تھا۔

امام المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت اُمّ موسیٰ سے روایت فرماتے ہیں کہ:۔

ان جعدة بنت الاشعث بن قیس سقت الحسن السم فاشتکی منہ شکاة فکان یوضع تحتہ طشت وترفع اخری نحوا من اربعین یوما۔ (تہذیب التہذیب ص۳۰۰ ج۲)

بیشک جعدہ بنت اشعث بن قیس نے (حضرت) حسن کو زہر پلایا تھا تو اس سے آپ کو سخت تکلیف ہوئی۔ آپ کے نیچے برابر ایک طشت رکھا جاتا تھا اور دوسرا اٹھا لیا جاتا تھا۔ اسی طرح چالیس روز تک ہوا۔

اور یہی امام حضرت عمیر بن اسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ:۔

دخلت انا وصاحب لی علی الحسن ابن علی فقال لقد لفظت طائفة من کبدی وانی قد سقیت السم مرارا فلوا سق مثل ھذا فاتاہ الحسین بن علی فسألہ من سقاك فابی ان یخبرہ رحمہ اللہ تعالی۔
(اصابہ ص۳۳۱ ج۱، تہذیب التہذیب ص۳۰۰ ج۲)

میں اور میرے ایک ساتھی حسن بن علی کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے جگر کے کچھ ٹکڑے گر چکے ہیں اور مجھے کئی مرتبہ زہر پلایا گیا ہے، لیکن اس مرتبہ کے ایسا قاتل کوئی نہ تھا۔ پھر حسین بن علی آپ کے پاس آئے اور پوچھا آپ کو کس نے زہر پلایا ہے، لیکن آپ نے بتلانے سے انکار کر دیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

علامہ حافظ ابن کثیر نے "عمیر بن اسحاق کی روایت جو مذکور ہو چکی ہے نقل کرنے کے بعد اُمّ بکر بن مسور سے روایت کی۔

قالت الحسن سقی مرارا کل ذلك یفلت منہ حتی کانت المرة الأخرة التی مات فیھا فانہ کان یختلف کبدہ فلما مات اقام نساء بنی ھاشم علیہ النوح شھرا۔ (البدایہ والنہایہ ص۴۳ ج۸)

وہ فرماتی ہیں کہ (حضرت) حسن کو کئی مرتبہ زہر پلایا گیا، لیکن ہر مرتبہ بچ گئے یہاں تک کہ آخری مرتبہ جو زہر دیا گیا جس میں ان کی وفات ہوئی۔ وہ ایسا تھا کہ ان کے جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر

گرتے تھے۔ جب ان کی وفات ہوئی تو بنی ہاشم کی عورتوں نے پورا مہینہ ان پر نوحہ کیا۔
اور پھر حضرت عبداللہ بن حسن رضی اللہ عنہما کی روایت لکھی وہ فرماتے ہیں :-

کان الحسن بن علی کثیر نکاح النساء وکان قلّ ما یحظین عندہ وکان قلّ امرأۃ تزوجہا الا احبتہ وضنت بہ فیقال انہ کان سقی سمًّا ثمّ افلت ثمّ سقی فأفلت ثمّ کانت الآخرۃ توفی فیہا فلمّا حضرتہ الوفاۃ قال الطبیب وھو یختلف الیہ ھذا رجل قطع السم امعاءہ فقال الحسین یا ابا محمّد اخبرنی من سقاك؟ قال ولِمَ یا اخی؟ قال اقتلہ واللہ قبل ان ادفنك ولا اقدر علیہ او یکون بارض اتکلف الشخوص الیہ فقال یا اخی انما ھذہ الدنیا لیال فانیۃ دعہ حتی ألتقی انا وھو عند اللہ وابی ان یسمیہ،

(البدایہ والنہایہ صہ ۴۳/۸)

کہ حضرت حسن بن علی نے بہت سی عورتوں سے نکاح کیا لیکن بہت کم عورتیں آپ کی صحبت سے محظوظ ہوئیں۔ اس بنا پر آپ کی منکوحہ عورتوں میں سے کم عورتیں آپ سے محبت رکھتی تھیں اور آپ سے صحبت کرنے میں) بخل کرتی تھیں (تاکہ اولاد نہ ہو کیونکہ آپ طلاق دے دیتے تھے) پس کہا گیا ہے کہ بیشک آپ کو زہر دیا گیا تو اس نے اثر نہ کیا۔ پھر دیا گیا پھر بھی اس نے اثر نہ کیا پھر جو آخری مرتبہ دیا گیا اس میں آپ کی وفات ہو گئی۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو طبیب نے کہا جو بار بار آپ کی خدمت میں آتا تھا کہ انکی انتڑیاں زہر سے کٹ گئی ہیں تو حضرت حسین نے فرمایا اے ابو محمد! مجھے بتائیے کہ آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟ فرمایا کیوں اے بھائی! انہوں نے کہا خدا کی قسم! میں آپ کے دفن ہونے سے پہلے اس کو قتل کروں گا اور اگر میں اکیلا اس پر قادر نہ ہو سکا یا ایسی زمین پر یعنی دور ہو (تو بھی اس شخص کو نہ چھوڑوں گا۔ خواہ) اس کے لئے بہت سے اشخاص کو مشقت اٹھانی پڑے تو فرمایا اے میرے بھائی یہ دنیا فانی چند روزہ ہے۔ اس کو چھوڑ دو، یہاں تک کہ میری اور اس کی ملاقات اللہ کے پاس ہو۔ اور آپ نے اس کا نام بتانے سے انکار کر دیا۔

علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں :-

وفی ھذہ السنۃ توفی الحسن بن علی سمّتہ زوجتہ جعدۃ بنت الاشعث بن قیس

اور اسی سال ۴۹ھ میں (حضرت) حسن بن علی نے وفات پائی۔ ان کی بیوی جعدہ بنت

الکندی (ابن اثیر ص۱۸۲ ج۳، اسد الغابہ ص۱۱ ج۲) اشعث بن قیس الکندی نے ان کو زہر دیا۔

علامہ امام حسین بن محمد الدیار بکری فرماتے ہیں کہ:۔

قال عمیر بن اسحاق دخلت علی الحسن قال القیت طائفۃ من کبدی وانی قد سقیت السم مرارا فلم اسق مثل هذه المرة ثم دخلت علیه من الغد وهو یجود بنفسه والحسین عند رأسه فقال یا اخی من تتهم قال لم اتقتله؟ قال نعم! قال ان یکن الذی اظنه فالله اشد بأسا واشد تنکیلا والا فما احب ان یقتل بی بری وفی روایة قال والله لا اقول لکم من سقانی ثم قضی رضی الله عنه وقد ذکر یعقوب بن سفیان فی تاریخه ان جعدة بنت الاشعث بن قیس الکندی کانت تحت الحسن بن علی فزعموا انها سمته، (تاریخ الخمیس فی احوال انفس نفیس ج۲ ص۲۹۲)

عمیر بن اسحاق نے کہا میں حضرت حسن کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا میرے جگر کے ٹکڑے نکل کر گر چکے ہیں اور مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہے لیکن اس مرتبہ جیسا سخت پہلے نہیں دیا گیا۔ پھر میں دوسرے دن حاضر ہوا جس دن آپ کی وفات ہوئی، حضرت حسین آپ کے سر کے پاس بیٹھے ہوئے پوچھ رہے تھے بھائی آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟ فرمایا تم اس لئے پوچھتے ہو کہ اس کو قتل کرو گے؟ کہا ہاں! فرمایا اگر وہ وہی ہے جس کے متعلق میرا گمان ہے تو اللہ تعالے سخت گرفت کرنے والا اور سخت سزا دینے والا ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میری وجہ سے کوئی بے گناہ قتل ہو اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا خدا کی قسم! میں تمہیں نہیں بتاؤں گا۔ پھر آپ نے وفات پائی۔ اللہ آپ سے راضی ہو اور تحقیق یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ بیشک لوگوں کا یہ گمان ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس الکندی نے آپ کو زہر دیا ہے۔

علامہ امام ابن حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

وکان سبب موته ان زوجته جعدة بنت الاشعث بن قیس الکندی دس الیها یزید ان تسمه ویتزوجها وبذل لها مائة الف درهم

آپ (حضرت حسن) کی موت کا سبب یہ تھا کہ آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس الکندی کو یزید نے خفیہ پیغام بھیجا تھا کہ اگر تو امام

ففعلت فمرض اربعین یوما فلما مات بعثت الی یزید تسألہ الوفاء بما وعدها فقال لہا انا لم نرضك للحسن فنرضاك لانفسنا و بموته مسموما شهیدا ،

(الصواعق المحرقہ ص ۱۳۸)

حسن کو زہر دے کر ہلاک کر دے تو میں تجھے ایک لاکھ درہم دونگا اور تجھ سے نکاح بھی کر لوں گا تو اس نے آپ کو زہر دے دیا چنانچہ آپ چالیس روز بیمار رہے جب آپ کی وفات ہو گئی تو اس نے یزید کو ایفائے وعدہ کے لئے کہا تو یزید نے اس سے کہا کہ بے شک ہم نے تو تجھے حسن کے لئے پسند نہ کیا (جو ہمارے دشمن تھے) تو خود اپنے لئے بھلا پسند کریں گے۔ اور حضرت حسن زہر سے شہید ہوئے۔

علامہ امام حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

توفی الحسن رضی اللہ عنہ بالمدینہ مسموما سمته زوجته جعدة بنت الاشعث بن قیس دس الیها یزید بن معاویة ان تسمه فیتزوجها ففعلت فلما مات الحسن بعثت الی یزید تسألہ الوفاء بما وعدها فقال انا لم نرضك للحسن افنرضاك لانفسنا

(تاریخ الخلفاء ص ۱۴۷)

(حضرت) امام حسن کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی زہر سے، آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس کو یزید بن معاویہ نے خفیہ پیغام بھیجا کہ اگر تو حسن کو زہر دے دے تو میں تجھ سے نکاح کر لوں گا تو اس نے زہر دے دیا جب آپ کی وفات ہو گئی تو اس نے یزید کو ایفائے وعدہ کے لئے کہا تو یزید نے کہا بیشک ہم نے تو تجھے (اپنے دشمن) حسن کے لئے پسند نہ کیا تو کیا اپنی ذات کے لئے پسند کریں گے۔

قال ابو علی الفضل ابن الحسن الطبری فی کتابه اعلام الوری ، بعد ان تم الصلح بین الحسن و معاویة وخرج الحسن الی المدینة اقام بها عشر سنین و سقته زوجته جعدة بنت الاشعث بن قیس الکندی السم فبقی مریضا اربعین یوما وکان قد سألها یزید فی ذلك وبذل لها مائة الف درهم وان یتزوجها

حضرت ابو علی الفضل ابن الحسن الطبری اپنی کتاب " اعلام الوریٰ " میں فرماتے ہیں کہ حضرت حسن اور حضرت معاویہ کے درمیان صلح ہونے کے بعد حضرت حسن کوفہ سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہاں دس سال مقیم رہے۔ پھر آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس الکندی نے آپ کو زہر پلایا تو آپ چالیس روز تک

بعد الحسن ففعلت ولما مات الحسن بعثت الی یزید تسألہ الوفاء بما وعدھا فقال انا لن نرضاكِ للحسن افنرضاكِ لانفسنا ، (نور الابصار ص۱۳۶)

بیمار رہے اور یزید نے اس عورت کو اس معاملہ میں بہکایا کہ وہ اس کو ایک لاکھ درہم بھی دے گا اور حسن کے بعد اس کو اپنی زوجیت میں بھی لے لے گا تو اس عورت نے یہ کام یعنی زہر دے دیا جب حضرت حسن انتقال فرما گئے تو اس عورت نے یزید کو اپنا وعدہ وفا کرنے کا پیغام بھیجا تو یزید نے کہا ہم تو تمہارا حسن کے پاس رہنا ہرگز پسند نہ کرتے تھے (جو ہمارے دشمن تھے) تو خود اپنے پاس رکھنا کیسے پسند کریں گے ۔

عاشقِ حبیبِ ربّانی حضرت مولانا جامی قدس سرہ السامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

ومشہور آنست کہ ویرا خاتون وے جعدہ زہر دادہ است بفرمودۂ یزید بن معاویہ ۔ (شواھد النبوۃ ص۲۱۶)

مشہور یہی ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ نے یزید بن معاویہ کے کہنے سے آپ کو زہر دیا ۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

وسبب موتہ ان زوجتہ جعدۃ ابنت الاشعث بن قیس سمتہ باغواء یزید بن معاویۃ وکان یزید ضمن لہا ان یتزوجہا ففعلت فمرض الحسن رضی اللہ عنہ اربعین یوما ثم مات فبعثت جعدۃ الی یزید تسألہ الوفاء بما وعدھا فقال انا لم نکن نرضاكِ للحسن افنرضاكِ لانفسنا فصارت ممن خسر الدنیا والاخرۃ ذلك ھو الخسران المبین ۔ (سر الشہادتین ص۱۰)

(حضرت) حسن کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس نے یزید کے بہکانے سے آپ کو زہر دے دیا تھا اور یزید نے اس بات پر اس کے ساتھ نکاح کا وعدہ کیا تھا تو اس نے یہ فعل کر دیا تو حسن رضی اللہ عنہ چالیس روز بیمار رہے پھر آپ نے انتقال فرمایا ۔ اس کے بعد جعدہ نے یزید کو ایفائے وعدہ کا پیغام بھیجا تو یزید نے کہا بیشک ہم نے تو تجھے (اپنے دشمن) حسن کے لئے پسند نہ کیا تو کیا خود اپنے لئے پسند کر لیں گے ۔ پس وہ دنیا و آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہو گئی اور یہ واضح اور کھلا نقصان ہے ۔

احادیث وتواریخ کی ان تمام روایات سے صاف طور پر یہ ثابت ہوا کہ آپ کو کئی بار زہر دیا گیا اور اسی سے آپ کی وفات ہوئی۔ کسی مؤرخ نے نہیں لکھا کہ آپ کی وفات تپدق کے مہلک مرض سے ہوئی اور زہر دینے کا واقعہ محض غلط ہے۔ نامعلوم اس مؤلف کو ساڑھے تیرہ سو برس کے بعد کہاں سے معلوم ہو گیا ہے۔ اتنی واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے کہہ دینا کہ زہر دیا جانا محض غلط مشہور ہے، کسی نئی "ریسرچ" کا نام ہوگا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنی واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے آخر یہ مؤلف پھر کیوں انکار کر رہا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض مؤرخین نے زہر دلانے کی نسبت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف کی ہے کہ انہوں نے جعدہ کو مال وزر اور یزید کے ساتھ نکاح کا لالچ دیا تو جعدہ نے اس خیال سے کہ امام حسن بکثرت طلاقیں دیتے ہیں اور مجھے بھی ضرور طلاق دیں گے تو فطرتِ نسوانی کے تحت لالچ میں آکر زہر دے دیا۔ جہاں تک حضرت معاویہ کی طرف اس نسبت کا تعلق ہے وہ تو بالکل غلط ہے جیسا کہ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:۔

ومایُنقل ان معاویۃ دس الیہ السمّ مع زوجتہ جعدۃ بنت الاشعث فھو من احادیث الشیعۃ وحاشا لمعاویۃ من ذلک، (ابن خلدون ص۱۸۷)	اور یہ روایت کہ معاویہ نے ان (حسن) کی بیوی جعدہ بنت اشعث سے مل کر زہر دلایا شیعوں کی من گھڑت بات ہے۔ حاشا معاویہ کی ذات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

البتہ یزید کی طرف اس کی نسبت صحیح ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر مکی، امام جلال الدین سیوطی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

"یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے۔ دوسرے صحابہ نے جائز سمجھا حضرت امام نے ناجائز سمجھا اور گو اکراہ میں انقیاد جائز تھا مگر واجب نہ تھا اور متمسک بالحق ہونے کے سبب یہ مظلوم تھے اور مقتول مظلوم شہید ہوتا ہے۔ شہادۃ غزوہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بس ہم اسی بنائے مظلومیت پر ان کو شہید مانیں گے۔ باقی یزید کو اس قتال میں اس لئے معذور نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد ہے اپنی تقلید کیوں کراتا تھا،

خصوصی جبکہ حضرت امام آخر میں فرمانے بھی لگے تھے کہ میں کچھ نہیں کہتا۔ اس کو تو عداوت ہی تھی چنانچہ امام حسن کے قتل کی بنا یہی تھی اور مسلط کی اطاعت کا جواز الگ بات ہے مگر مسلط ہونا کب جائز ہے خصوص نااہل کو۔ اس پر خود واجب تھا کہ معزول ہو جاتا۔ پھر اہل حل و عقد کسی اہل کو خلیفہ بناتے ہیں" (امداد الفتاوی ص ۱۹۵)

خط کشیدہ الفاظ دیکھئے۔ "اس کو تو عداوت ہی تھی چنانچہ امام حسن کے قتل کی بنا یہی تھی۔"

غیر مقلدین کے امام نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی بھی فرماتے ہیں:۔

"امیر معاویہ سے صلح کے بعد حسن مدینے میں آکر رہے اور دس برس گزرے تو ان کی بی بی جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی نے ان کو زہر پلایا، چالیس دن تک بیمار رہے یزید پلید نے جعدہ سے یہ فرمائش کی تھی اور ایک لاکھ درہم دینے کئے تھے۔ اس پر جعدہ نے یہ کام کیا جب حسن کا انتقال ہو گیا جعدہ نے کہلا بھیجا کہ اپنا وعدہ پورا کرو۔ یزید نے کہا ہم نے تجھ کو حسن کے لئے پسند نہ کیا۔ کیا ہم اپنے لئے تجھ کو پسند کریں گے۔ (التشریف البشر ص ۶۲)

اصل میں اس مؤلف نے دیکھا کہ زہر دلانے کی نسبت یزید کی طرف کی گئی ہے اور یزید کو تو خواہ مخواہ بچانا ہی ہے خواہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلے اللہ علیہ وسلم ناراض ہو جائیں اور چاہے جگر پارۂ رسول مقبول اور جنت کے نوجوانوں کے سردار کو فسادی، فتنہ پرور اور باغی ہی قرار دینا پڑے (معاذ اللہ) اس لئے سرے سے اس کا انکار ہی کر دو کہ زہر دیا ہی نہیں گیا یہ محض غلط مشہور ہے۔ ورنہ پھر سوال پیدا ہوتا کہ اچھا بتاؤ اگر یزید نے نہیں دلوایا تو پھر کس نے دلوایا؟ حقیقت یہ ہے کہ یزید سمجھتا تھا کہ میرا باپ بوڑھا ہو گیا ہے۔ اس کی وفات کے بعد امام حسن کے ہوتے ہوئے لوگ مجھے کسی طرح بھی قبول نہیں کریں گے لہذا یہ چٹان جو میرے اقتدار کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے اس کو دور کیا جائے تاکہ میرے لئے حکومت کا معاملہ آسان ہو جائے۔

اور جبکہ بعض معتبر کتب میں یہ بھی ہے کہ امام حسن اور امیر معاویہ کے درمیان جن شرائط پر صلح ہوئی تھی ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ "امیر معاویہ کے بعد امام حسن خلیفہ ہونگے"۔ چنانچہ طبقات صحابہ کی مستند ترین کتاب الاستیعاب میں ہے:۔

ولاخلاف بین العلماء ان الحسن انما سلم   علماء کے درمیان اس میں اختلاف نہیں ہے

الخلافۃ لمعاویۃ حیاتہ لاغیر ثم تکون لہ من بعدہ و علی ذلک انعقد بینھما۔ (الاستیعاب علی الاصابہ صہ ۳۷۳)

کہ (امام) حسن نے امیر معاویہ کو صرف ان کی حیات تک خلافت سپرد کی تھی نہ کہ غیر کو بھی۔ پھر ان کے بعد خلافت حسن کے لئے ہوگی۔ اس پر دونوں کے مابین صلح کا انعقاد ہوا تھا۔

ناظرین حضرات اس سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ بات یزید سے پوشیدہ نہ تھی اور وہ خوب سمجھتا تھا کہ میرے والد کے بعد خلافت کے حقدار امام حسن ہیں۔ میں اسی صورت میں کامیاب ہو سکتا ہوں جبکہ امام حسن نہ رہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے اقتدار کی خاطر یہ ظلم عظیم کیا کہ امام حسن کو زہر دلوا دیا۔

امام حسن کو زہر کس نے دیا

بعض اہلِ تواریخ نے لکھا ہے کہ مروان حاکم مدینہ نے بایمائے یزید ایک کنیز ایسونیہ رومیہ جو بڑی دلالہ تھی کو بُلا کر پوچھا کہ تو امام حسن کے گھر آتی جاتی ہے؟ اُس نے کہا ہاں! مروان نے کہا ایک کام کرنا ہے اگر تو اُسے کو کر دے تو میں تجھے تین ہزار دینار دوں گا۔ اس نے کام پوچھا۔ مروان نے کہا کہ کسی طرح حسن کی بیوی جعدہ کو اسطرح کی چکنی چپڑی باتیں کر کے بہکا کہ حسن تو اپنی بیویوں کو طلاق دے دیتے ہیں انہوں نے تو تجھے رکھنا ہی نہیں۔ پھر ساری عمر بیوہ بن کر ہو گی۔ اور اگر چاہتی ہو کہ ملک شام و عراق کی ملکہ بن کر عیش و عشرت کی زندگی گزارو تو ولی عہد یزید کی ایک خواہش کو پورا کر دو۔ پھر وہ تم سے نکاح کرے گا اور ایک لاکھ درہم بھی دے گا۔ اور وہ تمہیں بہت چاہتا بھی ہے۔ جعدہ نے یزید کی خواہش دریافت کی۔ دلالہ نے کہا اگر تم اس کے لئے تیار ہو جاؤ تو بتاؤں! غرض چند ملاقاتوں میں اس مکار دلالہ نے جعدہ کو بہکا کر ہموار کر لیا اور مروان کی طرف سے حفاظت کی ذمہ داری کا یقین دلا کر کہا کہ حسن کو زہر دے کر ہلاک کر دو پھر یہ مراد پوری ہو سکتی ہے اور مروان اس بات کا ضامن ہے۔ بدنصیب جعدہ دنیا کے فانی مال و دولت اور عیش و عشرت کی حرص و طمع کا شکار ہو کر اس ظلم عظیم کے لئے تیار ہو گئی۔ اس نے چند مرتبہ کبھی شہد کبھی کھجوروں وغیرہ میں ملا کر حضرت امام کو زہر دیا مگر معمولی تکلیف کے بعد شفا ہوتی رہی۔ مروان کو برابر حالات کی خبر پہنچتی رہی آخر اس ظالم نے تھوڑا سا پسا ہوا الماس ایسونیہ کو دیا کہ یہ پانی میں ملا کر پلا دو۔ جب وہ پلایا گیا تو اس نے اندر جاتے ہی جگر اور آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور حضرت امام کو اسہال کبدی ہو گیا اور قے آنی شروع ہو گئی اور جگر اور آنتیں کٹ کٹ کے باہر آنے لگیں

کہ ریخت سوزشِ الماس ریزہ در قدحش
کہ زہر گشت ازاں آبِ خوشگوار حسن

درا ندرون ہفتاد پارہ شد جگرش — ہمہ زراہِ گلو ریخت در کنار حسن
برنگ گونۂ الماس شد زمرد فام — مفرح لب یاقوت آبدار حسن
جگر بسوخت شفق راچو لالہ زاتش دل — زحسرت جگر خستۂ دل فگار حسن

بباغ عترتِ پیمبر از خزانِ ستم!
بریخت لالہ ونسریں زنو بہار حسن

آپ تقریبًا چالیس روز بیمار رہے۔ ایک دن آپ نے جعدہ کو تنہائی میں بلا کر فرمایا۔ اے بانوئے بے وفا! تجھ پر افسوس! تو نے کتنی مرتبہ مجھ کو زہر دیا تو خدا تعالیٰ اور میرے جدِ امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ شرمائی۔ تو تو محبت کے دعوے کیا کرتی تھی۔ کیا اہل محبت ایسا کیا کرتے ہیں؟ مگر سن! جس مقصد کے لئے تو نے یہ دشمنی کی ہے تیرا وہ مقصد بھی پورا نہ ہوگا۔ پھر آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ آخر آپ کی حالت متغیر ہوگئی۔ بیقراری اور گھبراہٹ بہت زیادہ ہوگئی ؎

آئیں جناب زینب بیکس برہنہ پا — دیکھا کہ لوٹتے ہیں بچھونے پہ مجتبٰے
بولیں یہ سر کو پکڑ کے وہ غم میں مبتلا — ہے ہے بہن نثار ہو بھیا یہ کیا ہوا

ایسا یہ زہر کس نے دغا سے پلا دیا
کس نے مرے کلیجے پہ خنجر چلا دیا

تکیے لگا دیئے تھے حرم نے اِدھر اُدھر — بازو کو کوئی تھامتی تھی اور کوئی سر
فرمایا طشت لاؤ ہوا زہر کارگر — رہ رہ کے کاٹتا ہے کوئی تیغ سے جگر

اب آئی وہ رات فاطمہ کے نورِ عین کو
غم میں حسن کے نیند نہ آئی حسین کو

وہ سبطِ مصطفیٰ کی شہادت کی رات تھی — آفت کی رات تھی وہ مصیبت کی رات تھی
عالم کے بادشاہ کی رحلت کی رات تھی — زہرا و مرتضیٰ پہ قیامت کی رات تھی

فرمایا اب تو ہم اس دنیا سے جاتے ہیں
نانا بلا رہے ہیں سوئے جنت کو جاتے ہیں

وہ سیّدہ کے نورِ عین، مولا علی کے دل کے چین، جگر گوشۂ رسولِ خدا حضرت حسن مجتبیٰ چند وصیتیں فرما کر ماہِ ربیع الاوّل ۴۹ھ میں بہشتِ بریں میں سدھارے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن اُولٰٓئِکَ عَلَیْہِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّہِمْ وَرَحْمَۃٌ۔

حضرت امام کی شہادت کے بعد تمام بنی ہاشم خصوصاً امام حسین رضی اللہ عنہ کے دل میں سخت غم و غصہ تھا اور مروان یہ سمجھتا تھا کہ یہ سخت غیور ہیں، اگر ان کو پتہ چل گیا تو یہ ہرگز خاموش نہیں بیٹھیں گے اور بہت بڑا فتنہ ہوگا اور قتل و غارت کی نوبت ضرور آئے گی۔ اُدھر جعدہ بھی پشیمان اور سخت خائف تھی۔ اس لئے مروان نے اس کو اپنے پاس بلا لیا اور دو غلام اور تین کنیزوں کے ساتھ پوشیدہ طور پر یزید کے پاس بھیج دیا اور یزید کو سارا حال لکھ کر تاکید کر دی کہ یہ راز فاش نہ ہونے پائے ورنہ سویا ہوا فتنہ جاگ اٹھے گا اور تلواریں میان سے باہر آجائیں گی اور سخت خونریزی ہوگی اس لئے جعدہ کو پوشیدہ رکھا جائے تاکہ یہ راز فاش نہ کر دے

یزید نے جعدہ سے حال معلوم کیا۔ جعدہ نے اوّل سے لے کر آخر تک اپنا سیاہ کارنامہ پیش کر کے یزید سے کہا کہ میں نے تمہارے لئے خدا اور رسول کو ناراض کیا اور عذابِ جہنم اختیار کیا اب تم اپنا وعدہ وفا کرو اور مجھے اپنی زوجیت کا شرف بخشو۔ یزید نے کہا تجھ پر خدا کی لعنت ہے۔ جب تو نے خدا ورسول کے غضب کا خیال نہ کیا اور حسن جیسے عالی مقام شوہر کے ساتھ ایسا ظلم اور بے وفائی کی تو مجھ سے کب وفا کرے گی۔ تو اس لائق نہیں کہ میں تجھے اپنی زوجیت میں لوں۔ جعدہ کو اس ناکامی کا سخت احساس ہوا اور اس نے تین روز تک نہ کچھ کھایا نہ پیا اور نہ نیند کی۔ اور ہر وقت روتی تھی کہ ہائے میں نے کیا کیا۔

یزید یہ سمجھتا تھا کہ چونکہ یہ بُری طرح ناکام ہوئی ہے اور اس ناکامی کا اس کو سخت احساس ہے لہٰذا اس کو اگر زندہ چھوڑ دیا گیا تو یہ اس ناکامی کا انتقام ضرور لے گی اور اس راز کو فاش کرے گی۔ اس لئے اس نے تین روز کے بعد چار آدمیوں کو تیار کیا کہ اس کو جزیرہ فیل میں لے جاؤ اور وہاں لیجا کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کو گھوڑے کی دُم کے ساتھ باندھ کر خوب دوڑاؤ اور پھر سمندر میں پھینک دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ؕ

ہر کہ دیں را بہر دنیائے دُنی از دست داد
بیشکے محروم ماند از دولتِ دنیا و دیں

حضرتِ امام رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے درخواست کی تھی کہ مجھے روضۃ النور میں دفن کی اجازت عنایت ہو انہوں نے بلا تامل بطیبِ خاطر اجازت دی ہے۔ لیکن میں گمان کرتا ہوں کہ کوئی ضرور مانع ہوگا تو اس سے تکرار اور لڑائی جھگڑا نہ کرنا اور پھر مجھے میری والدہ ماجدہ سیّدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے پاس بقیع میں دفن کر دینا۔ چنانچہ آپ کا جنازہ مبارکہ روضۂ مبارکہ کے پاس لے گئے۔ جب یہ خبر مروان علیہ ما یستحقہ کو پہنچی تو وہ مانع ہوا اور کہنے لگا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان وہاں دفن نہ ہوں اور حسن وہاں دفن ہوں۔ حضرت امام حسین اس سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ مروان بھی تیار ہو گیا۔ دونوں طرف سے لوگ مسلح ہو کر آ گئے۔ حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کیسا ظالم ہے فرزندِ رسول اللہ کو رسول اللہ کے پاس دفن نہیں ہونے دیتا اور حضرت امام حسین کو اُن کے بھائی حضرت امام حسن کی وصیت یاد دلائی اور لڑائی سے روکا۔ آخر حضرت امام حسن کو بقیع میں ان کی والدۂ محترمہ خاتونِ جنّت رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ رضی اللہ عنہ،

زہر خورانی کی نسبت یہ کہنا کہ زہر خورانی کی نسبت حضرت امام کی بیوی جعدہ کی طرف کرنا صحیح نہیں کیونکہ اس کی کوئی صحیح سند نہیں ہے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ المستدرک امام حاکم اور تہذیب التہذیب علامہ امام حافظ ابن حجر عسقلانی اور الاستیعاب علامہ امام ابن عبدالبر جو علمِ حدیث کے مشہور اور جلیل القدر امام ہیں ان کی روایات جو صحیح الاسناد ہیں۔ علاوہ ازیں بڑے بڑے ائمۂ حدیث و تاریخ کی نقول گذشتہ صفحات میں گزر چکی ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اسکی کوئی صحیح سند نہیں، غلط ہے۔

اور یہ خیال کہ جب آپ کے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو قاتل کی خبر نہ ہوئی تو غیر کو کیسے ہو سکتی ہے۔ نیز اگر امام حسین کو خبر ہو جاتی تو وہ ضرور شرعی مواخذہ کرتے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اگر اس وقت حضرت امام حسن نے ان کو نہیں بتایا اور اس وقت حضرت امام حسین کو خبر نہ ہوئی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بعد میں بھی معلوم نہ ہوا ہو۔ رہا یہ کہ پھر شرعی مواخذہ

کیوں نہ کیا تو عرض یہ ہے کہ شرعی مؤاخذہ کرتے کس سے؟ اس وقت حاکم مدینہ مروان تھا اور اسی نے تو بہ ایمائے یزید یہ کام کروایا تھا جیسا کہ ذکر ہوچکا ہے اور حضرت امام کے دفن کے قضیہ میں بھی مروان کا کردار ذکر ہوچکا ہے۔ دیکھئے حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان جن شرائط پر صلح ہوئی تھی اُن میں پہلی شرط یہ تھی کہ حضرت معاویہ کے بعد خلافت امام حسن کو ملے گی۔ لیکن جب حضرت معاویہ نے یزید کی بیعت کی مہم شروع کی تو کسی ایک نے بھی حضرت معاویہ سے یہ نہیں کہا کہ حضرت حسن اور آپ کے درمیان یہ شرط تھی اس لئے یزید کو ولی عہد نہیں بنایا جاسکتا۔ اور جب حضرت حسین یزید کے مقابلے میں کھڑے ہوئے تو آپ نے اپنے دعویٰ کی تائید اور یزید کی مخالفت میں بہت سی تقریریں کیں۔ لیکن کسی تقریر میں بھی آپ نے یہ مواخذہ نہیں کیا کہ چونکہ میرے بھائی حسن صرف معاویہ کے حق میں دستبردار ہوئے تھے اور امیر معاویہ کے بعد خلافت اُن کا حق تھا اور وہ چونکہ امیر معاویہ کی زندگی میں انتقال فرما گئے ہیں لہٰذا اصول توارث کی رُو سے اُن کا حق مجھے یا حسن کی اولاد کو ملنا چاہیئے حالانکہ یزید کے خلاف دلائل میں یہ بہت زیادہ قوی دلیل تھی۔ مگر آپ نے اس کا مواخذہ اور ذکر تک نہیں کیا۔

اور یہ کہنا کہ یہ حضرت امام کی بیوی پر غیر کے ساتھ ساز باز کرنے کی ایک ناپاک تہمت اور تبرا ہے اور بدگمانی ہے۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ پھر تو وہ تمام ائمہ و محدثین و مؤرخین اور علماء جنہوں نے زہر خورانی کی نسبت جعدہ کی طرف کی ہے وہ سب کے سب معاذ اللہ حضرت امام کی بیوی پر تہمت لگانے والے اور تبرا باز قرار پائیں گے اور پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان ائمہ، محدثین نے بغیر تحقیق کے ہی لکھ دیا ہے جس سے ان کے علم اور تحقیق پر بھی حرف آتا ہے۔

اور یہ کہنا کہ حضرت امام کی ہر بیوی آپ سے بہت محبت رکھتی اور رشیدا تھی، ایسی حالت میں یہ بات بہت بعید ہے کہ آپ کی کوئی بیوی ایک طمع فاسد سے ایسے جلیل امام کے قتل جیسے جرم کا ارتکاب کرے

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ درست نہیں ہے کہ آپ کی ہر بیوی آپ سے بہت زیادہ محبت رکھتی اور رشیدا تھی، چنانچہ گذشتہ روایات میں خود حضرت عبداللہ بن حسن کی روایت ذکر ہوچکی ہے کہ آپ چونکہ کثیر النکاح تھے اور ایک دو رات کے بعد ہی طلاق دے دیتے تھے اس لئے بہت کم عورتیں آپ سے محبت رکھتی تھیں۔ اور آپ سے صحبت کرنے میں بھی تحمل کرتی تھیں۔ کیونکہ فطرت کے تقاضے بہرحال

اپنی جگہ مسلّم ہیں اور یہ عورت کی فطرت ہے کہ جب اس کو معلوم ہو جائے کہ نکاح کے ایک دو دن بعد ہی اس کو طلاق مل جائے گی تو پھر اس کے دل میں محبت و الفت کا رہنا ایک ایسا امر ہے جو ہر عورت کے لیے ممکن نہیں۔

اور جہاں تک طمع فاسد سے ایسے جرم کے ارتکاب کے بعید ہونے کا تعلق ہے یہ بھی کوئی بعید نہیں، یہ حرص و طمع ایک ایسا اژدہا ہے جس نے بڑوں بڑوں کو شکار کیا ہے۔ دیکھیے عمرو بن سعد، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہے جو عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے تھے۔ اس نے بھی تو صرف "رے" کی حکومت کی حرص و طمع میں ہی یزیدی لشکر کا سالارِ اعلیٰ بننا اور سارے خاندانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کربلا میں قتل کرنا منظور کر لیا تھا۔ اسی طرح ابن زیاد، یزید اور شمر وغیرہ تابعین ہیں اور تابعین کی فضیلت نص سے ثابت ہے۔ مگر حُبِّ جاہ اور دنیوی حکومت کی حرص نے ان کو تباہ کیا اور انہوں نے اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کربلا و کوفہ وغیرہ میں جو کچھ کیا کرایا وہ سب کو معلوم ہے تو ایک عورت جو ناقص العقل ہے اور جس کا سارا خاندان ہی دشمنِ اہلِ بیت تھا، وہ طمع فاسد کا شکار ہو کر ایسی حرکت کی مرتکب ہو جائے تو کیا بعید ہے۔

چنانچہ ابن ملجم قاتلِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، جس کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے سخت ترین بدبخت فرمایا تھا وہ اس رات کو جس کی صبح کو اس نے حضرت علی پر قاتلانہ حملہ کیا تھا جعدہ کے باپ اشعث بن قیس کے پاس تھا اور ساری رات اس سے سرگوشی کرتا رہا۔ جب صبح ہونے کو آئی تو جعدہ کے باپ نے کہا جا اپنا کام کر۔ چنانچہ طبقات صحابہ کی قدیم اور مستند ترین کتاب طبقات ابن سعد میں ہے، ہ

وبات عبد الرحمن بن ملجم تلك الليلة التي عزم فيها ان يقتل علياً في صبيحتها يناجي الاشعث بن قيس الكندي في مسجدہ حتى كاد ان يطلع الفجر فقال له الاشعث فضحك الصبح فقم: فقام عبد الرحمن بن ملجم و شبيب بن بجرة فاخذا اسيافهما ثم جاء حتى جلسا مقابل السدة التي يخرج منها علي (طبقات ابن سعد صـ ۳۶ ج ۳)	عبد الرحمٰن بن ملجم نے وہ شب جس کی صبح کو اس کا حضرت علی کے قتل کرنے کا مصمم ارادہ تھا اشعث بن قیس الکندی کے پاس اس کی مسجد میں سرگوشی کرتے ہوئے گزاری، جب طلوعِ فجر کا وقت قریب ہوا تو اشعث نے ابن ملجم سے کہا صبح نے تیرا راستہ ظاہر کر دیا ہے، پس اپنے کام کے لئے اٹھ! تو ابن ملجم اور شبیب بن بجرہ کھڑے ہو گئے اور

انہوں نے اپنی تلواریں لے لیں اور آکر اس دروازے کے سامنے بیٹھ گئے جس سے حضرت علی نکلتے تھے،
اور پھر صبح کو اشعث نے اپنے بیٹے قیس کو بھیجا کہ جا کر دیکھ! امیرالمومنین نے کیسے صبح کی ہے
فقال ای بنیّ انظر کیف اصبح امیرالمؤمنین ۔ (طبقات ابن سعد ص۳۷)

اس روایت سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ جعدہ کے باپ اشعث کو ابن ملجم کے ارادۂ قتل کا علم تھا تو اگر اس کے دل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عقیدت و محبت ہوتی تو وہ ابن ملجم کو اس ظلم سے روکتا یا کسی طرح حضرت علی یا آپ کے کسی عزیز کو اس کی اطلاع کر دیتا۔ بلکہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ بھی حضرت علی کے قتل میں ایک قسم کا شریک تھا۔

اور یہی جعدہ کا باپ اشعث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں اپنے قبیلے کے ساتھ مرتد ہو گیا تھا۔ چنانچہ حضرت امرأ القیس کے سمجھانے بجھانے سے کہ تم قتل کر دیئے جاؤ گے یہ لوگ خوفِ قتل سے پھر اسلام میں آ گئے۔

نیز حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ میں گرفتار کرنے والا اور ابن زیاد کا حامی و ساتھی جعدہ کا بھائی محمد بن اشعث تھا۔ اس جعدہ کے بھائی قیس اور محمد ابن اشعث اور اس کے قبیلے کے کندی لوگ کربلا میں یزیدی لشکر میں تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جعدہ کے ظالم بھائی نے حضرت امام کے تن بے سر سے جُبّہ و چادر اتار لی۔ اور پاؤں سے نعلین شریف اتار لی۔ کما سیأتی فی ذکر الشہادۃ انشاءاللہ تعالیٰ،

۔ جعدہ، اس کے باپ اور بھائیوں اور اس کے خاندان کے مختصر حالات ہدیۂ ناظرین ہیں جن سے اس خاندان کی طینت و خصلت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

ھذا ما عندی والعلم عند اللہ تعالیٰ

اس خائن مؤلف نے یہ تو لکھا ہے کہ بعض صحابہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ جانے اور اس غلط اقدام سے سختی سے روکا مگر امام نے کسی کی نہ مانی۔ اس سے غالباً یہ تاثر دینا مقصود ہے کہ امام پر اقتدار کی ہوس اس قدر غالب آگئی تھی کہ آپ نے بڑے بڑے صحابہ کے روکنے اور مخلصانہ مشوروں کی بھی کوئی پرواہ نہ کی اور انہیں بالکل نظر انداز کر دیا۔

مگر از راہِ خیانت یہ نہیں لکھا کہ جب حضرت عبداللہ بن جعفر اور یحییٰ بن سعید نے آپ کے پاس پہنچ کر بہت کہا سنا اور از حد کوشش کی کہ آپ کوفہ نہ جائیں۔ پھر بھی آپ نہ مانے تو انہوں نے کہا آخر آپ کوفہ جانے پر اس قدر مُصر کیوں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:۔

انی رأیت رؤیا رأیت فیها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامرت فیها بامر انا ماض له علی کان اولی فقالا ما تلك الرؤیا قال ما حدثت بها احدا وما انا محدث بها احدا حتی القی ربی

(ابن اثیر ص۱۷ ج۴، طبری ص۲۱۹ ج۴، البدایہ ص۱۶۳ ج۸)

میں نے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے آپ نے اس خواب میں مجھے ایک حکم دیا ہے۔ جس کو میں ضرور پورا کروں گا خواہ کچھ بھی ہو۔ انہوں نے کہا، وہ خواب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا نہ میں نے اب تک کسی سے بیان کیا ہے اور نہ کروں گا یہاں تک کہ میں اپنے رب سے جا ملوں۔

ناظرین حضرات! دیکھا آپ نے کہ اس مؤلف نے وہ بات جس سے اصل حقیقت واضح ہوتی تھی، اس کو نہیں لکھا۔ معلوم ہوا کہ امام عالی مقام اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل فرما رہے تھے اور آنے والی نسلوں کے لئے ثابت قدمی اور عزیمت کی مثال قائم کر رہے تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صحابہ کا روکنا عقیدت و محبت اور انتہائی ہمدردی کی بنا پر تھا نہ اس لئے کہ اُن کے نزدیک یہ خروج ناجائز یا خلیفہ برحق کے ساتھ بغاوت پر مبنی تھا جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ انہوں نے اپنا حق ادا کیا اور امام نے اپنا حق ادا کیا اور فرما دیا۔

لی عملی ولکم عملکم انتم بریئون مما اعمل وانا بریٔ مما تعملون۔

میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل، تم اس سے بری ہو جو میں کروں اور میں اس سے بری ہوں جو تم کرو۔

اگر کوئی یہ کہے کہ پھر امام نے کربلا میں گھر جانے کے وقت یہ کیوں کہا کہ مجھے واپس چلے جانے دو

یا کسی اور طرف نکل جانے دو یا یزید کے پاس لے چلو، میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا یعنی بیعت کر لوں گا۔

اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ یہ اتمامِ حجت کے لئے تھا تاکہ یہ لوگ کل قیامت کے دن یہ عذر نہ پیش کر سکیں کہ اگر امام ہمیں واپس یا کہیں اور جانے کے لئے کہتے تو ہم ضرور اُن کو جانے دیتے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دوں گا یہ غلط ہے (جیسا کہ گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے) اگر اس کو درست مان لیا جائے تو پھر سوال یہ ہے کہ کربلا میں جنگ کیوں ہوئی؟ جھگڑا تو سارا بیعتِ یزید کا ہی تھا۔ جب امام اس کے لئے آمادہ ہو گئے تھے تو پھر ان کے ساتھ جنگ اور ان پر ظلم و ستم کا کیا مقصد تھا؟

عباسی صاحب لکھتے ہیں:-

"یہ حادثہ (کربلا) بس اتنی دیر میں ختم ہو گیا تھا جتنی دیر قیلولہ میں آنکھ جھپک جائے یعنی کم و بیش آدھ گھنٹے میں اس کی تائید مزید ان راویوں کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے کہ فریقین کے مقتولین کی تعداد ۷۲ اور ۸۸ تھی۔" (خلافت معاویہ و یزید ص۲۲۳)

ملاحظہ فرمایا آپ نے یہ ہے عباسی صاحب کی نئی تحقیق و ریسرچ، امام عالی مقام کے ۷۲ رفقاء اور لشکرِ یزید کے ۸۸ افراد یعنی فریقین کے ۱۶۰ افراد قتل ہوئے اور یہ سارا واقعہ و حادثہ صرف آدھ گھنٹہ میں ختم بھی ہو گیا ہے

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی!

اس حساب سے ایک ایک لشکری کے آپس میں نبرد آزما ہونے، شجاعت و بہادری کے جوہر دکھانے، قتل کرنے اور پچھاڑنے میں صرف سوا گیارہ سیکنڈ لگتے تھے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میدانِ کربلا میں شمشیر و سناں کی جنگ نہیں تھی بلکہ دونوں طرف امریکن ساخت کی توپیں اور مشین گنیں فٹ کی ہوئی تھیں۔ بس ایک دم جو گولہ باری ہوئی تو فریقین کے ۱۶۰ آدمی نشانہ بن گئے اور آدھ گھنٹہ میں یہ سارا معاملہ ختم ہو کے رہ گیا۔ یا پھر یوں کہئے کہ یزیدی لشکر کے ہزاروں سپاہی خونخوار بھیڑیوں کی طرح ایک دم حسینی قافلے پر ٹوٹ پڑے اور آدھ گھنٹہ میں ۷۲ حسینیوں کو قتل کر کے معاملہ ختم کر کے رکھ دیا۔ پھر یہ بات اپنی جگہ الجھی رہتی ہے کہ وہ خود ۸۸ کی تعداد میں کیسے قتل ہو گئے۔

ایک اور بُتنے کی ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں :۔

" برادرانِ مسلم اور سائٹھ بینیسھٹ کوفیوں کا ناعاقبت اندیشانہ طور سے فوجی دستہ کے سپاہیوں پر اچانک قاتلانہ حملہ کردینے سے یہ واقعہ محزوں بیکایک اور غیر متوقع پیش آکر گھنٹہ آدھ گھنٹہ میں ختم ہوگیا " (خلافت معاویہ ویزید ص۱۲۳)

کچھ سمجھے آپ ! اس کو کہتے ہیں جوشِ تعصب اور بغض وعناد کہ امام عالی مقام کے رفقاء پر ابتدائے جنگ ناعاقبت اندیشانہ طور پر فوجی دستہ کے سپاہیوں پر اچانک حملہ کا الزام عائد کردیا جو سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ مؤرخین نے حضرت امام رضی اللہ عنہ کی مکہ مکرمہ سے عراق کو روانگی کی تاریخ ۸ ذی الحجہ ۶۰ھ یوم سہ شنبہ اور کربلا پہنچنے کی تاریخ ۲ محرم ۶۱ھ یوم پنجشنبہ بتائی ہے۔ عباسی صاحب نے اس تاریخ کو غلط ثابت کرنے پر کئی صفحات سیاہ کئے ہیں اور اپنی نئی تحقیق سے تاریخ آمد ورانگی اور منزلوں اور فاصلوں کی ایک جدول بنائی اور اس کے صحیح ہونے کا دعوےٰ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

" حضرت حسین اور ان کے ساتھی جیسا گذشتہ اوراق میں بالوضاحت بیان ہوچکا دسویں ذی الحجہ ۶۰ھ کو بعد ادائے فریضۂ حج روانہ ہوئے اور تیس منزلوں کی مسافت بعیدہ کم سے کم تیس ہی دن میں طے کرنے کے بعد ۱۰ محرم ۶۱ھ کو کربلا کے مقام پر پہنچے یا پہنچ سکتے تھے اس سے پہلے نہیں (خلافت معاویہ ویزید ص۱۵۹)

اس سے عباسی صاحب کا اصل مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ یزیدیوں کے پانی وغیرہ بند کرنے کی روایات بے اصل اور غلط ہیں اور ان پر محض ایک الزام ہے۔ لیکن " دروغ گو را حافظہ نباشد " قول اگر صحیح ہے تو ملاحظہ فرمائیے۔ اسی کتاب میں چند صفحات آگے ایک عنوان " غلط بیانیوں کی چند مثالیں " قائم کرکے اس کے تحت ایک جدول میں لکھا ہے :۔

" مؤرخین نے حضرت حسین کی مکہ سے عراق کو روانگی کی تاریخ ۸ ذی الحجہ ۶۰ھ یوم سہ شنبہ اور کربلا پہنچنے کی تاریخ ۲ محرم ۶۱ھ یوم پنجشنبہ بتائی ہے جو غلط ہے صحیح تاریخ مکہ سے روانگی کی ۹ ستمبر ۶۸۰ء یوم یک شنبہ ہے اور کربلا پہنچنے کی تاریخ ۲ اکتوبر ۶۸۰ء یوم سہ شنبہ ہے اور حادثۂ کربلا کی تاریخ ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء بروز چہار شنبہ ہے، بروز جمعہ غلط ہے۔

(خلافت معاویہ ویزید ص۱۹۳)

ان دونوں عبارتوں میں غور فرما کر نتیجہ نکالیئے اور اس نئی تحقیق و ریسرچ کی داد دیجئے۔

پہلی عبارت میں امام صاحب کا ۱۰ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر تیس ۳۰ منزلوں کو کم سے کم تیس ۳۰ دنوں میں طے کر کے ۱۰ محرم کو کربلا میں پہنچنا ثابت کیا اور کہا کہ اس سے پہلے نہیں پہنچ سکتے تھے۔

دوسری عبارت میں ۹ ستمبر ۶۸۰ء بروز اتوار کو مکہ مکرمہ سے روانگی کی اور ۲ اکتوبر ۶۸۰ء بروز منگل کربلا پہنچنے کی تاریخ بتائی ہے اور حادثہ کربلا کی تاریخ ۱۰ اکتوبر بروز بدھ بتائی ہے۔ بروز جمعہ کو غلط کہا ہے۔

نتیجہ! پہلی عبارت میں تیس ۳۰ دنوں میں ۱۰ محرم کو کربلا پہنچنا ثابت کیا تھا۔

دوسری عبارت میں چوبیس ۲۴ دنوں میں ۲ اکتوبر کو چھ ۶ دن پہلے پہنچنا ثابت کیا ہے کیونکہ حادثہ کربلا کی تاریخ ۱۰ اکتوبر بروز بدھ بتائی اور اسی تاریخ کو ۱۰ محرم حادثہ کربلا کی تاریخ کے مطابق بتایا۔ (دیکھو ص۱۹۰) یعنی جو بات ائمہ مورخین کے نزدیک مسلّمہ اور درست ہے اس کو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر غلط ثابت کیا اور اپنی نئی اور صحیح تحقیق پیش کی اور پھر خود اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی اس صحیح اور نئی ریسرچ کا گلا گھونٹ کے رکھ دیا اور وہی تسلیم کیا جو مؤرخین نے لکھا ہے البتہ نئی ریسرچ کا صرف یہ کرشمہ دکھایا کہ بجائے اسلامی تاریخ کے انگریزی تاریخ لکھ دی تاکہ انگریزی داں طبقہ متاثر ہو۔

اصل میں کتاب لکھنے سے پہلے عباسی صاحب نے اپنے ذہنی منصوبہ کے مطابق یہ طے کر لیا تھا کہ امام عالی مقام کو باغی اور خاطی اور یزید پلید کو بالکل بے گناہ اور برحق ثابت کرنا ہے خواہ جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ہی کیوں نہ بنانا پڑے۔

عباسی صاحب نے علامہ امام طبری پر شیعہ ہونے کا الزام لگاتے ہوئے لکھا ہے کہ

"طبری جیسے شیعی مؤرخ کا بھی بیان ہے" (خلافت معاویہ و یزید ص۲۷)

حد ہو گئی ظلم و تعصب اور جہالت و بددیانتی کی۔ علامہ امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر مفسّر، محدّث، مؤرخ، فقیہ، مجتہد اور بڑے متقی سُنّی بزرگ پر شیعیت کا الزام بلاشبہ بہت بڑا ظلم اور بہتان ہے۔ کوئی علم والا ان کی تفسیر و تاریخ اور دیگر تصانیف کو پڑھ کر ان کو شیعہ ہرگز نہیں کہے گا۔

آئیے چودھویں صدی کے اس نئے محقق کی نئی تحقیق جو درحقیقت دروغ بیانی، بہتان تراشی اور خیانت و بددیانتی کا ایک بے مثال شاہکار ہے، کو چھوڑ کر اور اس سے منہ موڑ کر امت کے ائمہ محدثین اور علماء محققین کے ارشادات کو سامنے رکھ کر انصاف کے ساتھ اُن کے متعلق فیصلہ کریں۔

علامہ امام ابن اثیر اپنی مشہور تاریخ الکامل کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:۔

وانما اعتمدت علیه من بین المؤرخین اذ هو الامام المتقن حقا الجامع علما وصحة اعتقاد وصدقا۔ (ابن اثیر ص۳)

میں نے تمام مؤرخین کی بہ نسبت ابن جریر طبری پر ہی زیادہ اعتماد کیا ہے اس لئے کہ وہ سچے محکم امام، علم وفضل کے جامع، اعتقاد میں صحیح اور (روایت میں) سچے ہیں۔

علامہ امام ابن کثیر فرماتے ہیں:۔

کان احد ائمة الاسلام علما وعملا بکتاب الله وسنة رسوله (البدایه والنهایه ص۱۴۶ ج۱۱)

کہ وہ اسلام کے اماموں میں سے ایک امام اور کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عالم اور عامل تھے۔

نیز فرماتے ہیں:۔

وصنف التاریخ الحافل وله التفسیر الکامل الذی لا یوجد له نظیر وغیرهما من المصنفات النافعة فی الاصول والفروع ومن احسن ذلك تهذیب الآثار ولو کمل لما احتیج معه الی شیء ولکان فیه الکفایة لکنه لم یتمه وقد روی عنه انه مکث اربعین سنة یکتب فی کل یوم اربعین ورقة قال الخطیب البغدادی استوطن ابن جریر بغداد واقام بها الی حین وفاته وکان من اکابر ائمة العلماء ویحکم بقوله ویرجع الی معرفته وفضله وکان قد جمع من العلوم

اور انہوں نے ایک بھرپور مفصل تاریخ لکھی ہے اور ایک اُن کی کامل تفسیر ہے جس کی نظیر نہیں پائی گئی اور ان دونوں کے علاوہ بھی اصول وفروع میں اُن کی بڑی نافع تصانیف ہیں۔ اور ان میں بہت ہی زیادہ اچھی کتاب تہذیب الآثار ہے۔ اگر اس کی تکمیل ہو جاتی تو اس کے ہوتے ہوئے کسی اور چیز کی ضرورت نہ ہوتی اور انہی میں ایک کتاب الکفایہ ہے مگر وہ بھی مکمل نہیں ہوئی اور ان سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے مسلسل چالیس سال اس طرح گزارے کہ ہر روز چالیس ورق لکھتے تھے۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ انہوں

مالم یشارکہ فیہ احد من اھل عصرہ وکان حافظا لکتاب اللہ تعالیٰ عارفا بالقرآت کلھا بصیرا بالمعانی فقیھا فی الاحکام عالما بالسنن و طرقھا و صحیحھا و سقیمھا وناسخھا ومنسوخھا عارفا باقوال الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم عارفا بایام الناس واخبارھم ولہ الکتاب المشھور فی تاریخ الامم والملوک وکتاب فی التفسیر لم یصنف احد مثلہ وکتاب سماہ تھذیب الآثار لم ار سواہ فی معناہ الا انہ لم یتمہ ولہ فی اصول الفقہ وفروعہ کتب کثیرۃ واختیارات وتفرد بمسائل حفظت عنہ

(البدایہ والنہایہ ص۱۴۵/۱۱)

بغداد کو اپنا مسکن بنایا اور وقت وفات تک وہیں اقامت پذیر رہے۔ اور وہ اکابر ائمہ اور علماء میں سے تھے اور ان کے قول پر فیصلہ کیا جاتا ہے اور ان کے علوم و معارف کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور بے شک ان کی ذات میں اس قدر علوم جمع کئے گئے تھے کہ ان کے زمانہ میں کوئی بھی ان علوم میں ان کے برابر نہ تھا اور کتاب اللہ کے حافظ، اس کی تمام قرأتوں کے جاننے والے قاری، اس کے معانی پر پوری بصیرت رکھنے والے احکام میں فقیہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی) سنتوں اور اس کے مرتبوں اور ان میں صحیح اور غیر صحیح اور ناسخ و منسوخ کے پورے عالم، صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد والوں کے اقوال کی پوری معرفت رکھنے والے، لوگوں کے ایام حالات اور اخبار کے عالم، ان کی تاریخ میں مشہور کتاب ہے "تاریخ الامم والملوک" اور ایک اُن کی تفسیر ہے کہ اس کی مثل کوئی تصنیف نہیں اور ایک کتاب جس کا نام تہذیب الآثار ہے اس جیسی بے نظیر مضامین پر مشتمل کتاب مَیں نے نہیں دیکھی مگر وہ مکمل نہیں ہو سکی اور ان کی فقہ کے اصول و فروع پر بہت سی کتابیں اور فتاویٰ ہیں اور متعدد مسائل ہیں وہ منفرد حیثیت رکھتے ہیں کہ لوگوں نے وہ مسائل اُن سے حاصل کئے ہیں۔

علامہ امام حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ علم تفسیر کی طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں:۔

(فان قلت) فای التفاسیر ترشد الیہ وتأمر الناظران یعول علیہ؟ (قلت) تفسیر الامام ابی جعفر بن جریر الطبری الذی اجمع العلماء المعتبرون علی انہ لم یؤلف فی التفسیر مثلہ

پس اگر تم یہ کہو کہ پھر تفاسیر میں کونسی ایسی تفسیر ہے جس کی طرف تم رہنمائی کرتے ہو اور اس پر اعتماد کرنے کا حکم دیتے ہو، تو میں کہتا ہوں کہ وہ تفسیر امام ابوجعفر ابن جریر طبری کی ہے۔

قال النووی فی تھذیبہ کتاب ابن جریر فی التفسیر لم یصنف احد مثلہ ۔ (الاتقان فی علوم القرآن ص۱۹۱ ج۲)

جس پر تمام معتبر علماء کا اتفاق ہے کہ فن تفسیر میں اس کی مثل کوئی کتاب نہیں لکھی گئی ۔ امام نووی اپنی کتاب تہذیب میں فرماتے ہیں کہ ابن جریر کی تفسیر ایسی ہے کہ اسکی مثل کسی نے کوئی کتاب تصنیف ہی نہیں کی ہے ۔

امام الائمہ ابوبکر بن خزیمہ فرماتے ہیں :۔

ما اعلم علی ادیم الارض اعلم من ابن جریر ولقد ظلمتہ الحنابلۃ (البدایہ والنہایہ ص۱۴۶ ج۱۱)

میں نہیں جانتا کہ روئے زمین پر امام ابن جریر سے بھی بڑا کوئی عالم ہے اور بلاشبہ حنبلیوں نے ان پر ظلم کیا ۔ۓ

علامہ حافظ ذہبی فرماتے ہیں :۔

الامام العلم الفرد الحافظ ابو جعفر الطبری احد الاعلام وصاحب التصانیف قال ابوبکر الخطیب الخ (تذکرۃ الحفاظ ص۲۱۱ ج۲)

علم میں یکتائے زمانہ جلیل القدر امام الحافظ ابو جعفر الطبری صاحب التصانیف ہیں ۔ ابوبکر خطیب بغدادی نے کہا (آگے خطیب بغدادی کی وہ عبارت لکھی جو گذر چکی ہے)

علامہ ابو حامد الفقیہ الاسفرائنی فرماتے ہیں :۔

لو سافر رجل الی الصین حتی ینظر فی کتاب تفسیر ابن جریر الطبری لم یکن ذالک کثیرا ۔ (البدایہ والنہایہ ص۱۴۶ ج۱۱ ، تذکرۃ الحفاظ ص۲۱۱ ج۲)

اگر کسی شخص کو تفسیر ابن جریر کو صرف دیکھنے کے لیے چین تک کا سفر کرنا پڑے تو بھی (اسکی عظمت کے پیش نظر) یہ کوئی زیادہ سفر نہ ہوگا

علامہ امام عبدالوہاب السبکی صاحب طبقات الکبریٰ فرماتے ہیں :۔

ۓ اس کی وجہ یہ تھی کہ امام طبری امام احمد بن حنبل کو فقیہ نہیں مانتے تھے صرف محدث مانتے تھے ۔ اس لئے حنبلی ان کے سخت مخالف ہو گئے تھے لان الحنابلۃ کانوا یمنعون ان یجتمع بہ احد ۔ اور لوگوں کو ان کے پاس تک جانے سے روکتے تھے اور اسی مخالفت کی بنا پر انہوں نے ان پر شیعیت کا الزام لگایا ونسبوہ الی الرفض اور بعض جاہلوں نے ان پر ملحد ہونے کی تہمت بھی لگائی تھی لیکن علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ وحاشاہ من ذلک کلہ (البدایہ والنہایہ ص۱۴۶ ج۱۱) کہ بلاشبہ ان کی ذات ان سب تہمتوں اور الزاموں سے پاک اور مبرا تھی ۔ آگے ان کی شان میں وہ عبارت لکھی جو گذر چکی ہے ۔

محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب
الامام الجلیل المجتهد المطلق ابو جعفر
طبری ..... احد ائمۃ الدنیا علما و دینا و
من تصانیفه کتاب التفسیر و کتاب التاریخ
الخ (تفسیر ابن جریر ص۲)

محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب جلیل القدر
امام مجتہد مطلق ابو جعفر طبری علم و دین کے لحاظ
سے دنیا کے اماموں میں سے ایک امام۔
ان کی تصانیف میں سے کتاب التفسیر اور
کتاب التاریخ ہے (آگے ان کی تصانیف کا ذکر کیا ہے)

علامہ ابن خلکان اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں:۔

ابو جعفر محمد بن جریر الطبری صاحب التفسیر
الکبیر و التاریخ الشہیر کان اماما فی فنون
کثیرۃ منها التفسیر و الحدیث و الفقه و التاریخ
و غیر ذلك و له مصنفات ملیحۃ فی فنون عدیدۃ
تدل علی سعۃ علمه و غزارۃ فضله کان
من الائمۃ المجتهدین الخ (تفسیر ابن جریر ص۳)

محمد بن جریر الطبری صاحب تفسیر کبیر و تاریخ شہیر
بہت سے علوم و فنون میں امام تھے۔ ان میں تفسیر
حدیث، فقہ اور تاریخ وغیرہ ہے اور بہت سے
فنون میں ان کی بہت اچھی تصنیفات ہیں جو ان کے علم
و فضل کی وسعت و کثرت کی دلیل ہیں۔ وہ ائمہ
مجتہدین میں سے تھے۔

علامہ شبلی نعمانی نے حدیث، تاریخ اور سیرت کی تدوین پر مفصل بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

تاریخی سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبیر ہے۔ طبری اس رتبہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضل و کمال ثقہ اور وسعتِ علم کے معترف ہیں ان کی تفسیر احسن التفاسیر خیال کی جاتی ہے۔ محدث ابن خزیمہ کا قول ہے کہ دنیا میں میں کسی کو ان سے بڑھ کر عالم نہیں جانتا ۳۱۰ھ میں وفات پائی۔ بعض محدثین (سلیمانی) نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ یہ شیعوں کے لئے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے۔ لیکن علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے ھذا رجم بالظن الکاذب بل ابن جریر من کبار ائمۃ الاسلام المعتمدین یہ جھوٹی بدگمانی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ابن جریر اسلام کے معتمد اماموں میں سے ایک بہت بڑے امام ہیں (سیرت النبی ص۱۹)

عباسی صاحب لکھتے ہیں:۔

ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی روایتوں میں جو مسلکاً غالی اور ضعیف الحدیث تھے (ضحٰی ۲۰۲ البدایہ والنہایہ) اور یہی تنہا اس قسم کی (غلط) روایتوں کے راوی ہیں۔ اور بقول علامہ

ابن کثیر عندہ من ھذہ الاشیاء ومالیس عند غیرہ (صلہ ۲۱۲ البدایہ والنہایہ)
یعنی ان ہی پاس اس قماش کی روایتیں ہیں جو ان کے سوائے کسی اور کے پاس نہیں نہیں ہیں۔ طبری نے اس قسم کی روایتوں کو ہی نہیں بلکہ اس غالی راوی اور مؤلف کے تمام تر مواد کو اپنی کتاب میں یکجا کر دیا اور اس طرح ان وضعی روایات کو اعتبار کا درجہ حاصل ہوتا گیا۔" (خلافت معاویہ ویزید صلہ ۱۰)

اس عبارت میں عباسی نے ابن کثیر کے حوالے سے ابو مخنف کو غالی اور ضعیف الحدیث اور غلط اور وضعی روایات کا راوی کہا ہے اور طبری نے اسی کے تمام تر مواد کو اپنی کتاب میں یکجا کر دیا ہے۔

اب ناظرین حضرات علامہ ابن کثیر کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں اور اس مؤلف کی خیانت و بد دیانتی کا اندازہ لگائیں۔ علامہ ابن کثیر نے معرکہ کربلا کی داستانِ غم کی ابتدا کرتے ہوئے سرورق پر یہ سرخی قائم کی ہے:۔

وھذہ صفۃ مقتلہ ماخوذۃ من کلام ائمۃ ھذا الشان لا کما یزعمہ اھل التشیع من الکذب۔ (البدایہ صلہ ۱۷۲/۸)

اور یہ حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کی شہادت کے حالات ہیں جو ان حالات کے جاننے والے ائمہ کے کلام سے اخذ کئے گئے ہیں نہ کہ وہ جو شیعوں کے جھوٹے گمان کے مطابق ہیں۔

اس سرخی کو قائم کر کے علامہ نے یہ واضح کر دیا کہ میں نے کربلا کے حالات و واقعات معتبر ائمہ کے کلام سے پیش کئے ہیں جو شیعوں کے جھوٹے گمان سے پاک ہیں۔ آخر میں لکھتے ہیں:۔

وفی بعض ما اوردناہ نظر ولولا ان ابن جریر وغیرہ من الحفاظ والائمۃ ذکروہ ماسقتہ واکثرہ من روایۃ ابی مخنف لوط بن یحییٰ وقد کان شیعیا وھو ضعیف الحدیث عند الائمۃ ولکنہ اخباری حافظ عندہ من ھذہ الاشیاء مالیس عند غیرہ ولھذا

اور جو ہم نے بیان کیا ہے اس کی بعض باتیں محل نظر ہیں اور اگر ابن جریر اور ان کے علاوہ دوسرے ائمہ اور حفاظ نے ان کو بیان نہ کیا ہوتا تو ہم بھی نہ کرتے اور وہ روایتیں اکثر ابو مخنف لوط بن یحییٰ کی ہیں اور وہ شیعہ تھا ائمہ کے نزدیک وہ حدیث میں ضعیف ہے لیکن تاریخ

یترامی علیہ کثیر من المصنفین، کا وہ حافظ ہے۔ تاریخی روایات اس کے
(البدایہ والنہایہ ص۲۰۲/۸) پاس ایسی ہیں جو اس کے غیر کے پاس نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر مصنفین اسکی طرف لپکتے ہیں۔

علامہ ابن کثیر نے ابو مخنف المتوفی ۱۷۵ھ کے متعلق لکھا کہ وہ شیعہ تھا۔ لیکن عباسی نے لکھا کہ وہ غالی تھا۔ حالانکہ اسلاف کے نزدیک شیعہ اور غالی و رافضی میں فرق ہے۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلاف میں ایک جماعت کا مذہب یہ تھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فضیلت دیتے تھے ان کو شیعہ کہتے تھے[۱]۔ یعنی شیعہ کا معنی تھا تفضیلی۔ اور جو معاذاللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی وغیرہ کرتے تھے ان کو کہتے تھے رافضی۔ آج کل اکثر شیعہ کہلانے والے رافضی ہی ہیں۔ اور ان کو غالی بھی کہا جاتا ہے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں کہ ابو مخنف حدیث میں ضعیف تھا لیکن تاریخ کا وہ حافظ تھا عباسی نے از راہِ خیانت ابن کثیر کی آدھی عبارت لکھ دی کہ وہ ضعیف الحدیث تھا اور آدھی عبارت کہ تاریخ کا وہ حافظ تھا اس کو کھا گئے۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، قرأت، لغت وغیرہ الگ الگ علوم و فنون ہیں یہ ضروری نہیں کہ کوئی ہر علم و فن میں کامل و حافظ ہو۔ ابن کثیر نے ابو مخنف کو اگر علم حدیث میں ضعیف کہا تو علمِ تاریخ میں حافظ و کامل بھی تو کہا ہے۔ اور چونکہ تاریخ میں وہ حافظ تھا اس لئے ائمہ مورخین نے اس کی روایات پر اعتماد کیا اور اپنی تواریخ میں اُن کو لکھا۔ لیکن عباسی نے اس کی روایات کو جھوٹی اور وضعی کہا کہ اس قماش کی روایتیں اسی کے پاس تھیں۔

---

[۱] بستان المحدثین ص۱۰۷

سوال نمبر ۸

کیا جہادِ قسطنطنیہ یزید کی قیادت میں ہوا اور کیا وہ از روئے جہادِ قسطنطنیہ جنتی ہے اور جو اسکو جنتی نہ مانے کیا وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث جو بخاری میں ہے اس کا منکر ہے ؟

جواب بخاری شریف کی وہ حدیث جس سے یزید کا جنتی ہونا ثابت کیا جاتا ہے، یہ ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم (بخاری شریف صلہ)

میری اُمّت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر میں جنگ کرے گا ان کے لئے مغفرت ہے۔

اس حدیث سے استدلال کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ ارشاد گرامی اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جن کی پیشِ نظر قیامت تک کے حالات تھے۔ آپ نے مطلقاً نہیں فرمایا کہ جتنے بھی قیصر کے شہر میں غزوہ کرینگے ان سب کے لئے بخشش ہے بلکہ اول جیش من امتی فرما کر مغفرت کو پہلے لشکر کے ساتھ خاص فرمایا ہے۔ اور پہلے لشکر میں یزید ہرگز نہیں تھا۔ چنانچہ علامہ ابن اثیر فرماتے ہیں :-

وفی ھذہ السنۃ وقیل سنۃ خمسین سیر معاویۃ جیشا کثیفا الی بلاد الروم للغزاۃ وجعل علیھم سفیان بن عوف وامر ابنہ یزید بالغزاۃ معھم فتثاقل واعتل فامسک عنہ ابوہ فاصاب الناس فی غزاتھم جوع ومرض شدید فانشأ یزید یقول ؎ ما ان ابالی بما لاقت جموعھم، بالفرقدونۃ من حمی ومن موم بدیر مران عندی ام کلثوم اذا اتکأت علی الانماط مرتفعا ام کلثوم امرأتہ وھی ابنۃ عبد اللہ بن عامر فبلغ معاویۃ

اور اسی سال ۴۹ھ میں، اور کہا گیا ہے کہ ۵۰ھ میں حضرت معاویہ نے ایک لشکر جرار بلاد روم کی طرف بھیجا اور اس پر سفیان بن عوف کو امیر بنایا اور اپنے بیٹے یزید کو ان کے ساتھ غزوہ میں شریک ہونے کا حکم دیا تو یزید بیٹھ رہا اور حیلے بہانے شروع کئے تو امیر معاویہ اس کے بھیجنے سے رک گئے۔ اس جنگ میں لوگوں کو بھوک پیاس اور سخت بیماری پہنچی تو یزید نے خوش ہو کر یہ اشعار کہے ؎ مجھے پرواہ نہیں کہ ان لشکروں

شعرہ فاقسم علیہ لیلحقن بسفیان فی ارض الروم لیصیبہ ما اصاب الناس ، (ابن اثیر ص۱۸۹ ج۳)

پر بخار اور تنگی و تکلیف کی بلائیں مقام فرقدونہ میں آپڑیں جبکہ میں دیر مران میں اونچی مسند پر تکیہ لگائے ہوئے اُمِ کلثوم کو اپنے پاس لئے بیٹھا ہوں۔ اُمِ کلثوم بنت عبداللہ ابن عامر یزید کی بیوی تھی۔ یزید کے یہ اشعار امیر معاویہ تک پہنچے تو انہوں نے قسم کھائی کہ اب میں یزید کو بھی سفیان بن عوف کے پاس روم کی زمین میں ضرور بھیجوں گا۔ تاکہ اسے بھی وہ مصیبتیں پہنچیں جو لوگوں کو پہنچی ہیں۔

اس روایت سے چند امور ثابت ہوئے :-

(۱) یہ کہ وہ پہلا لشکر جو بلاد روم کی طرف جہاد کے لئے گیا اس کے قائد و امیر حضرت سفیان بن عوف تھے یزید نہ تھا۔

(۲) یہ کہ یزید اس پہلے لشکر میں نہ تھا اور بشارت و مغفرت پہلے لشکر کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے۔ لہٰذا یزید اس کا مصداق نہ ہوا۔

(۳) یہ کہ یزید کو راہِ خدا میں جہاد کرنے سے کوئی قلبی لگاؤ نہ تھا کہ باوجود حضرت معاویہ کے حکم کے اس نے طرح طرح کے حیلے بہانے بنا کر جان چھڑائی اور اپنے باپ کے حکم اور جہاد سے رُوگردانی کی۔

(۴) یہ کہ یزید کو مجاہدین اسلام سے کوئی ہمدردی اور ان کے دکھ درد اور بھوک پیاس میں مبتلا ہو جانے کا کوئی احساس نہ تھا، بلکہ اس کی بے پروائی کا یہ عالم کہ میری بلا سے کون بھوک پیاس سے مر رہا ہے اور کون تکالیف و مصائب کا شکار ہے۔

(۵) یہ کہ اس کی عیش پرستی کا یہ عالم تھا کہ اس نے کہا کہ مجھے تو دیر مران کے مزین و مکلف فرش و فروش اور اُمِ کلثوم کے ساتھ عیش چاہیئے۔

(۶) یہ کہ وہ دوسرے لشکر کے ساتھ بطور سزا کے بھیجا گیا تھا۔ کیونکہ حضرت معاویہ نے اس کے اشعار سُن کر قسم کھائی تھی کہ اب اس کو بھی ضرور بھیجوں گا تاکہ اس کو بھی وہ مصیبتیں پہنچیں جو لوگوں کو پہنچی ہیں۔ لہٰذا اس کو مجبوراً یا دلِ نخواستہ قہرِ درویش بر جانِ درویش کے طور پر جانا پڑا اور نہ وہ اخلاص کے ساتھ راہِ خدا میں جذبۂ جہاد کے ساتھ سرشار ہو کر نہیں گیا تھا۔

(۷) یہ کہ جہاد عبادت ہے اور عبادت میں اخلاص شرط کہ بغیر اخلاص کے کوئی عبادت قبول

نہیں ہوتی اور اس روایت سے اظہر من الشمس ہے کہ اس کا اس غزوہ میں شریک ہونا بطور سزا کے تھا۔ اخلاص کے ساتھ نہ تھا۔

امام المحدثین علامہ امام بدر الدین عینی شارح صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

وقیل سیر معاویۃ جیشا مع سفیان بن عوف الی القسطنطنیۃ فاوغلوا فی بلاد الروم وکان فی ذالک الجیش ابن عباس وابن عمر وابن الزبیر وابو ایوب الانصاری وتوفی ابو ایوب فی مدۃ الحصار قلت الاظہر ان ھؤلاء السادات من الصحابۃ کانوا مع سفیان ھذا ولم یکونوا مع یزید بن معاویۃ لانہ لم یکن من ان یکون ھؤلاء السادات فی خدمتہ وقال المھلب فی ھذا الحدیث منقبۃ لمعاویۃ لانہ اول من غزا البحر ومنقبۃ لولدہ یزید لانہ اول من غزا مدینۃ قیصر انتھی قلت ای منقبۃ کانت لیزید وحالہ مشھور فان قلت قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی حق ھذا الجیش مغفور لھم قلت لا یلزم من دخولہ فی ذالک العموم ان لا یخرج بدلیل خاص اذ لا یختلف اھل العلم ان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم مغفور لھم مشروط بان یکونوا من اھل المغفرۃ حتی لو ارتد واحد ممن غزاھا بعد ذالک لم یدخل فی ذالک العموم فدل علی ان المراد مغفور

اور کہا گیا ہے کہ حضرت معاویہ نے ایک لشکر جس کے امیر سفیان بن عوف تھے قسطنطنیہ پر چڑھائی کرنے کے لئے بھیجا وہ لشکر روم کے شہروں میں فتح کرتے ہوئے بڑھتا چلا گیا۔ اس لشکر میں ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور ابوایوب انصاری تھے اور ابوایوب اسی زمانہ حصار میں وہیں فوت ہوئے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ یہ اکابر صحابہ سفیان بن عوف کی قیادت میں تھے یزید کی قیادت میں نہ تھے کیونکہ یزید اس کا اہل نہ تھا کہ یہ بڑے بڑے حضرات اس کی خدمت میں (ماتحت کی حیثیت سے) رہیں۔ اور مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث سے حضرت معاویہ کی منقبت ثابت ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے ہی سب سے پہلے دریائی جنگ کی اور ان کے بیٹے یزید کی بھی منقبت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے قیصر کے شہر قسطنطنیہ میں جنگ کی۔ میں کہتا ہوں وہ کونسی منقبت ہے جو یزید کے لئے ثابت ہوگئی جبکہ اس کا حال خوب مشہور ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کے حق میں مغفور لھم فرمایا ہے؟ تو میں یہ

لمن وجد شرط المغفرۃ فیہ منھم ؛

(عمدۃ القاری شرح بخاری ص۶۴۹ ج۶)

کہتا ہوں کہ اس عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دوسری دلیل سے اس سے خارج بھی نہ ہو سکے۔ کیونکہ اس میں تو اہلِ علم کا کوئی اختلاف ہی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مغفور لھم میں وہی داخل ہیں جو مغفرت کے اہل ہیں۔ حتیٰ کہ اگر ان غزوہ کرنے والوں میں سے کوئی مرتد ہو جاتا تو وہ یقیناً اس بشارت کے عموم میں داخل نہ رہتا۔ پس یہ صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ مغفرت سے مراد یہ ہے کہ جس کے واسطے مغفرت کی شرط پائی جائے اس کے واسطے مغفرت ہے۔

علامہ امام قسطلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں :۔

واستدل بہ المھلب علیٰ ثبوت خلافۃ یزید وانہ من اھل الجنۃ لدخولہ فی عموم قولہ مغفور لھم واجیب بان ھذا اجاء علیٰ طریق الحمیۃ لبنی امیۃ ولا یلزم من دخولہ فی ذلک العموم ان لا یخرج بدلیل خاص اذ لا خلاف لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام مغفور لھم مشروط بکونہ من اھل المغفرۃ حتی لو ارتد واحد ممن غزاھا بعد ذالک لم یدخل فی ذلک العموم اتفاقا قالہ ابن المنیر وقد اطلق بعضھم فیما نقلہ المولیٰ سعد الدین اللعن علیٰ یزید، الخ

(ارشاد الساری شرح بخاری ص۱۰۱ ج۵)

اس حدیث سے مہلب نے یزید کی خلافت اور اس کے جنتی ہونے کا استدلال کیا ہے کہ وہ حدیث کے اس جملہ " مغفور لھم " کے عموم میں داخل ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ بات محض بنی امیہ کی حمایت میں کہی گئی ہے اور یزید کے اس عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی اور خاص دلیل سے اس سے خارج بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں اختلاف نہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ قول مغفور لھم اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ یہ لوگ مغفرت کے اہل ہوں۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص اس غزوہ کے بعد ان میں سے مرتد ہو جائے تو وہ بالاتفاق اس بشارت میں داخل نہیں رہے گا۔ یہ بات ابن منیر نے کہی ہے۔ اور بے شک بعض علماء نے یزید پر لعنت کا اطلاق کیا ہے۔ جیسا کہ علامہ سعد الدین تفتازانی نے نقل فرمایا ہے (آگے شرح عقائد کی عبارت نقل کی جو اسی کتاب کے ص۲۶ پر مذکور ہے)

قریب ایسا ہی علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ الشیخ علی ابن الشیخ احمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو فتح الباری شرح بخاری ص۶۵ اور سراج منیر شرح جامع صغیر ص۷۹ ج۲)

ثابت ہوا کہ یزید ہرگز اس حدیث کا مصداق نہیں ہے۔ غور فرمائیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من قال لا الٰہ الا اللہ فقد دخل الجنۃ (الحدیث) کہ جس نے کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھا وہ جنتی ہو گیا۔ چنانچہ ایک شخص کلمہ شریف پڑھ کر بفرمانِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم جنتی ہو جاتا ہے اور بعد میں وہ زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر یا ختمِ نبوت کا منکر ہو جاتا ہے، یا بد عقیدہ ہو جاتا ہے اور لا الٰہ الا اللہ کا برابر قائل رہتا ہے تو کیا وہ جنتی ہی رہے گا؟ ہرگز نہیں بلکہ زکوٰۃ اور ختمِ نبوت کے انکار اور بد عقیدہ ہو جانے کی دلیل خاص سے وہ اس عموم سے خارج ہو جائے گا۔ اسی طرح یزید اپنے بعد کے کردار کی وجہ سے ہر شرف و سعادت سے محروم ہو گیا۔

فضائل و مناقب

جواب سوال نمبر ۹

جگر گوشہ رسولِ مقبول، نورِ دیدہ زہرا بتول، راحتِ جانِ علی مرتضیٰ، سرورِ قلبِ حسن مجتبیٰ، سردارِ جوانانِ اہلِ جنت، زبدۂ اہلِ بیتِ نبوت، سید السادات، قبلۂ اہلِ حاجات، رئیس المجاہدین، امام المسلمین، پیشوائے عارفاں امامِ عاشقاں، شہیدِ دشتِ کربلا، سیدنا و مولانا و امامنا صلوات اللہ وسلامہ علیٰ جدہٖ وابیہ وامہٖ واخیہ ورضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فضائل و مناقب، محاسن و محامد بے شمار ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں جبکہ فضائل و کمالات اور برکات و حسنات کا مخزن و معدن انہی کا گھرانہ ہے۔ جس کسی کو بھی کوئی نعمت ملی ان ہی کا صدقہ اور ان کی بدولت ہے ؎

لاوربِّ العرش جس کو جو ملا اُن سے ملا !
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

خصوصاً حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ فرمانِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْ حُسَیْن کے مطابق آپ کے لختِ جگر بھی ہیں اور آپ کے کمالات و محاسن کے مظہر بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ (احزاب)

اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے (نبی کے) گھر والو تم سے ہر ناپاکی کو دور رکھے اور تمہیں خوب پاک و صاف رکھے۔

یہ آیت منبعِ فضائلِ اہلِ بیتِ نبوّت ہے۔ اس کی ابتدا میں اِنَّمَا ہے جو حصر کے لئے آتا ہے۔ اور اپنے ارادہ سے جو قدیم ہے چاہا ہے کہ ان کو ہر آلودگی سے پاک رکھے اور ختم آیت پر تطہیرًا مبالغہ

کے لئے فرمایا تاکہ طہارت کامل حاصل ہو اور مجاز کا شک رفع ہو جائے۔ پھر تطہیراً کی تنوین تعظیم و تکثیر کے لئے ہے۔ یعنی ثابت ہو جائے کہ معمولی طہارت نہیں ہے بلکہ سب سے عمدہ اور اعلیٰ طہارت ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بیتِ نبوّت کو ہر قسم کی اعتقادی، عملی، اخلاقی ناپاکیوں اور برائیوں سے بالکل پاک اور منزّہ فرما کر قلبی صفائی، اخلاقی ستھرائی اور تزکیۂ باطن کا وہ اعلیٰ درجہ اور مقام عطا فرمایا جس کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز اور فائق ہیں۔ اس طہارتِ کامل کے حصول کے بعد وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح معصوم تو نہیں ہاں محفوظ ضرور ہو گئے۔ اور احادیث صحیحہ اور تفاسیر معتبرہ کی رُو سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یقیناً اہلِ بیتِ نبوّت میں داخل اور اس آیت کا مصداق ہیں۔

لہٰذا اس آیتِ قرآنی پر ایمان رکھتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ کا قلب مبارک حُبِّ جاہ و مال اور ہوسِ اقتدار اور تمام رذائلِ دنیا سے پاک اور مبرّا تھا۔ کیونکہ قلبی صفائی و تطہیر کا یہ ادنیٰ درجہ ہے

اُن کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیان
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلِ بیت

(۲) فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (القرآن)

(میرے حبیب ان نجران کے پادریوں سے) کہہ دیجئے کہ ہم اور تم بلائیں اپنے اپنے بیٹوں کو اور اپنی اپنی عورتوں کو اور اپنی اپنی جانوں کو پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر لعنت ڈالیں۔

یہ آیت کریمہ آیۂ مباہلہ کے نام سے مشہور ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نورِ نظر سیدہ فاطمہ زہرا حضرت علی، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر نصاریٰ نجران کے مقابلہ میں مباہلہ کے لئے تشریف لائے۔ اس وقت بھی آپ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اھل بیتی (کذا فی مسلم) اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔ چنانچہ نصاریٰ کے لاٹ پادری نے جب ان نورانی چہروں کو دیکھا تو پکار اٹھا اے مسیحیو!

انی لاری وجوھا لو سألوا اللہ ان یزیل جبلا لازالہ من مکانہ فلا تبتھلوا فتھلکوا ولا یبقی

بے شک میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ سے سوال کریں کہ وہ پہاڑوں کو اپنی جگہ

علیٰ وجہ الارض نصرانی الیٰ یوم القیامۃ ۔ (تفسیر کبیر ص۴۸۸ج۲ ، تفسیر خازن و مدارک ص۲۴۲ج۱)

سے ہٹا دے تو اللہ ان کی دعا سے پہاڑوں کو اُن کی جگہ سے ہٹا دے گا۔ پس ان سے مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر قیامت تک کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔

اس آیت سے ثابت ہُوا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بمصداق اَبْنَاءَنَا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں اور حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حسن و حسین دونوں کو لئے ہوئے فرما رہے تھے:۔

ھذان ابنای وابنا ابنتی اللّٰھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما۔ (ترمذی شریف)

یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! مَیں ان کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور اس کو بھی محبوب رکھ جو ان کو محبوب رکھے۔

جب قرآن و حدیث سے آپ کا ابنِ رسول اور جزوِ رسول ہونا ثابت ہے تو جزوِ رسول کو جو خلقی اور فطری مناسبت ذاتِ رسول اور اخلاقِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے ہو سکتی ہے وہ بدرجۂ اتم آپ کو حاصل تھی۔

(۳) قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی (شوریٰ)

فرمادیجئے اے لوگو! مَیں تم سے اس (ہدایت و تبلیغ) کے بدلے کچھ اجرت وغیرہ نہیں مانگتا سوائے قرابت کی محبت کے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ ان تحفظونی فی اھل بیتی وتودوھم بی۔ (درِ منثور ص۷ج۶)

لوگو مَیں تم سے اس (ہدایت و تبلیغ) کے بدلے کچھ اجرت نہیں مانگتا سوائے قرابت کی محبت کے اور یہ کہ تم میری حفاظت کرو میرے اہلبیت کے معاملے میں اور میری وجہ سے ان سے محبت کرو۔

انہی سے روایت ہے کہ جب یہ آیت قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا نازل ہوئی تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ آپ کے قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے قال علی و فاطمۃ وولدا ھما۔ (احیاء المیت بفضائل اہل البیت للسیوطی ص۲، زرقانی علی المواہب ص۲ج۷، صواعق محرقہ ص۱۶۸)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:۔

من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا الحسن بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم ثم تلا واتبعت ملة اٰبائی ابراھیم الاٰیة ثم قال انا ابن البشیر انا ابن النذیر ثم قال وانا من اھل البیت الذین افترض اللہ عز وجل مودتھم وموالاتھم فقال فیما انزل علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودة فی القربیٰ؛ (الصواعق المحرقہ ص۱۶۸) المستدرک ص۱۷۲ ج۳)

جو مجھے پہچانتا ہے تو وہ مجھے پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ جان لے کہ میں حسن ہوں فرزند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پھر یہ آیت تلاوت فرمائی وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَائِیْ اِبْرَاهِيْمَ آخر تک پھر فرمایا میں بشیر و نذیر کا فرزند ہوں۔ اور میں اہل بیت نبوت سے ہوں جن کی محبت و دوستی اللہ عزوجل نے تم پر فرض فرمائی ہے اور اس بارے میں اس نے اپنے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی۔ قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی،

حضرت ابو دیلم فرماتے ہیں کہ جب امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو اسیری کی حالت میں دمشق لا کر ایک جگہ کھڑا کیا گیا تو ایک شامی ظالم نے آپ سے کہا:۔

الحمد للہ الذی قتلکم واستأصلکم وقطع قرن الفتنة فقال لہ ما قرأت قل لا اسئالکم علیہ اجرا الا المودة فی القربیٰ قال وانتم ھم؟ قال نعم۔ (الصواعق المحرقہ ص۱۶۸، دُرِ منثور ص۷ج۶)

خدا کا شکر ہے جس نے تمہارا خاتمہ کیا اور تمہاری جڑوں کو کاٹا اور فتنہ گروں کو مٹایا (معاذ اللہ) آپ نے اس سے فرمایا کیا تُو نے یہ آیت نہیں پڑھی قل لا اسئالکم علیہ اجرا الا المودة فی القربیٰ؛ اس نے کہا کیا وہ تم ہو؟ فرمایا ہاں!

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا کہ الاّ المودة فے القربیٰ سے مراد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قرابتی ہیں (ابن کثیر، شوریٰ ۲۳)۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! الا المودة فی القربیٰ سے مراد اہلِ بیتِ نبوت ہیں۔ یہ سُن کر ابن عباس نے فرمایا کہ تم نے عجلت سے کام لیا ہے۔ سنو! قریش میں کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس میں رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت نہ ہو تو مطلب یہ ہے کہ جو مجھ میں اور تم میں قرابت ہے اس کا لحاظ رکھو اور ظلم و اذیت سے باز رہو۔ دونوں جلیل القدر حضرات کے اقوال ایک دوسرے کے منافی نہیں ہیں عموم و خصوص میں فرق ہے۔ ابن عباس نے عموم مراد لیا ہے اور ابن جبیر نے خصوص۔ یعنی ابن عباس نے فِی الْقُرْبٰی سے مراد حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان جو قرابت تھی اس کو لیا کہ اس کا حق پہچانو اور مجھ سے محبت کرو نہ کہ عداوت۔ اور ابن جبیر نے فِی القربٰی سے قرابتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد لی ہے۔

تو مطلب یہ ہوا کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اس کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو۔ اور میرے اور میری اولاد کے درمیان جو قرابت ہے اس کی وجہ سے میری اولاد سے محبت رکھو یہ بھی میری ہی محبت ہے۔ چنانچہ حضرت ابن جبیر اس آیت کی تفسیر دونوں طرح فرماتے۔ اور بعض مفسرین نے یہ مفہوم مراد لیا ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت رکھو اور حق قرابت کو پہچانو۔ یہ تفسیر بھی عموم پر محمول ہے۔ جب حق قرابت محبت کو مقتضی ہے تو حضور صلے اللہ علیہ کی قرابت اپنی قرابت سے زیادہ محبت کی مستحق ہے۔ چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لا یؤمن احد کم حتّٰی اکون احب الیہ من نفسہ وتکون عترتی احب الیہ من عترتہ واھلی احب الیہ من اھلہ وذاتی احب الیہ من ذاتہ (ابن حبان، بیہقی فی شعب الایمان رشفۃ الصاوی صہ۲۹) (نور الابصار صہ۱۲۶)	کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں اور میری اولاد اس کے نزدیک اس کی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو اور میرے اہل اس کے نزدیک اس کے اہل سے زیادہ محبوب نہ ہوں اور میری ذات اس کے نزدیک اس کی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ادّبوا اولادکم علیٰ ثلاث خصال حب نبیّکم وحب اھل بیتہ و قراءۃ القرآن (سراج منیر شرح جامع صغیر صہ۱۷)	اپنی اولاد کو تین خصلتیں سکھاؤ، اپنے نبی کی محبت اور اپنے نبی کے اہلِ بیت کی محبت اور قرآن کی قرأت۔
(۳) اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ	بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے رہتے

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (القرآن الاحزاب)

ہیں نبی (صلے اللہ علیہ وسلم) پر۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر درود بھیجو اور سلام بھیجو سلام بھیجنا۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ!

قد عرفنا کیف نسلّم علیك فکیف نصلّی علیك؟ فقال قولوا اللّٰھم صلِّ علیٰ محمدٍ وّ علیٰ اٰلِ محمّدٍ کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰلِ ابراھیم انّك حمیدٌ مّجید، (مسلم شریف ص ۱۷۵، مشکوٰۃ شریف ص ۸۶)

بیشک یہ تو ہم نے جان لیا کہ ہم (التحیات میں) آپ پر سلام کس طرح پڑھیں۔ اب آپ فرمائیں کہ ہم آپ پر درود کس طرح پڑھیں؟ تو فرمایا تم کہو اے اللہ! درود بھیج (حضرت) محمد اور آپ کی آل پر، جیسا کہ درود بھیجا تو نے (حضرت) ابراہیم اور ان کی آل پر۔ بیشک تو حمید و مجید ہے۔

ایک روایت میں فرمایا یوں کہو:۔

اللّٰھم صلّ علیٰ محمد وعلیٰ ازواجه وذرّیته کما صلّیت علیٰ ابراھیم انك حمید مجید، (مسلم شریف ص ۱۷۵، مشکوٰۃ ص ۸۶)

اے اللہ! درود بھیج (حضرت) محمد اور آپ کی ازواج اور آپ کی اولاد پر جیسا کہ تو نے درود بھیجا آلِ ابراہیم پر۔ بیشک تو حمید و مجید ہے۔

غور فرمائیے! صحابہ کرام نے اپنے سوال میں یہ نہیں دریافت کیا کہ آپ پر اور آپ کے اہلِ بیت پر کیسے درود بھیجیں بلکہ صرف آپ پر درود بھیجنے کی کیفیت پوچھی، مگر آپ نے اپنی تبعیت میں اپنے اہلِ بیت کو بھی اپنے ساتھ ملایا بلکہ جس درود میں آپ کے ساتھ آپ کے اہلِ بیت کو نہ ملایا جائے اسے ناقص قرار دیا۔ کامل درود وہ ہے جس میں آپ کے ساتھ آپ کے اہلِ بیت پر بھی درود ہو، چنانچہ فرمایا:۔

لا تصلوا علیّ الصلوٰۃ البتراء؟ فقالوا وما الصلوٰۃ البتراء قال تقولون اللّٰھم صل علیٰ محمد و تمسکون بل قولوا اللّٰھم صل علیٰ محمد وّ علیٰ اٰل محمدٍ (صواعق محرقہ ص ۱۴۴)

مجھ پر ناقص درود نہ بھیجا کرو! عرض کیا گیا، ناقص درود کونسا ہے؟ فرمایا تم کہتے ہو اللّٰھم صل علیٰ محمد اور یہیں رک جاتے ہو بلکہ یوں کہا کرو اللّٰھم صل علیٰ محمدٍ وعلیٰ اٰلِ محمّدٍ، یعنی آل کا نام لئے بغیر پڑھنا ناقص اور آل کے نام کے ساتھ پڑھنا کامل درود شریف ہے۔

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلاۃ لم یصل فیہا علیّ ولا علی اھل بیتی لم تقبل منہ (دارقطنی ص۱۳۵، رشفۃ الصادی ص۳۱)

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نماز پڑھے اور اس میں مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھے، اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔

چنانچہ امام شافعی رضی اللہ کے نزدیک تشہد میں آپ اور آپ کے اہل بیت پر درود پڑھنا واجب ہے۔ اس سلسلے میں اُن کے یہ اشعار مشہور و معروف ہیں:۔

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
یکفیکم من عظیم القدر انکم من لم یصل علیکم لا صلوۃ لہ

اے اہل بیتِ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے تمہاری محبت کو فرض قرار دیا ہے، اس قرآن میں جس کو اس نے نازل کیا ہے۔ تمہاری عظمت و شان کے لئے یہی کافی ہے کہ جس نے تم پر درود نہیں پڑھا اس کی نماز ہی قبول نہیں۔

بہر صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صلوٰۃ و سلام میں اپنے اہلِ بیتِ اطہار کو اپنے ساتھ ملانا ان کی عظمت و شان کی بہت بڑی دلیل ہے۔

(۴) سَلَامٌ عَلٰی اِلْیَاسِیْن (القرآن) سلام ہو الیاسین پر،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

سَلَامٌ عَلٰی اِلْیَاسِیْنَ نحن اٰل محمد الیاسین (درمنثور ص۲۸۶)

کہ سلام ہو اِلْیَاسِیْن پر، وہ اِلیاسین ہم آلِ محمد ہیں۔

ف:۔ بعض نے سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ یاسِیْن بھی پڑھا ہے۔ لہٰذا مطلب صاف ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اسم مبارک یٰسین ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر شافعی مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

فقد نقل جماعۃ من المفسرین عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان المراد بذلک سلام علی اٰل محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

مفسرین کی ایک جماعت نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آلِ یاسین سے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے۔

حضرت سید ابوبکر بن شہاب الدین الحسینی الشافعی الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

ونقلہ النقاش عن الکلبی فقال سلام علی الیاسین

نقاش نے کلبی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا

علیٰ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اذ سماہ اللہ تعالیٰ یٰسین مثل یعقوب و اسرائیل،
(رشفۃ الصاوی ص۲۴)

سَلَامٌ عَلیٰ اِلْیَاسِیْن سے مراد آلِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام یٰسین رکھا ہے جیسے حضرت یعقوب کا نام اسرائیل بھی ہے۔

۵) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا
(قرآن)

اور سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لو اور متفرق نہ ہو۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

نحن حبل اللہ الذی قال اللہ فیہ
(الصواعق المحرقہ ص۱۴۹)

وہ اللہ کی رسّی ہم اہل بیت ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

ولما رایت الناس قد ذهبت بهم — مذاهبهم فی ابحر الغی والجهل
رکبت علی اسم اللہ فی سفن النجا — وهم اهل البیت المصطفیٰ خاتم الرسل
وامسکت حبل اللہ وهو ولاءهم — کما قد امرنا بالتمسک بالحبل
(رشفۃ الصاوی ص۲۵)

اور جب میں نے لوگوں کو دیکھا کہ بیشک وہ ان لوگوں کی روش پر چل رہے ہیں جو ہلاکت اور جہالت کے سمندروں میں غرق ہیں۔

تو میں اللہ کا نام لے کر نجات کے سفینوں میں سوار ہو گیا اور وہ نجات کے سفینے خاتم الرسل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہیں۔

اور میں نے اللہ کی رسّی کو تھام لیا اور وہ اُن کی محبت ہے جیسا کہ ہمیں اس رسّی کو مضبوطی سے تھامنے کا (قرآن میں) حکم دیا گیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع میں عرفے کے دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو ناقہ قصواء پر خطبہ ارشاد فرماتے دیکھا تو میں نے سنا آپ فرما رہے تھے:۔

یاایها الناس انی ترکت فیکم ماان اخذتم به

اے لوگو! بیشک میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے

لن تضلوا کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی (ترمذی باب المناقب)

کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو گمراہ نہیں ہو گے وہ کتاب اللہ اور میری عترت یعنی اہل بیت ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

انی تارك فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی احدھما اعظم من الاخر کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض و عترتی اھل بیتی ولم یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیھما (ترمذی مشکوٰۃ ص۵۶۹)

بیشک میں تم میں ایسی چیز چھوڑنے والا ہوں کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے تھامو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ ایک دوسرے سے بڑا ہے کتاب اللہ ایک لمبی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک ہے اور میری عترت میرے اہل بیت اور یہ دونوں جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ یہ دونوں حوض پر میرے پاس آئیں گے۔ پس دیکھو کہ میرے بعد ان دونوں سے کیسے متمسک ہوتے ہیں۔

وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا۔ (قرآن شوریٰ)

اور جو نیکی کمائے گا ہم اس کے لئے اس میں اور حسن وخوبی بڑھا دیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً قَالَ الْمَوَدَّةُ لِاٰلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (صواعق محرقہ ص۱۶۸، رشفۃ الصادی ص۲۳، المستدرک ص۱۷۲)

"اور جو نیکی کمائے گا" یعنی آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ سے محبت رکھو کیونکہ وہ (تمہارا رب ہے اور) تمہیں نعمتیں عطا فرماتا ہے۔

واحبونی لحب اللہ واحبوا اھل بیتی لحبی۔ (ترمذی و مشکوٰۃ ص۵۷۳)

اور مجھے محبوب رکھو اللہ کی محبت کی وجہ سے اور میرے اہل بیت کو محبوب رکھو میری محبت کی وجہ سے،

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) کا ہاتھ

پکڑ کر فرمایا:۔

من احبّنی واحب ھٰذین وابا ھما وامّھما کان معی فی درجتی یوم القیامۃ ، (ترمذی شریف باب المناقب)

جس نے مجھ کو محبوب رکھا اور ان دونوں (حسن وحسین) اور ان کے باپ (علی) اور ان کی ماں (فاطمہ) کو محبوب رکھا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔

یہ وہ بشارت ہے جو دنیا و مافیہا سے اعظم و انفع ہے۔ اللّٰھمّ ونفعنا لھٰذہ ،

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من احب الحسن والحسین فقد احبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی ، (ابن ماجہ صہ۱۴ ، المستدرک حاکم صہ۱۶۶ ، البدایہ والنہایہ صہ۳۵)

جس نے حسن وحسین کو محبوب رکھا اس نے درحقیقت مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے درحقیقت مجھ سے بغض رکھا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے، حسن وحسین دونوں میرے بیٹے ہیں۔

من احبھما احبنی ومن احبنی احبہ اللّٰہ ومن احبہ اللّٰہ ادخلہ الجنۃ ومن ابغضھما ابغضنی ومن ابغضنی ابغضہ اللّٰہ ومن ابغضہ اللّٰہ ادخلہ النار، (المستدرک حاکم صہ۱۶۶)

جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا اور جس نے مجھ کو محبوب رکھا اس نے اللہ کو محبوب رکھا اور جس نے اللہ کو محبوب رکھا اللہ نے اس کو جنت میں داخل کیا۔ اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا اور جس نے اللہ سے بغض رکھا اللہ نے اس کو دوزخ میں داخل کیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

والذی نفسی بیدہ لایبغضنا اھل البیت احد الا ادخلہ النار، (المستدرک صہ۱۵۰، زرقانی علی المواہب صہ۲ ، الصواعق المحرقہ صہ۱۷۲)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے جس کسی نے بھی ہمارے اہل بیت سے بغض رکھا اللہ نے اس کو جہنم میں داخل کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اس حال میں

کہ ایک کندھے پر حسن اور ایک کندھے پر حسین تھے۔ آپ کبھی حسن کو چومتے اور کبھی حسین کو۔ ایک شخص نے آپ سے کہا یا رسول اللہ!

انك لتحبهما ؟ فقال من احبهما فقد احبنی ومن ابغضهما فقد ابغضنی (البدایہ والنہایہ ص۳۵ ج۸)

آپ ان دونوں کو بہت محبوب رکھتے ہیں؟ فرمایا جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا بیشک اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے درحقیقت مجھ سے بغض رکھا۔

سوارِ دوشِ رسولِ خدا سَلَامٌ عَلَیْک

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابصر حسنا وحسینا فقال اللھم انی احبھما فاحبھما (ترمذی شریف باب المناقب)

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین کو دیکھا تو کہا اے اللہ! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں سو تو بھی ان کو محبوب رکھ۔

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت حسن وحسین آپ کی پشت مبارک پر کھیل رہے تھے،

فقلت یا رسول اللہ اتحبھما ؟ فقال ومالی لا احبھما وانھما ریحانتای من الدنیا، (کنز العمال ص۱۱۱ ج۷)

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ان دونوں سے بہت محبت رکھتے ہیں؟ فرمایا کیوں نہ محبت رکھوں جبکہ یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں

اہلِ عراق نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حالتِ احرام میں مکھی یا مچھر مارنے کا مسئلہ پوچھا فرمایا:۔

اھل العراق یسألون عن قتل الذباب وقد قتلوا ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھما ریحانتای من الدنیا (بخاری شریف ص۵۳۰ ج۱)

ان اہلِ عراق کو دیکھو مجھ سے مکھی مارنے کا مسئلہ پوچھتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے فرزندِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کیا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ (حسن وحسین) دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔

حضرت زید بن ابی زیاد فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے

گھر کے دروازے کے پاس سے گزرے اور حضرت حسین کے رونے کی آواز سنی تو فرمایا۔ بیٹی! اس کو رونے نہ دیا کرو الم تعلمی ان بکاءہ یوذینی، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ (تشریف البشر ص۲۵، نورالابصار ص۱۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :۔

رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمتص لعاب الحسین کما یمتص الرجل التمر (نورالابصار ص۱۳۹)	میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسین کے منہ کے لعاب کو اس طرح چوستے تھے جس طرح کو آدمی کھجور کو چوستا ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات کسی کام کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس حالت میں نکلے کہ آپ کے پاس کوئی چیز کپڑے میں لپیٹی ہوئی تھی، میں نے عرض کیا یہ کیا ہے؟

فکشفہ فاذا ھو حسن وحسین علی ورکیہ فقال ھذان ابنای وابنا ابنتی اللھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما (کنزالعمال ص۱۱۲)	پس آپ نے کپڑا اٹھایا تو وہ حسن و حسین تھے، فرمایا یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان کو محبوب رکھ اور جو ان کو محبوب رکھے اس کو بھی محبوب رکھ،

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔

فجاء الحسن والحسین فجعلا یتوثبان علی ظھرہ اذا سجد فاراد الناس زجرھما فلما سلم قال للناس ھذان ابنای من احبھما فقد احبنی (البدایہ والنہایہ ص۳۵/۸)	تو حسن و حسین آئے اور جب آپ سجدہ میں گئے تو وہ دونوں آپ کی پشت پر سوار ہو گئے لوگوں نے چاہا کہ ان کو منع کریں۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو لوگوں سے فرمایا کہ یہ دونوں میرے بیٹے ہیں۔ جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :۔

دخلت علی رسول اللہ وھو حامل الحسن والحسین علی ظھرہ وھو یمشی بھما علی اربع فقلت	میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے حسن و حسین کو اپنی پشت پر

نعم الجمل جملکما ونعم الراکبان ھما
(کنز العمال ص۲۲۱، البدایہ والنہایہ ص۳۶)

بٹھایا ہوا تھا اور آپ دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں پر چل رہے تھے۔ تو میں نے کہا (اے شہزادو) تمہارا اونٹ کتنا اچھا ہے؟ تو آپ نے فرمایا سوار بھی تو بہت اچھے ہیں ؎

بہر آں شہزادۂ خیر الرسل — دوش ختم المرسلین نعم الجمل

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا

ای اھل بیتك احب الیك؟ قال الحسن والحسین! وکان یقول لفاطمۃ ادعی ابنی فیشمھما ویضمھما الیہ (ترمذی مشکوٰۃ ص۵۷۰)

آپ کے اہل بیت میں سے کون آپ کو زیادہ محبوب ہے۔ فرمایا حسن و حسین۔ اور آپ حضرت فاطمہ سے فرماتے میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ تو آپ دونوں کو سونگھتے اور اپنے سینے سے چمٹا لیتے ؎

پھول کی طرح سے اُن کو سونگھتے تھے مصطفےٰ!

جب کبھی ہوتے تھے نانا سے بہم حضرت حسین

حضرت زید ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت

لعلی وفاطمۃ والحسن والحسین انا حرب لمن حاربھم وسلم لمن سالمھم،
(ترمذی مشکوٰۃ ص۵۶۹، البدایہ ص۳۶)

علی و فاطمہ و حسن و حسین کے متعلق فرمایا کہ جو ان سے لڑے میں اس سے لڑنے والا ہوں اور جو ان سے صلح رکھے میں ان سے صلح رکھنے والا ہوں۔

ان تمام احادیث صحیحہ سے وجوب محبت اہل بیت اور تحریم بغض و عداوت صراحۃً ثابت ہے یہی وجہ ہے کہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اہل بیت نبوت کی بہت زیادہ تعظیم و توقیر کرتے اور ان سے الفت و محبت رکھتے۔ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

والذی نفسی بیدہ لقرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الی ان اصل من قرابتی
(بخاری شریف ص۵۲۶)

خدا کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے مجھ کو اپنے اقرباء سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء محبوب تر ہیں۔

انہی کا ارشاد ہے کہ:۔

ارقبوا محمدا فی اھل بیتہ ۔ (بخاری ص۵۲۶ ج۱) محافظت کرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ان کے اہل بیت میں۔ یعنی عزت و حرمتِ محمدی اس میں ہے کہ ان کے اہلِ بیت کی عزت و تعظیم کرو۔

ان کی اُلفت جب ہے عینِ الفتِ خیرالورٰی
یوں ہوئے محبوبِ ربِ ذوالکرم حضرت حسین

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ میں مغرب کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھوں گا اور اپنے اور تمہارے لئے بخشش کا سوال کروں گا پس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔ یہاں تک کہ عشا بھی پڑھی۔ پھر آپ مسجد سے نکلے۔ میں بھی آپ کے پیچھے چلا۔ آپ نے میرے چلنے کی آواز سنی تو فرمایا کیا حذیفہ ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! فرمایا:۔

ماحاجتك غفر اللہ لك ولأمك ان ھذا ملك لم ینزل الارض قط قبل ھذہ اللیلۃ استأذن ربہ ان یسلم علی ویبشرنی بان فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ وان الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ (ترمذی۔ مشکوٰۃ ص۵۷۰)

تجھے کیا حاجت ہے اللہ تجھ کو اور تیری والدہ کو بخشے۔ (پھر) فرمایا یہ ایک فرشتہ ہے۔ جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔ اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کرنے اور مجھے یہ بشارت دینے کے لئے اجازت مانگی ہے کہ فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت حذیفہ الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت مسرور دیکھا تو عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آج ہم آپ کو بہت مسرور و خوش دیکھتے ہیں۔ فرمایا:۔

وکیف لا اسرّ وقد اتانی جبریل فبشرنی ان حسنا وحسینا سیدا شباب اھل الجنۃ وابوھما افضل منھما۔ (کنزالعمال ص۱۰۱)

کیسے مسرور نہ ہوں جبکہ جبریل امین میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے مجھے بشارت دی ہے کہ بلاشبہ حسن و حسین جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور ان کا باپ اُن سے بھی افضل ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا سے فرمایا:۔

الا ترضين ان تكوني سيدة نساء اهل الجنة وابنيك سيدا شباب اهل الجنة۔ (کنز العمال ص۱۱۱)

کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو اور تمہارے بیٹے جنت کے نو جوانوں کے سردار ہوں۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة ، (البدایہ والنہایہ ص۳۵ ج۸)

حسن و حسین دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من سره ان ينظر الى رجل من اهل الجنة وفي لفظ الى سيد شباب اهل الجنة فلينظر الى الحسين بن علي۔ (ابن حبان۔ ابو یعلیٰ۔ ابن عساکر۔ نور الابصار ص۱۳۹)

جس کے لئے باعث مسرت ہو کہ وہ کسی جنتی مرد کو دیکھے، اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جنت کے نوجوانوں کے سردار کو دیکھے تو اُس کو چاہیئے کہ وہ حسین ابن علی کو دیکھے

حضرت یعلیٰ بن مُرّہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حسين مني وانا من حسين احب الله من احب حسينا حسين سبط من الاسباط ۔ (ترمذی۔ مشکوٰۃ ص۵۷۱)

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں جو حسین کو محبوب رکھتا ہے وہ اللہ کو محبوب رکھتا ہے۔ حسین فرزندوں میں سے ایک فرزند ہے۔

تھے امام اہلسنّت مقتدائے اہلبیت سیّد السادات ریحانِ ارم حضرت حسین

اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے ثابت ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات پاک ہے۔ آپ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند، آپ کے پھول اور آپ کے محبوب ہیں۔ جنّت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ آپ کی محبّت ہر مسلمان پر واجب، سرمایۂ ایمان اور ذریعۂ نجات ہے۔ آپ کی محبّت درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبّت ہے اور اللہ کے محبوب بننے کا ذریعہ ہے اور آپ کا بُغض درحقیقت اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کا بُغض ہے اور جہنّم میں جانے کا باعث ہے۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے قرآن اوران کے تمسک کو ہدایت پر قائم رہنے کا سبب فرمایا اوران کے چھوڑنے کو گمراہی کا باعث قرار دیا۔"

ان ارشادات مبارکہ کے مطابق ہی اہلِ سنّت وجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اُن کی محبت سرمایہٴ ایمان، ذریعہٴ قربِ خدا تعالیٰ ورسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اور وسیلہٴ نجات ہے۔ چنانچہ اکابرِ اہل سنّت نے بلحاظِ مدارج ان کے اسمار مبارکہ خطبہٴ جمعہ میں داخل فرمائے تاکہ ہر جمعہ کو برسرِ منبر اس عقیدہ کا اظہار و بیان ہوتا رہے۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کی محبت وعقیدت مستحکم رہے۔

لہٰذا جو اُن کی ذاتِ اقدس پر نکتہ چینی کرے اور ان کی طرف بُغض وحسد، حُبِّ جاہ اور ہوسِ اقتدار کی نسبت کرے اور اُن کو باغی، فسادی اور فتنہ پرور قرار دے اور قرآن وحدیث سے ثابت شدہ ان کے فضائل ومناقب کو محض خیالی مناقب بتائے وہ بلاشبہ اہلِ سنت وجماعت سے خارج، گمراہ، بے دین اور جہنمی ہے۔

یاد رکھو! عقیدہ قرآن وحدیث کی اخبار سے بنتا ہے نہ کہ تاریخ کی ان روایات سے جن کو قطع وبرید کے ساتھ پیش کیا گیا ہو۔ ہمارا ایمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے کسی شخص کے نکالے ہوئے غلط تاریخی نظریات پر نہیں۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات غلط نہیں ہوسکتے تاریخ غلط ہوسکتی ہے۔ اسی لئے اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ تاریخی نظریہ جو قرآن وحدیث اور عقیدہٴ مسلّمہ کے خلاف ہو باطل ومردود ہے۔ اگر عقیدہ کو تاریخ کے تابع بنا دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ورسول صلے اللہ علیہ وسلم تاریخ کے تابع ہو جائیں (معاذ اللہ) پس عقیدہ تاریخ کے تابع نہیں۔ بلکہ تاریخ کو عقیدہ کے تابع رکھنا ہوگا۔

اور پھر جو نقلِ روایت اور ادائے مفہوم میں سخت تحریف اور خیانت سے کام لے اور سیاق وسباق کو چھوڑ کر صرف چند مفید مطلب ٹکڑے جمع کرلے اُس کی اِس ناپاک کوشش کو تاریخی "ریسرچ" سمجھ کر اس کے مطابق اپنا نظریہ اور عقیدہ قائم کر لینا اور قرآن وحدیث کی نصوص صریحہ کو نظر انداز کر دینا کس قدر جہالت اور نادانی ہے۔

تاریخی" ریسرچ " کے معنی تو یہ ہیں کہ معتمد و مستند مؤرخین کے بیانات کو برمحل اور ان کے دائرہ مراد میں رکھتے ہوئے واقعے کی اصل اور حقیقت کو معلوم کیا جائے۔ اور اگر مؤرخ کی مراد کے خلاف اور اپنی مراد کے مطابق مؤرخ کے کلام میں کتر و بیونت کر کے چند مفید مطلب ٹکڑے جن کا مل جانا بالکل آسان بات ہے پیش کر دیئے جائیں تو اس مجموعے کا نام تاریخی ریسرچ نہیں بلکہ نظریاتی ریسرچ ہوگا۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ،

غنچۂ باغِ نبوّت ثمرۂ کشتِ ولا — گلشنِ زہرا کے ریحانِ اتم حضرت حسین
ماہتابِ مرتضیٰ خورشیدِ حضرت مصطفےٰ — فاطمی منزل کے ہیں نجمِ دوم حضرت حسین
مظہرِ خلقِ پیمبر مصدرِ فیضِ علی — عرصۂ رشد و ہدایت کے علم حضرت حسین
صورت و سیرت میں تھے ہم شکل حضرت مصطفےٰ — مثلِ حیدر رہتے بڑے عالی کرم حضرت حسین
ایک تو سردارِ اہلِ خلد تھے حضرت حسن — دوسرے سردارِ سُکّانِ ارم حضرت حسین

اللہ اللہ! صبر فرماتے بلا و ظلم پر،
جھیلتے تھے ہر مصیبت درد و غم حضرت حسین

کاتب عبدالغفور مقبولپوری غفرلہٗ
خطیب محمدی جامع مسجد کھوکھرا پار

حضرت علامہ اوکاڑوی مدظلہ کی دیگر ایمان افروز تصانیف

(۱) ذکرِ جمیل:۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف از سر انور تا پائے مبارک ہر عضو کے خصائص و معجزات کا بیان۔ آجکل کے بعض اختلافی مسائل کا قرآن و حدیث کی روشنی میں حل پیش کیا گیا ہے۔

(۲) ذکرِ حسین:۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے نورِ پاک کی تخلیق سے لے کر بعثت و نبوت تک مفصل حالات نیز چند مسائل نہایت عالمانہ و محققانہ طور پر پیش کئے گئے ہیں۔

(۳) راہِ عقیدت:۔ عراق، شام، بیت المقدس، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اور ان کے مضافات کے تمام مقاماتِ مقدسہ کے تفصیلی حالات اور زیارت کا بیان۔

(۴) سفینۂ نوح (حصہ اول) اہل بیت اطہار کے فضائل و کمالات خصوصًا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے فضائل اور بعض ضروری مسائل کا بیان۔

(۵) سفینۂ نوح (حصہ دوم) حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی کی زندگی کے پاکیزہ حالات۔ آپ کے فضائل، پردہ۔ باغِ فدک وغیرہ اور حضرت عائشہ صدیقہ کے فضائل۔ آجکل کی عریانی فیشن پرستی وغیرہ پر بہترین بحث، عورتوں کے لئے خصوصًا یہ کتاب بہت مفید ہے۔

(۶) راہِ حق:۔ مسئلہ صلوٰۃ وسلام۔ ندائے یارسول اللہ اور یا غوث اور انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنے کا بہترین ثبوت و مخالفین کا سخت رد۔

(۷) ثواب العبادات الی ارواح الاموات:۔ مسئلہ ایصالِ ثواب، فاتحہ خوانی وغیرہ کا بینظیر بیان

(۸) برکاتِ میلاد شریف وسلام و قیام:۔ میلاد شریف کرنے اور کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کا بہترین ثبوت اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب۔

(۹) انگوٹھے چومنے کا مسئلہ:۔ اذان میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود شریف پڑھنے اور انگوٹھے چومنے کا بیان۔ نفیس کتابت وطباعت،

ملنے کا پتہ

نورانی کتب خانہ، ۵۳۔ بی سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی